

بناتِ اربعہ یعنے چار صاحبزادیاں

تالیف
حضرت مولانا محمد نافع صاحب مدظلہ
محمدی شریف ضلع جھنگ پنجاب



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مَنْ يَرْجُو عِزَّ اللَّهِ يَرْجُو عِزَّ اللَّهِ
لَمْ يَكُنْ كَوْنُ الْبُاطِنِ كَيْفَ
مَنْ يَرْجُو عِزَّ اللَّهِ يَرْجُو عِزَّ اللَّهِ
لَمْ يَكُنْ كَوْنُ الْبُاطِنِ كَيْفَ

پیشکش

یعنی

چار صا حبر ادبیاں

رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ

بنات الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعداد چار ہونیکا، دل ثبوت۔
رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چاروں صا حبر ادبیوں کی سوانح افضال و
مناقب جامعہ دل کتاب مسند بنات رسول کے بار میں

اعتراضات کا مکمل ازالہ

تالیف

حضرت مولانا محمد نافع صاحب مدظلہ
محمدی شریف ضلع جھنگ (پنجاب)

کتاب مارکیٹ، غزنی سٹریٹ
اردو بازار، لاہور

دارالکتاب

ضابطہ

جملہ حقوق محفوظ ہیں

| | | |
|----------|---|---|
| نام کتاب | : | بنات اربعہ |
| مصنف | : | حضرت مولانا محمد نافع دامت برکاتہم |
| ناشر | : | دارالکتاب، کتاب مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور |
| طالع | : | زاہد بشیر |
| اشاعت | : | جنوری 2010ء |
| قیمت | : | |



قانونی مشیر _____ باہتمام

حافظ محمد ندیم

مہر عطاء الرحمن، ایڈووکیٹ ہائی کورٹ، لاہور

فون: 7241866، 0300-4356144

فہرست مضامین

بَنَاتِ اِرْبَعہ

| صفحہ | مضامین | نمبر شمار |
|------|--|-----------|
| | — مقدمہ از علامہ خالد محمود | |
| ۳۴ | — افتتاحیہ | |
| ۳۴ | — ضرورت تالیف کتاب ہذا | |
| ۳۶ | — ترتیب مضامین کتاب | |
| ۴۱ | ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلقات | ۱ |
| ۴۱ | سابقہ ازواج کا ذکر۔ | ۲ |
| ۴۳ | شرف زوجیت اور حضرت خدیجہؓ کی عظمت اور فضیلت | ۳ |
| ۴۶ | حاشیہ حکیم ابن حزامؒ کا مختصر تعارف | ۴ |
| ۴۸ | حضرت ام المؤمنین خدیجۃ الکبریٰؓ سے اولاد نبویؐ | ۵ |
| ۴۹ | محدثین کے نزدیک اولاد نبویؐ کا مسئلہ | ۶ |

| صفحہ | مضامین | نمبر شمار |
|------|---|-----------|
| ۴۶ | { ایک مغذرت (یہاں اولادِ نبوی کے سلسلہ میں صرف الہیثمی کا حوالہ دیا ہے۔ | ۷ |
| ۵۰ | سیرت نگاروں کے نزدیک اولادِ نبوی کا مسئلہ | ۸ |
| ۵۲ | اولادِ نبوی علمائے انساب کے نزدیک | ۹ |
| ۵۵ | حاشیہ : ابو جعفر بغدادی کی المجتہدین میں ایک مقام پر قمر و گزاشت حضرت رقیہ کے ذکر کا متروک ہونا۔ | ۱۰ |

اولادِ نبوی شیعہ علماء کی نظروں میں

| | | |
|----|---|---|
| ۶۱ | اصول کافی کی روایت (برائے چہار صاحبزادیاں) | ۱ |
| ۶۲ | صافی شرح اصول کافی کی تائید | ۲ |
| ۶۳ | کتاب الخصال میں شیخ صدوق کی روایت | ۳ |
| ۶۴ | کتاب الخصال میں شیخ صدوق کی دیگر روایت | ۴ |
| ۶۵ | الامالی سے شیخ صدوق کی روایت (ایک خطبے کی صورت میں) | ۵ |
| ۶۷ | خطبہ نہداسے پانچ چیزوں کا استنباط | ۶ |
| ۶۷ | تذبیحہ :- (بعض شیعوں کا بنات ثلاثہ کی فضیلت کے انکار اور پھر اس کا جواب) | ۷ |
| ۶۸ | قرب الاسناد سے امام جعفر صادق کی روایت | ۸ |
| ۶۹ | ایک حیلہ یا عذر لنگ (روایت کے روای پر نقد) | ۹ |

| نمبر شمار | مضامین | صفحہ |
|-----------|--|------|
| ۱۰ | قابل توجہ امور (مذکورہ بالا نقد کا جواب) | ۷۰ |
| ۱۱ | مورخ یعقوبی کا بیان (تاریخ یعقوبی سے) | ۷۱ |
| ۱۲ | مورخ "مسعودی" کا بیان (مروج الذهب سے) | ۷۳ |
| ۱۳ | نیج البلاغہ سے حضرت علی کا فرمان | ۷۴ |
| ۱۴ | شیخ مفید کی روایت "الارشاد" سے | ۷۶ |
| ۱۵ | علی ابن عیسیٰ اربلی کی روایت کشف الغمہ سے | ۷۸ |
| ۱۶ | ملا باقر مجلسی کی روایت "حیات القلوب" سے | ۷۹ |
| ۱۷ | نعمت اللہ الحجزازی کا فرمان "الانوار النعمانیہ" سے | ۸۱ |
| ۱۸ | شیخ عبد اللہ مامقانی کا بیان "نتیجہ المقال" سے | ۸۲ |
| ۱۹ | ہاشم خراسانی کا فرمان "منتخب التواریخ" سے | ۸۳ |
| ۲۰ | شیخ عباس القمی کی روایت "منتہی الآمال" سے | ۸۴ |
| ۲۱ | خلاصہ کلام (قریباً پندرہ اکابر شیعہ علماء کے مذکورہ فرمودات کا خلاصہ) | ۸۶ |
| ۲۲ | ایک انتباہ ابوالقاسم علوی کوئی کے متفردانہ قول کا جواب اور اس کی علمی و دینی حیثیت کی قابل دید تشریح شیعہ کتب سے | ۸۷ |

سوانح : صاحبزادی حضرت سید زینب رضی اللہ عنہا

| صفحہ | مضامین | نمبر شمار |
|------|--|-----------|
| ۹۵ | ولادت | ۱ |
| ۹۷ | اس مقام کی ایک دوسری روایت (نکاح زینب کے متعلق) | ۲ |
| ۹۷ | حاشیہ ، قولہ ابوالعاص ، یعنی ابوالعاصؓ کے متعلقہ احوال | ۳ |
| ۱۰۳ | شعب ابی طالب میں ابوالعاص کی خدمات | ۴ |
| ۱۰۵ | قوم کی طرف سے طلاق دلانے کا منصوبہ اور ابوالعاص کا صاف انکار | ۵ |
| ۱۰۷ | ابوالعاص کا قرابتداری میں اخلاص کامل اور آنجناب کی طرف سے { اعتراف قدر | ۶ |
| ۱۰۹ | مکی زندگی کا ازمانشی دور | ۷ |
| ۱۱۴ | حضرت زینب کی ہجرت | ۸ |
| ۱۱۵ | حاشیہ قولہ ہبار بن اسود (متعلقات ہبار بن اسود) | ۹ |
| | حاشیہ قولہ فقد ما بہا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم | ۱۰ |
| ۱۱۸ | صاحبزادی زینبؓ کی ایک عمدہ فضیلت (خیر بناتی) | ۱۱ |
| ۱۲۲ | { سیدہ زینب کا پناہ دینا اور ابوالعاص کا اسلام لانا۔ | ۱۲ |
| ۱۲۴ | حاشیہ قولہ ، النکاح الاول۔ | ۱۳ |
| ۱۲۶ | شعبہ مورخین کی جانب سے واقعات ہذا کی تائید۔ | ۱۴ |

| نمبر شمار | مضامین | صفحہ |
|-----------|---|------|
| ۱۵ | اس مقام کے متعلق چند فوائد | ۱۲۹ |
| ۱۶ | لباس قیمتی کا استعمال | ۱۳۰ |
| ۱۷ | سیدہ زینبؓ کی اولاد کا ذکر خیر | ۱۳۱ |
| ۱۸ | علی بن ابی العاص | ۱۳۳ |
| ۱۹ | امامہ بنت ابی العاص | ۱۳۴ |
| ۲۰ | تزویدج امامہ کے بارے میں حضرت فاطمہؓ کی وصیت | ۱۳۸ |
| ۲۱ | سیدہ زینبؓ کی وفات | ۱۴۱ |
| ۲۲ | وفات کا سبب | ۱۴۲ |
| ۲۳ | صبر کی تلقین اور وادیلہ سے منع | ۱۴۳ |
| ۲۴ | حضرت زینبؓ کے غسل اور کفن کا انتظام | ۱۴۵ |
| ۲۵ | صالحین کے آثار سے تبرک حاصل کرنے کی اصل | ۱۴۷ |
| ۲۶ | صاحبزادی زینبؓ کے جنازہ پر نقش کا بنایا جانا | ۱۴۸ |
| ۲۷ | سیدہ زینبؓ کا جنازہ اور اس میں حضرت فاطمہؓ کی شرکت | ۱۴۹ |
| ۲۸ | نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر زینبؓ میں اتر کر دعا کرنا۔ | ۱۵۲ |
| ۲۹ | صاحبزادی حضرت زینبؓ کے لئے ایک خصوصی فضیلت | ۱۵۶ |
| | یعنی شہید کے لقب سے یاد کیا جانا | |
| ۳۰ | حالات حضرت زینبؓ کا اجمالی خاکہ | ۱۵۸ |
| ۳۱ | "لمحہ فکریہ" | ۱۶۴ |

| صفحہ | مضامین | نمبر شمار |
|------|--|-----------|
| ۱۶۴ | ” ازالہ شبہات ” | |
| ۱۶۵ | ۱. زینب کا ابوہالہ کی لڑکی ہونے کا شبہ پھر اس کا ازالہ۔ | |
| ۱۶۳ | ۲. صاحبزادی زینب کے ربیبہ ہونے کا اعتراض اور اس کا حل، | |

سوانح حضرت سیدہ رقیۃ رضی اللہ عنہا

| | | |
|-----|--|--|
| ۱۷۶ | ۱. حضرت رقیہؓ کا تولد - تربیت | |
| ۱۷۶ | ۲. اسلام لانا اور بیعت کرنا | |
| ۱۷۷ | ۳. حضرت رقیہؓ کا کم سن میں نکاح اور پھر طلاق | |
| ۱۷۹ | ۴. مسئلہ ہاشمیہ کے نزدیک (بمع ایک ضروری حاشیہ کے جو عقیبہ کے لئے ہے۔) | |
| ۱۸۱ | ۵. حضرت عثمان کے ساتھ نکاح | |
| ۱۸۳ | ۶. تعریف حضرت رقیہؓ نسار قریش کی زبانی | |
| ۱۸۴ | ۷. ہجرت حبشہ | |
| ۱۸۶ | ۸. آنحضرت صلعم کا احوال رقیہؓ دریافت کرنا۔ | |

| صفحہ | مضامین | نمبر شمار |
|------|---|-----------|
| ۱۸۷ | شیعہ علماء کی طرف سے تائید اور ایک شبہ کا جواب | ۹ |
| ۱۸۹ | حبشہ سے واپسی | ۱۰ |
| ۱۸۹ | مدینہ کی طرف دوسری ہجرت | ۱۱ |
| ۱۹۰ | جاشیہ (مہاجرین حبشہ کو اہل السفینہ کہنا) | ۱۲ |
| ۱۹۱ | اولاد رقیہ کا ذکر | ۱۳ |
| ۱۹۲ | صاحبزادہ عبد اللہ کا جنازہ اور دفن | ۱۴ |
| ۱۹۳ | ام عیاش کا ذکر | ۱۵ |
| ۱۹۴ | ہدیہ ارسال کرنا | ۱۶ |
| ۱۹۷ | اپنے زوج کی خدمت گزاری | ۱۷ |
| ۱۹۸ | حضرت رقیہؓ کی بیماری | ۱۸ |
| ۱۹۹ | حضرت عثمانؓ کا بدری صحابہ کے برابر جہت | ۱۹ |
| ۲۰۰ | شیعہ کی طرف سے تائید | ۲۰ |
| ۲۰۱ | تنبیہ (حضرت عثمانؓ کی بدری میں غیر حاضری کا اعتراض) | ۲۱ |
| ۲۰۲ | وفات رقیہؓ | ۲۲ |
| ۲۰۲ | تاریخ وفات | ۲۳ |
| ۲۰۳ | بین کرنے اور وادیا کرنے کی ممانعت | ۲۴ |
| ۲۰۴ | حضرت فاطمہؓ کا وفات رقیہؓ پر گریہ کرنا۔ | ۲۵ |
| ۲۰۵ | ایک خصوصی ارشاد نبوی | ۲۶ |
| ۲۰۶ | حضرت عثمان بن مظعون کا اجمالی تعارف | ۲۷ |

| صفحہ | مضمون | نمبر شمار |
|------|--|-----------|
| ۲۰۶ | شیعہ کی طرف سے تائید | ۲۸ |
| ۲۰۷ | حضرت فاطمہؑ کا قبر رقیہؑ پر تشریف لانا | ۲۹ |
| ۲۱۰ | حاصل کلام | ۳۰ |
| ۲۱۱ | حضرت رقیہؑ پر درود بھیجنے کا حکم | ۳۱ |
| ۲۱۳ | سوانح حضرت رقیہؑ کا اجمالی خاکہ | ۳۲ |
| ۲۱۶ | ازالہ شبہات | ۳۳ |

- ① انتباہ کہ حضرت سیدہ رقیہؑ آنجناب کی صاحبزادی نہیں
 ۲۱۶ { پھر اس کا حل
- ② اعتبار اہل کہ حضرت رقیہؑ کے لئے کوئی "فضیلت" کسی سنی و شیعہ
 ۲۱۷ { کتاب میں نہیں ملتی۔ پھر اس کا تسلی بخش جواب
- ③ حضرت رقیہؑ پر مظالم عثمانی کا افسانہ پھر اس پر کلام
 ۲۱۸

فہرست عنوانات سوانح سیدہ ام کلثوم

رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا

| نمبر شمار | مضامین | صفحہ |
|-----------|--|------|
| ۱ | ام گرامی | ۲۲۲ |
| ۲ | ولادت با سعادت | ۲۲۲ |
| ۳ | اسلام لانا اور بیعت کرنا | ۲۲۵ |
| ۴ | حضرت ام کلثومؓ کا نکاح اول اور طلاق | ۲۲۶ |
| ۵ | مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنا۔ | ۲۲۸ |
| ۶ | حضرت عثمان کے ساتھ نکاح | ۲۳۲ |
| ۷ | تاریخ تزویج سیدہ ام کلثومؓ | ۲۳۸ |
| ۸ | شیعہ علماء کی طرف سے تائید | ۲۳۸ |
| ۹ | عدم اولاد۔ | ۲۳۹ |
| ۱۰ | ایک انبیاء (حضرت عثمانؓ نے احتراماً دوسرا نکاح نہیں کیا۔ اور یہ خصوصیت نبوی ہے۔ | ۲۴۰ |
| ۱۱ | بیش قیمت چادر کا استعمال | ۲۴۱ |
| ۱۲ | حضرت ام کلثومؓ کا انتقال | ۲۴۲ |
| ۱۳ | حضرت عثمان کی تسکین خاطر | ۲۴۲ |

| نمبر شمار | مضامین | صفحہ |
|-----------|--|------|
| ۱۳ | حضرت ام کلثومؓ کے غسل کا بیان | ۲۲۵ |
| ۱۵ | حاشیہ :- (یعنی ام عطیہؓ غاسلۃ المیتات تھی۔ | ۲۲۵ |
| ۱۶ | حضرت ام کلثومؓ کی نماز جنازہ۔ | ۲۲۸ |
| ۱۷ | حضرت ام کلثومؓ کا دفن۔ | ۲۲۹ |

ازالہ شبہات

- ① ام کلثومؓ کے ربیبہ ہونے کا طعن پھر اس کا جواب ۲۵۱
- ② ام کلثومؓ کی عدم فضیلت کا شبہ پھر اس کا ازالہ ۲۵۲

فہرست عنوانات

سوانح حیات حضرت سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا

| صفحہ | مضمون | نمبر شمار |
|------|--------------------------------------|-----------|
| ۲۵۷ | ولادت باسعادت | ۱ |
| ۲۵۷ | اسم گرامی اور القاب | ۲ |
| ۲۵۸ | شمال و خصال | ۳ |
| ۲۵۹ | بچپن کا ایک واقعہ | ۴ |
| ۲۶۰ | مدینہ طیبہ کو ہجرت | ۵ |
| ۲۶۲ | تزوج سیدہ فاطمہؑ | ۶ |
| ۲۶۳ | مکان کی تیاری | ۷ |
| ۲۶۴ | جہیز کی خرید اور انتخاب | ۸ |
| ۲۶۶ | العقاد نکاح اور زوجین کی عمر | ۹ |
| ۲۶۷ | ایک گزارش | ۱۰ |
| ۲۶۷ | فراش شبینہ | ۱۱ |
| ۲۶۸ | خانگی امور میں تقسیم کار | ۱۲ |
| ۲۷۰ | خانگی امور کے لئے ایک خادم کا مطالبہ | ۱۳ |
| ۲۷۲ | درویشانہ زندگی اور مختصر لباس | ۱۴ |

| صفحہ | مضامین | نمبر شمار |
|------|--|-----------|
| ۲۷۳ | غزوہ احد میں خدمات | ۱۵ |
| ۲۷۴ | میت والوں کی تعزیت | ۱۶ |
| ۲۷۵ | قربانی کے موقع پر حاضری | ۱۷ |
| ۲۷۶ | آنجناب کے لئے غسل کے وقت پردہ کرنا۔ | ۱۸ |
| ۲۷۷ | قربانی کا گوشت رکھنے کی اباحت | ۱۹ |
| ۲۷۸ | مسجد میں آتے جاتے درود شریف کا ورد | ۲۰ |
| ۲۷۹ | حضرت فاطمہؓ پر حضورؐ کی شفقت | ۲۱ |
| ۲۸۰ | نقش و نگار سے اجتناب | ۲۲ |
| ۲۸۱ | حضرت فاطمہؓ کو عائشہ سے محبت کی تلقین | ۲۳ |
| ۲۸۲ | شکر رنجی کا ایک واقعہ | ۲۴ |
| ۲۸۳ | عمل صالحہ کی تاکید | ۲۵ |
| ۲۸۵ | آنحضرتؐ کا آپ کو اعتماد میں لے کر گفتگو کرنا۔ | ۲۶ |
| ۲۸۷ | انتقال نبویؐ پر سیدہ فاطمہ کا غم | ۲۷ |
| ۲۸۹ | سیدہ فاطمہؓ کو خصوصی وصیت نبویؐ برائے منع ماتم | ۲۸ |
| ۲۹۱ | سیدہ فاطمہؓ کا مالی مطالبہ۔ | ۲۹ |
| ۲۹۳ | حضرت ابوبکرؓ کے ہاں ایک بشارت نبویؐ کا ذکر | ۳۰ |
| ۲۹۴ | حضرت امامت کے حق میں وصیت | ۳۱ |
| ۲۹۵ | شیعہ کی جانب سے تائید | ۳۲ |
| ۲۹۶ | سیدہ فاطمہؓ کی مرض الوفا اور ان کی تیمارداری اور اسما کی خدمات | ۳۳ |

| صفحہ | مضامین | نمبر شمار |
|------|---|-----------|
| ۲۹۷ | شیعہ کی طرف سے تائید | ۳۴ |
| ۲۹۷ | شیخین کی طرف سے سیدہ فاطمہؓ کی بیمار پرسی | ۳۵ |
| ۲۹۹ | حضرت فاطمہؓ کا انتقال | ۳۶ |
| ۳۰۰ | حضرت فاطمہؓ کا غسل بذریعہ اسماء بنت عمیس | ۳۷ |
| ۳۰۱ | آپؐ کی صلوٰۃ جنازہ اور شیخین کی شمولیت | ۳۸ |
| ۳۰۷ | اولاد سیدہ فاطمہؓ | ۳۹ |

چند اہم مباحث

بحث اول - حضرت فاطمہؓ کی رنجیدگی۔

۳۰۹

۳۱۰

۳۱۱

۳۱۲

۳۱۷

۱ - توضیح واقعہ رنجیدگی کا فتح مکہ ۸ھ کے بعد پیش آنا۔

۲ - رنجیدگی کے ازالہ کے متعلق چند چیزیں۔

۳ - نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں پر دوسرا نکاح ناجائز ہے۔

(یہ خصوصیات نبویؐ میں سے ہے نیز اس میں دیگر مصاحح بھی مصنم ہیں۔)

بحث ثانی - افضلیت النساء

— حضرت خدیجہؓ - حضرت فاطمہؓ حضرت مریمؓ حضرت آسیہؓ خواتین
۳۱۷ جنت میں سے افضل ہیں۔

— مسئلہ ہذا شیعہ اکابر کی نظر میں۔ ۳۱۹

— حضرت عائشہؓ کی فضیلت باقی خواتین پر ۳۲۱

— ایک منابطہ - قطعیت کا درجہ طہنات سے مختلف ہوتا ہے۔ ۳۲۴

— عقلی استنباط کا اعتبار ۳۲۴

— حسنینؓ کی سیادت انبیاء علیہم السلام اور خلفاء الراشدین کے ۳۲۴

ماسوار ہے۔

— مختلف جہات کا اعتبار کرنا ۳۲۵

— توقف کی تلقین ۳۲۶

بحث ۳ — ثالث

حضرت سیدہ فاطمہؓ کا مالی حقوق کا مطالبہ

فہرست عنوانات

| صفحہ | عنوان | نمبر شمار |
|------|---|-----------|
| ۳۲۷ | مالی حقوق کا مطالبہ اور مسئلہ ہذا کی شیعہ کی طرف سے تائید | ۱ |
| ۳۲۹ | حق خمس کی تولیت | ۲ |
| ۳۳۰ | اموال مدینہ بنی نضیر وغیرہ کی تولیت | ۳ |
| ۳۳۱ | شیعہ کی طرف سے اس کی تائید | ۴ |
| ۳۳۳ | صدیقی دور میں ایفائے عہد | ۵ |
| ۳۳۷ | بحث ہذا کا اجمالی خاکہ | ۶ |
| ۳۳۹ | مسئلہ ہذا کا دوسرا رخ | ۷ |
| ۳۳۹ | صدیقی جواب پر حضرت فاطمہؓ کی خاموشی | ۸ |
| ۳۴۰ | رضا مندی کی روایات (۱۴۲ عدد کتب سے) | ۹ |

| صفحہ | عنوان | نمبر شمار |
|------|---|-----------|
| ۳۴۲ | شیعہ کتب سے رضا مندی کا ثبوت | ۱۰ |
| ۳۴۳ | فدک کے لکتے ہبیہ - عطیہ - وثیقہ اور وقف کے عنوانات | ۱۱ |
| ۳۴۴ | قواعد کا لحاظ | ۱۲ |
| ۳۴۵ | ابو سعید کی روایات کا تجزیہ | ۱۳ |
| ۳۴۷ | دعویٰ فدک پر شہادت طلبی | ۱۴ |
| ۳۴۸ | ہبیہ کے متعلق ایک قاعدہ | ۱۵ |
| ۳۴۹ | شق وثیقہ کا واقعہ اور سبط ابن الجوزی پر کلام | ۱۶ |
| ۳۵۱ | وقف فدک کا مسئلہ | ۱۷ |
| ۳۵۶ | فدک اور وصیت نبویؐ | ۱۸ |
| ۳۵۸ | خلاصہ کلام | ۱۹ |

بحث دابع { سیدہ فاطمہؓ کے بیت کے جلانے کے متعلقات۔ } ۳۵۹

== اس بحث میں روایتاً و درایتاً کلام ہوگا۔ ==

== روایت کے اعتبار سے تجزیہ ۳۶۰ ==

(سُنی و شیعہ علماء کی کتب سے)

== درایت کے اعتبار سے تجزیہ ۳۶۳ ==

بحث خامس { سیدہ فاطمہؓ کے جنازے کا مسئلہ۔ } ۳۶۶

— حضرت فاطمہؓ کی تاریخ ارتحال ۳۶۶

— ان تاریخوں میں صدیق اکبر مدینہ طیبہ میں موجود تھے۔ ۳۶۶

— حضرت سیدہ فاطمہؓ کا جنازہ حضرت صدیق اکبرؓ نے پڑھایا۔ ۳۶۷
(اس پر سات عدد حوالہ جات کتب معتبرہ سے)

— مسئلہ ہذا کے متعلق اسلامی ضابطہ ۳۶۹

(مسلمانوں کا حاکم امامت جنازہ کا زیادہ حقدار ہے)

— مسئلہ ہذا کے متعلق تاریخی شواہد (چار عدد واقعات) ۳۷۱

— ایک اشتباہ کا ازالہ ۳۷۴

دفع توہمات

(دس اُردو)

- ① وہم اوّل — دعوتِ عشیرہ کے متعلق ۳۷۷
- ② وہم ثانی — المودۃ فی القربی کے متعلق ۳۸۵
- ③ وہم ثالث — آیت تطہیر کے متعلق ۳۹۵
- ④ وہم رابع — آیت حجاب کے متعلق ۴۱۲
- ⑤ وہم خامس — سم ذوی القربی کے متعلق ۴۱۶
- ⑥ وہم سادس — دعوتِ مباہلہ کا مسئلہ ۴۲۲
- ⑦ وہم سابع — کثرتِ فضائل کو وحدتِ بنت کی دلیل بنانا۔ ۴۳۰
- ⑧ وہم ثامن — انجیل کی ایک روایت سے استدلال (بذریعہ فرقہ سنحی) ۴۳۴
- ⑨ وہم تاسع — خطبات میں حضرت فاطمہؑ کا نام مذکور ہونا ۴۳۸
- ⑩ وہم عاشر — جنابِ حیدر الزمان صاحب کی عبارت کے متعلق ۴۴۰

مقدمہ

از حضرت علامہ مولانا خالد محمود صاحب یالکوٹی زید مجاہد
سنت نگر۔ لاہور

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى۔ اما بعد
اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں صحت نسب قائم رکھنے کی بہت تاکید کی ہے۔
عہد جاہلیت میں لے پالک بیٹے اپنے اصل باپ کی بجائے پالنے والے باپ سے
نسبت کیے جاتے تھے۔ یہ خلاف واقع نسبتیں دین فطرت کے یکسر خلاف تھیں۔
ہندو تمدن میں نیوگ کی راہ سے کسی کی اولاد کسی کے نام آ جاتی۔ اسلام نے جہاں
اور بہت سی معاشرتی برائیاں دور کیں صحت نسب کا پاس رکھنا اور غلط نسبت
سے بچنا بھی دین فطرت کے لیے ضروری ٹھہرایا اور یہ صحیح ہے کہ صحت مندرک کسی
دوسرے باپ کی طرف انتساب میں کوئی عزت محسوس نہیں کرتی۔ قرآن کریم
میں ارشاد فرمایا :

أَدْعُوهُمْ لِأَسْمَاءِهِمْ هُوَ اقْطَعُ عِنْدَ اللَّهِ (پاۓ الاحزاب رکوع ۱)
” بلاؤ لے پالکوں کو ان کے باپوں کی طرف نسبت کر کے یہی انصاف
ہے اللہ کے ہاں۔“

یہ حکم اس لیے ہے کہ نسبی تعلقات اور ان کے احکام میں کسی پہلو سے
اشتباہ والتباس واقع نہ ہونے پائے۔ سو حق یہ ہے کہ انہیں ان کے باپوں
کے نام سے ہی پکارو۔

یہ صرف مردوں کے لیے ہی نہیں کہ ان کا نسب مشتبہ نہ رہے۔ عورتوں کے

بارے میں بھی حکم یہی ہے کہ انہیں اصل باپ کی بجائے کسی اور باپ کی طرف نسبت نہ کرو۔ قرآن کریم کے ایسے احکام اپنے عموم میں عورتوں کو شامل ہیں۔
 عرب لوگ قبائل و بطون کے امتیاز میں بہت حساس واقع ہوئے ہیں۔ اس جذبہ نے اسلام کی اس اصولی دعوت کے بعد اور نکھار چاہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

”من ادعی الی غیر ابیہ وھو یعلم انه غیر ابیہ فالجنة علیہ حرام“

سنن ابی داؤد۔ صفحہ ۳۵۰، ج ۲

اور یہ بھی فرمایا : ”من ادعی الی غیر ابیہ و انتہی الی غیر موالیہ

فعلیہ لعنة اللہ المتابعہ الی یوم القیامة“ (رواہ ابو داؤد)

ترجمہ : ”جس نے اپنے باپ کے سوا کسی اور نسل کا انتساب چاہا اور اسے

پتہ ہو کہ وہ اس کا باپ نہیں تو وہ جنت میں کبھی نہ جائے گا۔“

اسلام کے اس انقلابی اعلان کا اثر یہاں تک پہنچا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے متبئی حضرت زید جو پہلے زید ابن محمد کہلاتے تھے پھر زید ابن حارثہ بن کئے

اور قانون قرار پایا کہ نسبت اصل باپوں کی طرف ہی ہے۔ یہی انصاف اور حق

کے زیادہ قریب ہے۔ صلہ رحمی اسلام کی اساسی تعلیم ہے۔ اس پر عمل تبھی ہو سکتا

ہے کہ لوگ رشتہ داری میں ایک دوسرے کو پہچانیں۔ پس انساب کا ضروری علم

سیکھنا لازم ٹھہرا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا :

”تعلموا من انسابکم ما تصلون بہ ارحا مکم فان صلة الرحم محبة

فی الادلہ مثرات فی المال ومنسأة فی الاثر (جامع ترمذی ج ۲)

ترجمہ : اپنے انساب کو جانو کہ تم اپنے رشتہ داروں میں صلہ رحمی

بروٹے کا رلا سکے۔ صلہ رحمی اپنے لوگوں میں محبت کا سبب ہے۔
مال میں ثروت ہے اور اثر میں دیر پا ہے۔

اسلام کے اسی معاشرہ میں اہل بیت رسالت نے پرورش پائی تھی۔ دین فطرت کی آواز بناتِ رسول حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا کے کانوں میں بھی پہنچی ہوگی۔ انہیں بناتِ رسول کہنے والے ان کے بارے میں اسلام کے اس اساسی حکم سے ہٹ کر کوئی دوسرا فیصلہ نہ کر سکتے تھے نہ ان کے باپے میں بارے میں تاریخ کوئی دوسرا فیصلہ دے سکتی تھی۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ یہ بیٹیاں تو کسی اور کی ہوں اور کہلائیں بناتِ رسول۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اسی عنوان سے پذیرائی دیتے رہیں۔ قرآن کریم پر اور حدیث پر اگر خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل نہ ہوگا تو اور کس کا ہوگا؟

اسلام کے اس انقلابی اعلان کے بعد اگر زید ابن حارثہ، زید ابن محمد نہیں رہ سکتے تو یہ سیداتِ مطہرات کسی اور کی بیٹیاں ہو کر بناتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیسے رہ سکتی تھیں؟

قرآن کریم اور حدیث شریف کی ان واضح ہدایات کی روشنی میں یہ محال ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم، اُمتِ المؤمنین یا صحابہ کرامؓ ان لے پاک بیٹیوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں کہتے رہیں۔ اور دین فطرت کو عالمی سطح پر پیش کرنے والا پیغمبر خود اپنے ہاتھوں اور اپنے گھر میں دین فطرت کو عمل میں نہ لاسکے۔ سو حق یہ ہے کہ یہ تینوں سیداتِ مطہرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی بیٹیاں تھیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ قیامت کے دن آواز تو باپوں کے نام سے دی جائے اور نسبتیں غیر باپوں کے نام سے قائم رہیں اور وہ بھی پیغمبر کے گھر میں۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ خود اہل بیت رسالت تعلیم رسالت سے بے بہرہ رہیں۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا :
 ”انکم تدعون باسماءکم واسماء ابائکم“ (رواہ ابوداؤد ج ۲ ص ۳۲۸)

ترجمہ : بیشک تم لوگ قیامت کے دن اپنے ناموں اور اپنے باپوں
 کے نام سے بلائے جاؤ گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نسب شرافت کو بر ملا ظاہر فرماتے۔ یہ اپنوں میں
 اپنی بڑائی ہے اور قوم کی ایک مرکزی عظمت کا اظہار ہے۔ یہ کسی پہلو سے کوئی
 عیب نہیں۔ اور اس میں کوئی خود نمائی نہیں۔ دوسروں کے سامنے اپنی بڑائی کا
 اظہار بے شک صحیح نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

انا انفسکم نسباً وصہراً وحسباً۔ لیس فی ابائی من لدن آدم

سفاح کلنا نکاح۔ (الزرقانی شرح مواہب - ص ۶۷، ج ۱)

نسب کے اس امتیازی ماحول میں حضرت سیدہ زینب، حضرت سیدہ
 رقیہ اور حضرت سیدہ ام کلثومؓ کا نسب چھپا رہے یہ بات کسی طرح لائق باور
 نہیں۔ پھر یہ ایک بیٹی کی بات نہیں۔ تینوں کی تین بیٹیاں اس مشتبہ نسب میں
 رہیں اور سالہا سال تک اور کسی غیر معروف گھر میں نہیں بلکہ پیغمبر کے گھر میں جو
 کل جہان کے لیے مثال ہوگا۔

یہ بات کسی طرح قرین قیاس نہیں جو خدا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک
 بیٹے کو حضور کی نسبت میں رکھنے کی اجازت نہیں دیتا وہ لے پاک بیٹیوں کو
 کس طرح سالہا سال تک بنات رسولؐ کے عنوان میں اہل بیت رسالت میں
 رکھ سکتا تھا۔ اگر کوئی ایسی صورت ہوتی تو اس کے لیے اتنا ہی جلی اور واضح
 اعلان ہوتا جتنا حضرت زید ابن حارثہ کے لیے ہوا تھا۔

باپ کی فطرت اولاد میں : اکثر دیکھا گیا ہے کہ باپ کے بدنی خصائص اور

آثار خلیات اولاد میں بھی ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ ڈاکٹر لوگ خون ملا کر اصل اور فرع کو بھانپ لیتے ہیں، باپ بیٹے کا خون عام طور پر مل جاتا ہے۔ حضرت انس بن مالک کہتے ہیں کہ ایک یہودی عورت (زینب بنت حارث) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بکری کا گوشت لائی جس میں زہر ملا ہوا تھا۔ آپ نے اس سے کچھ گوشت کھایا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو صورتِ حال سے اطلاع دے دی اور آپ نے ہاتھ کھینچ لیا۔ دیکھیے صحیح بخاری جلد اول ص ۳۵۶ اور جلد ثانی ص ۶۱۰۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے منہک اثر سے محفوظ رہے۔ مگر صحابہؓ محسوس کرتے تھے کہ آپ کے تالو میں اس کے اثرات ہیں۔ محدثین لکھتے ہیں :

ان اثراتك اللقمه من الشاة كان باقيا لتعذيبه حتى الوفاة۔ اذ كان يعرف ذلك بتغير لون اللہوات۔ اس زہریلے لقمے کا اثر باقی رہا۔ یہ صورت آپ کو وفات تک پیش آتی رہی اور بہ صورتِ تالو کے رنگ کی تبدیلی سے پہچانی جاتی تھی۔ وفات کے وقت آپ نے اس کے پورے اثر کو محسوس کیا اور اکابر صحابہؓ اس پہلو سے آپ کو شہید کہتے رہے۔ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ لکھتے ہیں کہ آپ نے اس مرض میں یہ بھی فرمایا کہ اس زہر کا اثر ہمیشہ ہوتا رہا مگر اب اس نے اپنا پورا کام کر دیا ہے۔ تو اس معنی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زہر سے شہادت ہوئی۔ چنانچہ عبداللہ بن مسعودؓ اور بھی بعض سلف اس کے قائل تھے۔ (نشر الطیب ص ۲۰۳)

منہک اثرات کا پہلے دبے رہنا اور وفات کے قریب پھر سے تازہ ہوجانا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت سیدہ زینبؓ میں بھی دیکھا گیا آپؐ نے اپنے سفرِ ہجرت میں جو تکلیفیں اٹھائی تھیں ان کا اعتراف خود سامانِ نبوت منقول ہے۔ حضور نے فرمایا تھا :

”خیر نہاتی اُصیبت فی“

جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات کے وقت اس زہر کے اثرات بڑی شدت سے محسوس کیے۔ یہ صورت حضرت زینبؓ میں بھی دیکھی گئی۔ وفات سے قبل ان کے وہی زخم پھر سے تازہ ہو گئے۔ یہ ایک عجیب بدنی نسبت تھی جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی بیٹی میں منتقل ہوئی۔ اور حضرت زینبؓ بھی شہید ہو کر ہی دنیا سے رخصت ہوئیں۔

فَلَمَّا نَزَلَ وَجَعَةٌ حَتَّى مَاتَ مِنْ ذَلِكَ الْوَجَعُ فَكَانُوا يَرَوْنَ

انہا شہیدۃ۔ (مجمع الزوائد ج ۹ - ص ۲۱۶)

حافظ ابن کثیر نے بھی آپ کے لیے ”شہیدہ“ کے الفاظ لکھے ہیں :

”ماتت شہیدۃ۔“ (البدایہ والنہایۃ - جلد ۵ - ص ۳۰۸)

اس قسم کے واقعات بتلا رہے ہیں کہ حضرت زینبؓ کے بعض جسمانی حالات میں ان کے والد گرامی کے بعض جسمانی حالات کا رفرما تھے۔ یہ فطری مناسبت تاریخ کا ایک ناقابل انکار واقعہ ہے۔ اور ان لوگوں کی آنکھوں کا ٹرمہ ہے جو اس موضوع کو پوری بنیائی سے دیکھنا چاہتے ہیں۔ سو اس میں ہرگز کسی شک و تردید نہیں کہ حضرت سیدہ زینبؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی صاحبزادی تھیں اور آپ کے بدنی اثرات آپ کی بیٹی میں دیکھے گئے۔ شہید باپ کی شہید بیٹی میں یہ اثر بہت نمایاں تھا۔ پھر آپ یہ بھی دیکھیے کہ حضرت زینبؓ کے شوہر ابوالعاص بن ربیع بدر کے قیدیوں میں قید ہو کر جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو حضور کا جذبہ پدری کس طرح حضرت زینبؓ کے احساسات کا ساتھ دے رہا تھا اور آپ اپنی بیٹی کے لیے کس قسم کا درد اپنے دل میں محسوس کر رہے تھے۔ کبھی کسی نے بیوی کی پچھلک اولاد کے بارے میں اس قسم کے جذباتِ شفقت

اُبھرتے دیکھے؟ بالخصوص جب کہ ان کی والدہ بھی موجود نہ رہی ہو اور پرورش کنندہ باپ اس کی جگہ اور کئی شادیاں کر چکے ہوں۔

حق یہ ہے کہ حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اولاد کے لیے ماں اور باپ دونوں کی شفقت کا سایہ تھے۔ حضور اکرمؐ نے اسی احساس درد سے فرمایا تھا کہ یہ میری خیر بات ہے جسے میرے لیے اتنے مصائب سے گزرنا پڑا۔

خیریت اور فضیلت میں فرق

وقائع بدر اور واقعات ہجرت نے کچھ اس طرح کروٹ لی کہ حضرت زینبؓ کا یہ اذیتیں اٹھانا حضرت ابوالعاص کے ایمان لانے کا سبب بن گیا۔ حضرت زینبؓ کی یہ اچھائی (خیر) حضرت ابوالعاص تک متعدی ہوئی اور یہ وہ صفت ہے جس میں آپ تینوں بہنوں سے ممتاز رہیں حضرت سیدہ رقیہؓ اور حضرت سیدہ اُمّ کلثومؓ کے خاوند حضرت عثمانؓ پہلے سے مسلمان تھے لیکن حضرت زینبؓ کے خاوند حضرت ابوالعاص پہلے سے مسلمان نہ تھے۔ جنگ بدر میں مشرکین کے ساتھ ہو کر آئے تھے پھر قید بھی ہوئے اور حضرت زینبؓ کو ان کا فدیہ مکہ سے مدینہ بھیجا پڑا اور وہ حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کا دیا ہوا ہار تھا جو حضرت زینبؓ نے اپنے خاوند کے فدیہ میں بھیجا تھا ہار کا یہ واقعہ کس طرح حضرت زینبؓ کے مدینہ آنے کا سبب بنا۔ یہ اہل علم سے مخفی نہیں۔ اب حضرت ابوالعاص سے جو نیکی اور قربانی عمل میں آئے گی وہ سب حضرت زینبؓ کا ہی خیر شمار ہوگا۔ جو مختلف افراد میں بھیتا چلا گیا تھا۔

”خیر“ اور ”افضل“ کے الفاظ قابل غور ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سب بیٹیوں میں افضل حضرت سیدہ فاطمہ الزہراؓ ہیں ان کی شان اپنی ذات میں بہت اونچی

اور بلند ہے لیکن خیر البنات حضرت زینبؓ ہی شمار ہوں گی۔ اپنی ذات میں فضیلت رکھنا اور بات ہے اور دوسروں تک اچھائی پہنچے۔ یہ پہلوئے خیر ہے۔

عالم کبیر ملا علی قاری علیہ الرحمۃ ربہ الباری لکھتے ہیں :

فباب الخیرۃ وہی الطاعة للحق والمنفعة للخلق متعدد و باب

الفضیلة لازم۔ (شرح فقہ اکبر ص ۸۲)

ترجمہ : خیر جو طاعت حق اور لوگوں کو نفع پہنچانے کا نام ہے مقتدی ہے اور فضیلت فعل لازم ہے۔

فضیلت کا دوسروں تک پہنچنا ضروری نہیں لیکن خیر کا دوسروں تک مقتدی ہونا ضروری ہے۔

افضل البنات حضرت فاطمۃ الزہراؓ حضرت علیؓ کی زوجہ تھیں تو خیر البنات حضرت زینبؓ حضرت علیؓ کی والدہ ٹھہریں حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کی وصیت کے مطابق حضرت زینبؓ کی بیٹی حضرت امامہ (بنت ابی العاص) سے نکاح کیا تھا اور یہ بھی خیر البنات کا ہی خیر تھا جو حضرت علیؓ کو ملا اور حضرات حسنینؓ کے لیے درجہ شفقہ یاوری بنا۔ اور دیکھا جائے تو اس پہلو سے حضرت علیؓ بھی ذی النورین ہو گئے اور اس جہت سے خیر البنات حضرت زینبؓ حضرت علیؓ کی والدہ ٹھہریں اور افضل البنات آپ کی زوجہ محترمہ بنیں۔

کعبۃ بیت اللہ شریف قیام کائنات کا مرکز اور مسلمانوں کا قبلہ ہے جس دن مکہ فتح ہوا اس دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نواسے حضرت سیدہ زینبؓ کے بیٹے علی بن ابی العاص کو اپنی سواری پر اپنے پیچھے بٹھایا ہوا تھا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں :

توفی علی بن ابی العاص وقد ناهز العلم وكان النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اور ذہ علی راحلہ یوم الفتح (الاصابہ - جلد ۲ صفحہ ۵۰۳)

المختصر کہنا صرف یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جس بیٹی کو خیر البنات فرمایا اس کا خیر پوری اُمت تک متعدی ہوا اور اس لیے حضورؐ نے فتح مکہ کے دن اپنے نواسہ حضرت علیؑ کو اپنے پیچھے بٹھایا ہوا تھا۔ لے پاک بیٹی یا ربیبہ کے بیٹے سے یہ لطف و محبت جو حضورؐ علیؑ سے فرما رہے تھے تاریخ عرب میں کہیں نظر نہیں آتا۔ خصوصاً جبکہ وہ بیوی جس کی یہ اولاد ہو بقید حیات نہ ہو اور پھر سوتیلہ باپ اور نکاح بھی کر چکا ہو۔ پس حق یہی ہے کہ یہ علیؑ حضورؐ کے حقیقی نواسے تھے اور حضرت زینبؑ آپؐ کی حقیقی بیٹی تھیں اور اپنے والدِ محترم کی شفقت و محبت کی بجا طور پر تھا رتھیں۔

حضرت رقیہ اور اُمّ کلثوم کا نکاح عتبہ و عتبہ سے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹیوں رقیہ اور اُمّ کلثوم کا نکاح اسلام کے قوانینِ نکاح اترنے سے پہلے ابولہب کے بیٹوں عتبہ اور عتبہ سے کر دیا ہوا تھا لیکن رخصتی کی نوبت ابھی نہ آئی تھی۔ سورۃ تبت یدا کے نزول سے ابولہب سنبھلا ہو گیا اور اس کی جاہلیت اور ابھری۔ اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بدلہ لینے کی ایک صورت نکالی۔ اپنے بیٹوں کو بلایا، باپ کی غیرت کا واسطہ دیا اور کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی لڑکیوں رقیہ اور اُمّ کلثوم کو طلاق دے دو۔

عرب معاشرہ میں بیوی کی کچھلک بیٹیاں یا لے پاک بیٹیاں کبھی غیرت یا دشمنوں کی عداوت کا موضوع نہیں بنیں اور ان کی تکلیف کبھی اس وقتی باپ کی تکلیف نہیں سمجھی گئی۔ ابولہب کا اپنے بیٹوں کا حکم دینا کہ تم رقیہ و اُمّ کلثوم کو طلاق دے دو، یہ اسی لیے تھا کہ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچے۔ وہ اس لیے انہیں طلاق نہیں دلا رہا تھا کہ اس سے حضرت خدیجہؓ کو اذیت پہنچے۔ اونچے

گھرانوں میں پچھلگ بیٹیاں خیرات کا موضوع تو بن سکتی ہیں عداوت کا نہیں۔
 عداوت انہی بچوں سے ہوتی ہے جو اس خاندان کے ہوں۔ رسالت حضور صلی اللہ
 علیہ وسلم کی زیر بحث تھی اور قرآن کریم آپ پر ہی اُتر اٹھا۔ سورۃ تبت یدا اسی میں تھی
 اس سے چڑ کر ابولہب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچانے کی تو سوچ سکتا تھا
 اس سے حضرت خدیجہ کی یتیم بچیوں سے عداوت پیدا ہونے کی کوئی وجہ وجہ نہ تھی۔
 سو عتبہ اور عتبہ کا حضرت رقیہ اور ارقم کلثوم کو طلاق دینے کا واقعہ پکار پکار کر
 کہہ رہا ہے کہ یہ حضور کی ہی حقیقی بیٹیاں تھیں۔ پچھلگ یا لے پاک ہرگز نہ تھیں۔
 لے پاک بیٹیاں دوسرے باپ کے لیے کبھی اس طرح غیرت کا موضوع نہیں بنتیں
 نہ تاریخ عرب میں اس کی کوئی نظیر ملتی ہے۔

حضرت رقیہ کی وفات پر حضرت عثمان کی افسردگی

حضرت رقیہ کی وفات پر حضرت عثمان کی افسردگی اس وجہ سے تھی کہ ان کا حضور
 سے رشتہ صہری منقطع ہو گیا ہے یہ بذات خود ایک صدمہ کی بات تھی۔ اگر وہ حضرت خدیجہ
 کی پچھلگ بیٹی ہوتیں تو ان کا حضور سے رشتہ صہری نہ پہلے تھا نہ اب منقطع ہوا اور نہ اس
 کے جانے پر اب انہیں کچھ افسردگی ہونی تھی۔ لیکن یہ حقیقت ہے اور اس سے انکار
 نہیں کیا جاسکتا کہ اس موقع پر حضرت عثمان کی افسردگی اس وجہ سے تھی کہ ان کا حضور سے
 رشتہ صہری منقطع ہو گیا ہے۔

حضرت امام ابو حنیفہ یتیم بن حبیب الصرفی سے روایت کرتے ہیں۔

عن الہیثم عن موسیٰ بن کثیر ان عمر بن عثمان رضی اللہ عنہما وھو

حزین قال ما یحزنک قال الا احزن وقد انقطع الصہر بینی و بین رسول اللہ

وذلك حدثان ماتت بنت رسول اللہ۔ (مسند امام اعظم مطبع محمدی لاہور ص ۲۰۵)

حافظ ابو بشر دولابی حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب وفاتِ رقیہؓ کی خبر ملی تو آپ نے فرمایا :
 ”الحمد لله دفن البنات من السمکرات“
 (بیٹیوں کو دفن کرنا باپ کی عزتوں میں سے ہے۔)

حضرت عثمانؓ کی بیگمینی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو منظور نہ تھی۔ آپ نے اپنی دوسری بیٹی اُمّ کلثومؓ بھی ان کے نکاح میں دے دی۔ تاریخِ ولدِ آدم میں حضرت عثمانؓ واحد ہستی ہیں جن کے نکاح میں پیغمبر کی دو بیٹیاں رہی ہوں۔ ذی النورین ہونے کا یہ وہ شرف ہے جو اولادِ آدم میں حضرت عثمانؓ کے سوا اور کسی کو نصیب نہیں ہوا۔

خصائص بناتِ رسولؐ

بہت کم ایسا ہوا ہے کہ ایک مرد کی دو بیویاں آپس میں محبت و سلوک سے رہی ہوں۔ سوکنیں ایک دوسرے کے بارے میں دل میں کوئی اچھا جذبہ نہیں رکھتیں۔ اب جب کبھی آپس میں کوئی الجھن ہوگی تو کیا ایک دوسری کے خاوند کو بُرا کہے گی؟ نہیں خاوند تو دونوں کا ایک ہے، وہ ایک دوسری کے سُسرال کو بُرا کہیں گی؟ نہیں سُسرال تو دونوں کے ایک ہیں۔ سو یہ جذبہٴ رقابت جب بھی ابھرے گا تو ایک دوسری کے والدین کی طرف لوٹے گا، کیونکہ والدین دونوں بیویوں کے اپنے اپنے ہیں۔

اب غور کیجیے جو خاتون پیغمبر کی بیٹی کی سوکن ہوگی کیا احتمال نہیں کہ وہ اسی جذبہٴ رقابت میں اپنی سوکن کے والدین کو ناپسند کرنے لگے۔ اب اگر یہ جذبہٴ مخالفت پیغمبر کی طرف لوٹے اور اس کے بارے میں کسی مسلم خاتون کے دل میں بوجھ آیا تو کیا اس بیچاری کا ایمان باقی رہے گا؟ ہرگز نہیں۔ اب بتائیے ان خواتین کے

اسلام کو بچانے کی کیا تدبیر ہو سکتی ہے ؟

اس کا اس کے سوا اور کوئی حل ممکن نہ تھا کہ پیغمبر کی بیٹی پر سوکن آ ہی نہ سکے۔ تاکہ پہلی بیوی کے جذبہ رقابت میں کہیں اس کے والد محترم کی (جو ایک نبی بھی ہیں) کہیں بے ادبی نہ ہو جائے۔ اس پہلو سے یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہوگی کہ آپ کی بیٹیوں کے ساتھ کوئی دوسری عورت نکاح میں جمع نہ ہو سکے اور حضور کی کسی بیٹی پر کوئی سوکن نہ آ سکے۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے "الخصائص الکبریٰ" میں ایک باب باندھا ہے "باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بان بناتہ لایتزوج علیہن۔" (جلد ۲)

(۲۵۵ ص)

جب تک حضرت رقیہؓ، حضرت عثمانؓ کے نکاح میں رہیں آپؐ نے دوسرا نکاح نہیں کیا۔ پھر جب تک حضرت ام کلثومؓ آپؐ کے نکاح میں رہیں آپؐ نے اور نکاح نہیں کیا۔ جب تک حضرت فاطمہ الزہراءؓ حضرت علیؓ کے نکاح میں رہیں آپؐ نے اور نکاح نہیں کیا۔

ام کلثومؓ بنت رسولؐ کی وفات کے بعد حضرت عثمانؓ نے بھی اور نکاح کیے اور حضرت فاطمہؓ کی وفات کے بعد حضرت علیؓ نے بھی اور نکاح کیے۔ یہ صورت حال کھلی آفتاب شہادت ہے کہ حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں تھیں۔ اگر یہ حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کی پچھلی بیٹیاں ہوتیں تو ان کے نکاح میں ہونے سے حضرت عثمانؓ کے لیے اور نکاح کرنا منع نہ ہوتا۔ حضرت ام کلثومؓ کے بعد آپؐ نے کئی نکاح کیے۔ فاطمہ بنت ولیدؓ، فاختہ بنت غزوٰؓ، رملہ بنت شیبہؓ اور نائلہؓ سب آپؐ کی بیویاں تھیں۔

اللہ رب العزت حضرت مولانا محمد نافع صاحب دامت برکاتہم کو جزائے خیر دے

اور آپ کی مساعی جمیدہ کو اور نافع بنائے۔ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جڑوں
 صاحبزادیوں کے حالات، کمالات اور درجات ایسے محققانہ اور نفیس پیرائے میں
 بیان فرمائے ہیں کہ اس کتاب کی اشاعت واقعی اس عہد کا ایک نہایت اہم
 علمی اضافہ ہے۔ مولانا کا انداز بیان محض تبلیغی نہیں تحقیقی بھی ہوتا ہے۔ ایک مؤرخ
 کی حیثیت میں آپ بات کی آخری تہ تک اترتے ہیں، دُحماء بنہم کے بعد
 آپ کی یہ تحقیقی پیشکش بیشک دُنیا ئے علم پر ایک غلیم احسان ہے۔ رب العزت
 آپ کی ان مساعی کو مشکور فرمائیں اور آپ کو ہر فتنہ اور ہر عین لامہ سے محفوظ فرمائیں۔
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ داروں کا اس انداز سے ذکر کرنا کہ اس کے
 پڑھنے سے قارئین اپنے دلوں میں ان نفوسِ کریمہ کی مزید عظمت و عقیدت محسوس
 کریں مؤلف کے عقیدہ محبت اہل بیت اور اس کے اخلاصِ عمل کی ایک کھلی شہادت
 ہے۔ اُمید واثق ہے کہ قارئین اس کتاب کے مطالعہ سے اپنے دلوں میں ایک
 غیر معمولی سکون و طمانیت محسوس کریں گے۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرائب داروں
 کا خاصہ ہے کہ ان کے حالات سے دلوں کو سکون ملتا ہے اور حضور صلی اللہ
 علیہ وسلم کی محبت بڑھتی ہے۔

خالد محمود عفا اللہ عنہ

حال وارد پاکستان - (لاہور)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله رب العالمين - والصلوة والسلام على
سيد الاولين والاخرين امام الرسل وخاتم النبيين
وعلى ائمه واجه المطهرات وبناته الاربعة الطاهرات
الطيبات زینب وراقیة وام کلثوم وفاطمة وعلى اهل بیتہ
وجميع اصحابہ واتباعہ باحسان الی یوم الدین

ضرورت تالیف

تالیف ہذا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر چہاں صاحبزادیوں کے سوانح اور
سیرت تحریر کرنے کا ارادہ ہے (بعونہ تعالیٰ)۔ بعض لوگ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی
اولاد شریف کے حق میں افراط و تفریط کرتے ہوئے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف
ایک صاحبزادی حضرت فاطمہؑ کو حقیقی دختر شمار کرتے ہیں اور باقی تین صاحبزادیوں حضرت
زینبؑ حضرت رقیہؑ اور حضرت ام کلثومؑ کو آنجناب کی حقیقی اولاد شریف سے خارج
گردانتے ہیں۔ اور ان کو ربائب اور لے پالک بیٹیوں سے تعبیر کرتے ہیں۔
جبکہ فرمان خداوندی اس طرح ہے کہ :-

ادعوهم لأبائهم هو اقسط عند الله (سورہ احزاب: ۵)
یعنی بے پاکوں کو ان کے باپوں کی طرف نسبت کر کے پکارو۔ یہی اللہ تعالیٰ
کے ہاں پورا انصاف ہے۔

چنانچہ فرمان خداوندی کا تقاضا ہے کہ اولاد کو اپنے آباء کی طرف منسوب کریں
اور غیر آباء کی طرف انتساب ہرگز نہ کریں مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے یہی حکم
ہے۔

بنابرین نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بنات ثلاثہ کو دوسرے آباء کی طرف
منسوب کرنا نہایت ناروا طریق ہے اور شریعت کی تعلیمات کے بالکل برعکس
رویہ ہے۔

یہ دور بڑا پُر فتن اور ابتلا و آزمائش کا دور ہے۔ اس دور میں اسلام کی تعلیمات
پر کاربند رہتے ہوئے ایمان کو محفوظ رکھنا نہایت دشوار ہو رہا ہے۔ اسلام کے واضح
مسائل اور مُصدّقہ چیزوں میں اپنی طرف سے ترمیم و تفسیح کی جا رہی ہے۔ اور مسلمہ معتقدات
کو مسخ کیا جا رہا ہے۔

چنانچہ اولاد نبوی کو بڑی بے باکی سے طعن و تشنیع کا ہدف بنایا جا رہا ہے۔ اور
اس مبارک خاندان کے نسب تقدّس کو پامال کیا جا رہا ہے۔ بڑے نازیبا الفاظ کے ساتھ
ان کے وقار کو مجروح کیا جا رہا ہے۔

ان حالات میں ضروری سمجھا گیا ہے کہ سردارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر چہاں
صاحبزادیوں کے نسب شریف کو صحیح طور پر پیش کیا جائے اور پھر ہر ایک صاحبزادی
کے سوانح اور سیرت کو الگ الگ مرتب کیا جائے تاکہ ان مخدرات طاہرات کا
عالی مقام واضح ہو سکے۔

ترتیب مضامین

اب ان مضامین کو مندرجہ ذیل طریقے پر پیش کرنے کی صورت اختیار کی گئی ہے۔
ابتدائی امور کے بعد سب سے پہلے سردارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی زوجہ
محترمہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ذکر خیر، ان کے سابق
ازواج اور ان کی اولاد کو تفصیل سے لکھا گیا ہے۔

پھر حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کی آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم سے جو اولاد ہوئی،
اس کو درج کیا گیا ہے اس کے ساتھ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے فضائل و مناقب کو بھی
بیان کر دیا گیا ہے اور یہ مضامین فریقین کی کتابوں سے مرتب کیے گئے ہیں خصوصاً شیعہ
کی چودہ عدد معتبر کتب سے ہر چہار بنات کا ثبوت اور ان کا تذکرہ بقدر ضرورت
نقل کر دیا گیا ہے۔

بعد ازاں علی الترتیب ہر چہار صاحبزادیوں کے سوانح اور حالات زندگی تحریر
کئے گئے ہیں اور ان کے ساتھ ازالہ شبہات کے عنوان سے قابل اعتراض چیزوں کے
جوابات بھی پیش کر دیئے گئے ہیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سوانح کے آخر میں چند ضروری مباحث
لکھے گئے ہیں جن میں حضرت فاطمہؓ کے سوانح اور فضائل سے متعلق اہم گوشوں کی وضاحت
پیش کی گئی ہے۔

آخر کتاب میں ”دفع توہمات“ کا ایک عنوان ہے جس میں بعض لوگوں نے ”توہد
نبت الرسول“ پر جو اپنے مزعومات تحریر کیے ہیں۔ ان کو مستحسن طریقہ سے زائل اور ان کے
خام مظنونات کو شائستہ طرز سے مسترد کر دیا گیا ہے اور جو چیزیں قابل جواب معلوم ہوئیں ان
کو صاف کر دیا گیا ہے۔ (بتوفیق تعالیٰ)

مزید برآں واضح رہے کہ ہم نے بیشتر مقامات پر مثنوی و شیعہ ہر دو فریق کی کتب سے قابلِ اعتماد مواد پیش کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ ناظرین کرام کو ان مباحث کے سمجھنے میں سہولت میسر آ سکے اور قلبی اطمینان نصیب ہو۔ اور مسئلہ نبات میں جو صحیح مسلک ہے اس سے آگاہ ہو سکیں۔

”اصل استدلال“

”بنات اسابعہ“ (یعنی چار صاحبزادیاں) کے مسئلہ میں بنیادی استدلال قرآن مجید سے ہے۔ چنانچہ پردہ کا مسئلہ بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا کہ:

یا ایہا النبی قل لا نزلناک ونساء المؤمنین

یدنین علیہن من جلا بیہن الخ (سورۃ الاحزاب: ۵۹)

یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیجئے اپنی عورتوں کو اور اپنی بیٹیوں کو اور مسلمانوں کی عورتوں کو کہ نیچے لٹکالیں اپنے اوپر اپنی چادریں الخ

پردہ کا حکم آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی جمیع ازواج مطہرات جناب کی سب ”صاحبزادیوں“ اور اہل اسلام کی تمام خواتین کے لئے ہے قرآن مجید کی یہ صریح عبارت بتلا رہی ہے کہ آنجناب کی ازواج مطہرات اور آنجناب کی صاحبزادیاں زیادہ ہیں۔ ایک نہیں۔ اسی طرح مسلمانوں کی عورتیں بے شمار ہیں۔

عبارۃ النص کو چھوڑ کر اس میں تاویل و توجیہ کرنا قرآن مجید کے واضح مضمون کا صاف انکار ہے جو مسلمانوں کے لیے جائز نہیں۔

آیت نہا میں ”ازواج و بنات“ اور ”نساء“ تینوں صیغے جمع کے مذکور ہیں اور جمع کے معنی میں ہی یہاں مستعمل ہیں۔ اگر ان تینوں میں سے ایک مثلاً ”بنات“ کو واحد کے معنی میں مراد لیا جائے اور تعظیماً جمع کی تاویل کر دی جائے تو اس تاویل کی بنا پر ایک دوسرا شخص یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ نبی اقدس کی زوجہ محترمہ بھی ایک ہی تھی اور قرآن میں جہاں جمع کے صیغے کے ساتھ ازواج کے الفاظ وارد ہوئے ہیں مثلاً ”و ازواجه امہاتہم“

اور قل لا ذوا جک وغیرہ تو ان مقامات میں ایک نودیہ مراد ہے اور جمع کا صیغہ تعظیماً وارد ہوا ہے۔ اس کا یہ استدلال جس طرح سو فیصد غلط ہے۔ اسی طرح نبات طاہرات کے حق میں آیت مذکورہ سے ایک دختر کی تاویل کرنا اور جمع کے صیغہ کو تعظیماً بنانا بھی درست نہیں۔

جہاں بعض مقامات پر لفظ جمع کو واحد کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے وہاں دوسرے قرائن اس کے تائید و معاون ہوتے ہیں تب وہاں تاویل درست ہوتی ہے۔ مگر یہ صورت یہاں نہیں ہے اور اس نوع کے قرائن یہاں مفقود ہیں۔ بلکہ یہ تاویل یہاں احادیث صحیحہ، اسلامی تاریخ، اور انساب وغیرہ سب کے متعارض ہے۔

ایک قاعدہ

قاعدہ یہ ہے کہ ”الآخذ بالنص مقدم علی الآخذ بالاستنباط“

یعنی کسی مسئلہ کو نص صریح سے ماخوذ کرنا اس کے استنباط کرنے سے مقدم ہوتا ہے۔“

فتح الباری شرح بخاری ص ۲۲۹ ج ۹

کتاب النکاح باب موعظة الرجل ابنة لخال زوجها

تو آنجناب کی صاحبزادیوں کے تعدد اور ایک سے زیادہ ہونے کا مسئلہ قرآنی نص سے صریحاً ثابت ہے یہاں کسی تاویل اور استنباط سے ثابت کموناً درست نہیں۔

اس مسئلہ کے اثبات کے لئے آئندہ جتنا قدر ہم مواد پیش کر رہے ہیں احادیث صحیحہ سے ہو یا رجال کی کتابوں یا انساب سے یا اسلامی تاریخ سے یہ سب نص قرآنی مذکور کی تائید کے طور پر ہے۔

اب ہم ترتیب مذکور کے موافق حضرت ام المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلقات پہلے ذکر کرتے ہیں اس کے بعد ہر چہار بنات رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال حسب ترتیب درج ہونگے اور کتاب کے آخر میں اہم مباحث "اور دفع توہمات" کا ذکر کیا جائے گا۔
(انشاء اللہ تعالیٰ)

اُمّ المؤمنین سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے متعلقات

حضرت خدیجہ الکبریٰ (رضی اللہ عنہا) بنت خویلد بن اسد ایک مشہور و معروف خاندان (بنی اسد) سے تعلق رکھتی تھیں آپ نہایت شریف اور باوقار خاتون تھیں۔ ان کو قدرت کی طرف سے اپنے دور میں تمّول اور مالدارمی نصیب تھی۔ خاندانی شرافت اور اپنے بلند کردار کی وجہ سے بڑی معزز اور مکرم سمجھی جاتی تھیں۔ خوش بخت اور صالحہ خواتین میں ان کا شمار ہوتا تھا۔

سابق ازواج | سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرفِ زوجیت سے قبل حضرت خدیجہؓ نے دو خاوندوں سے نکاح کئے تھے ان کا مختصر سا ذکر ذیل میں درج ہے۔

حضرت خدیجہؓ کے ایک خاوند کا نام ”ابوہالہ“ (ہند بن نباش بن زرارۃ) تھا۔ اس سے ایک لڑکا ”ہند بن ابی ہالہ“ اور ایک لڑکی ”ہالہ بنت ابی ہالہ“ پیدا ہوئی۔

حضرت خدیجہؓ کے ایک دوسرے خاوند کا نام ”عتیق بن عائد مخزومی“ تھا جس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام ”ہند“ تھا۔

حضرت خدیجہؓ کی یہ تمام اولاد سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تزویج سے قبل پیدا ہوئی یہ اولاد اہل سنت اور شیعہ علماء دونوں فریق نے تسلیم کی ہے۔ اور اپنے اپنے مقام پر ذکر کی ہے البتہ یہاں اتنی بات مؤرخین میں قابل اختلاف رہی ہے کہ حضرت خدیجہؓ کا نکاح پہلے عتیق بن عائد مخزومی سے ہوا یا پہلے ابوہالہ اُسیدی کے ساتھ ہوا اور بعد میں عتیق کے ساتھ بہر کیف ان سے جو اولاد ہوئی وہ درج کی گئی ہے اور اس مقام میں مشہور اقوال کے مطابق یہ اولاد ذکر کی گئی ہے۔ ورنہ یہاں دوسرے

اقوال بھی کتابوں میں موجود ہیں۔

- ۱۔ مجمع الزوائد للہیثمی ص ۲۱۹ تحت باب فضل خدیجہ بنت خویلدؓ۔
- ۲۔ کتاب المجرب لابن جعفر بغدادی ص ۷۹ تحت ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
- ۳۔ طبقات ابن سعد ص ۸۱ تحت ذکر خدیجۃ الکبریٰؓ
- ۴۔ انساب الاشراف للبلاذری ص ۶۰۶ تحت ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
- ۵۔ السنن الکبریٰ للبیہقی ص ۷۷ کتاب النکاح باب میتہ ازواج النبیؐ..... الخ

-
- (شیعہ) ۱۔ الانوار النعمانیۃ للشیخ نعمۃ اللہ الحزازی الشیعی ص ۳۶۶ باب اول تحت نور مولودی
 - (شیعہ) ۲۔ حیات القلوب از ملا باقر مجلسی الشیعی ص ۲۸۸ باب ۵۲ تحت بیان عدد زنان آنحضرت صلعم طبع نول کشور لکھنؤ۔
-

تنبیہ :- اہل تحقیق کی اطلاع کے لیے یہاں یہ درج کرنا مناسب ہے۔ کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ رض کے سابق خاوند عتیق کے والد میں اختلاف ہے کہ عابد ہے (باکے بعد ران مہملہ ہے) یا عائد (ہمزہ کے بعد ذال معجمہ ہے)۔ اس چیز کی تسلی مطلوب ہو تو شرح مواہب اللدینہ للشیخ محمد الزرقانی ص ۲۱ تحت تزوجہ علیہ السلام خدیجۃ رض ملاحظہ فرمادیں۔

یہاں شیخ موصوف نے عمدہ تحقیق ذکر کی ہے۔

شرف زوجیت اور خدیجہؓ کی عظمت

(۱) سیدہ خدیجۃ الکبریٰؓ کی عمر جب چالیس برس کے قریب پہنچی تو ان کے بخت نے یادری کی اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی تعریف و توصیف شرافت و صداقت اور دیانت و امانت کے چرچے ان کو پہنچے تو انھوں نے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں از خود ہی ابتدائی پیغام نکاح بھجوا یا کہ آنجناب ان کو تزویج کے لئے منظور فرمائیں۔ آنجناب نے خدیجہؓ کی درخواست منظور فرمائی اور اس دور کے دستور کے مطابق یہ نکاح حضرت خدیجہؓ کے چچا عمر بن اسد کی اجازت سے ۱۲ اوقیہ کے عوض میں منعقد ہوا اور اس طرح حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کو یہ شرف زوجیت نصیب ہوا۔

(۲) سردارِ دو عالمؐ کی عمر مبارک نکاح کے وقت پچیس برس یا بقول بعض تیس برس کی تھی اور یہ اعلان نبوت سے پہلے کا دور ہے بقول حکیم ابن حنرامؒ حضرت خدیجہؓ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عمر میں پندرہ برس بڑی تھیں۔ اس وجہ سے علماء نے فرمایا ہے کہ حضرت خدیجہؓ کی عمر اس وقت چالیس سال کے لگ بھگ تھی۔

۱۔ طبقات ابن سعد ص ۹ ج ۸ تحت ذکر خدیجہؓ طبع اول۔ لیڈن

۲۔ طبقات ابن سعد ص ۸ ج ۸ تحت ذکر خدیجہؓ طبع اول لیڈن

۳۔ الاصابہ ص ۲۶ ج ۴ تحت ذکر خدیجہؓ مع الاستیعاب۔

۴۔ طبقات ابن سعد ص ۱۵۶ ج ۸ تحت ذکر عدد ازواج النبی صلعم۔

(۳) پھر در نبوت و رسالت شروع ہوا حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کمال رفاقت کا جو ثبوت پیش کیا وہ محدثین و علمائے سیرت اور اسلامی مورخین نے نہایت بسط و تفصیل کے ساتھ تحریر کیا ہے اہل علم حضرات ان تفصیلات سے بخوبی واقف ہیں۔ اسلام کے ابتدائی دور کی مشکلات میں حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی استقامت اور غم گساری کو کئی عنوانات کے ساتھ علماء فن نے ذکر کیا ہے۔ صاحب زاد المعاد نے لکھا ہے کہ :-

ہی التي وانارتہ علی النبوة وجاهدت معه و
واستہ بنفسها و مالها " الخ

مطلب یہ ہے کہ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مشکلات نبوت میں خوب مدد کی اور تقویت کے سامان مہیا کئے اور آنجناب کے ساتھ مجاہدات کشی میں شامل رہیں۔ اور آپ نے مال و جان کے ساتھ آنحضرت کی عمخواری کی اور ہر مرحلہ پر آپ کی خیر خواہی کا مظاہرہ کیا۔ یہ ان کا کمال ایثار تھا جو مشکل ترین وقت میں اسلام کی تبلیغ و ترویج میں مدد و معاون ہوا۔

(۴) ام المؤمنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی ایک فضیلت یہ بھی ذکر کی گئی ہے کہ اللہ جل شانہ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا کہ میری طرف سے اور جبرائیل کی طرف سے خدیجہ پر سلام کہیں اور انہیں جنت میں ایک عالی شان مکان کی ۔ زاد المعاد لابن قیم ج ۲۶ فصل فی ازواجہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

بشارت دیں۔

فرشتوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کی جانب سے خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی طرف سلام کا ارسال کیا جانا اور اس دنیا میں جنت کے اندر ایک عالی شان مکان کی بشارت کا دیا جانا ان کے حق میں ایک بہت بڑی عظمت اور فضیلت کی چیز ہے۔

(۵) حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ خدیجہ کے لئے جنت میں ایسے مکان کی خوشخبری دی گئی ہے کہ جہاں نہ کوئی شور و شغب ہوگا اور نہ وہاں تھکان محسوس ہوگی۔

(۶) زاد المعاد میں حضرت خدیجہ کی ایک اور بڑی فضیلت کا ذکر کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ کی زندگی میں کوئی دوسرا نکاح نہیں فرمایا حتیٰ کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا۔

یہ ان کی عظمت کی بہت بڑی دلیل ہے اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں جو ان کا مقام تھا اس کی یہ علامت ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

۱۔ بخاری شریف ص ۷۸۷ کتاب النکاح باب غیرۃ النساء ووجدہن

۲۔ مشکوٰۃ شریف ص ۵۷۳ باب مناقب ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۳۔ زاد المعاد لابن قیم ص ۲۶ فصل فی ازواجہ صلی اللہ علیہ وسلم

۴۔ جامع مسند الامام الاعظم ص ۲۰ ج ۱۔ الفصل الرابع فی الفضائل۔

طبع اول۔ دکن

۵۔ زاد المعاد لابن قیم ص ۲۶ فصل فی ازواجہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

④ حضرت خدیجہ الکبریٰ کو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت کا شرف قریباً چوبیس سال اور چند مہینے رہا۔ نبی اقدسؐ کے چچا ابو طالب کی وفات کے تین روز بعد ماہ رمضان میں حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا مکہ شریف میں انتقال ہوا۔ آن وقت ان کی عمر پینسٹھ سال کے قریب تھی اور یہ ہجرت مدینہ سے تین برس پہلے کا واقعہ ہے۔

⑤ ام المؤمنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا جب انتقال ہوا تو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اس رفیقہ حیات کی جدائی پر نہایت صدمہ اور ملال ہوا۔ ”حجون“ کے مقام میں حضرت خدیجہ الکبریٰ کے دفن کا انتظام کیا گیا ہے جس وقت قبر مبارک تیار ہو گئی تو خدیجہؓ کو قبر میں اتارنے کے لئے سردار عالم صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس قبر میں داخل ہوئے حکیم ابن حزامؒ بھی اس تدفین میں آنجناب کے

المعارف لابن قتیبة ص ۵۹

۱- تحت ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

تاریخ ابن جریر طبری ص ۱۳ ج ۱۳

۲- المنتخب من کتاب ذیل المزیل لابن جعفر الطبری

طبقات ابن سعد ص ۱۵۶ ج ۸

۳- تحت ذکر عدد ازواج النبی صلعم

(حاشیہ) ۱۔ قولہ حکیم ابن حزام۔ ان کا پورا نام حکیم بن حزام بن خویلد بن اسد ہے۔ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے سگے برادر زادہ ہیں یعنی خدیجہ الکبریٰ حضرت حکیم ابن حزام کی عمو (باقی اگلے صفحہ پر)

ساتھ تھے۔ اس وقت تک نماز جنازہ کا حکم شرعی نازل نہیں ہوا تھا۔ (دک
تکن شرعت الصلوة علی الجنائز۔)

۱۔ طبقات ابن سعد ص ۱۱۷ ج ۸۔ تحت ذکر خدیجہ رضی =

۲۔ الاصابہ ص ۲۷۶ ج ۲۔ تحت ذکر خدیجہ الکبریٰ رضی =

⑨ ایک فضیلت حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی کے حق میں یہ بھی ذکر کی جاتی ہے کہ نبی
اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مریم بنت عمران اور خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ
تعالیٰ عنہا کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ :-

”مریمؑ اپنے دور کی تمام عورتوں سے بہترین عورت ہیں اور خدیجہؑ
بنت خویلد اپنے دور کی خواتین میں سے بہترین خاتون ہیں“

۱۔ المصنف لعبد الرزاق ص ۴۹۲ ج ۷۔

تحت باب نساء النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) محترم ہیں۔ علمائے فن نے ان کی خصوصی چیز یہ ذکر کی ہے کہ موصوف ”مولود
فی الکعبہ“ ہیں۔ یعنی ان کی ولادت کعبہ شریف میں ہوئی تھی۔ جس طرح حضرت علی المرتضیٰ رضی کے
متعلق مشہور ہے کہ ان کی ولادت کعبہ شریف میں ہوئی تھی۔ اسی طرح حضرت حکیم ابن حزام بھی
بیت اللہ میں پیدا ہوئے تھے آپ فتح مکہ کے موقع پر اسلام لائے تھے۔

..... وحکیم هذا ولد فی الکعبۃ“

کتاب المجتبیٰ لابن جعفر بغدادی ص ۱۷۹

۱۔ تحت عنوان الذمار من قریش

الاصابہ فی تمییز الصحابة لابن حجر ص ۳۲۸

۲۔ تحت حکیم ابن حزام ابن خویلد =

۳۔ الاکمال فی اسماء الرجال صاحب مشکوٰۃ ص ۵۹۱ تحت حکیم بن حزام

- بخاری شریف ص ۵۳۸ جلد اول }
 ۲- باب تزویج النبی صلی اللہ علیہ وسلم خدیجہ وفضلہا
 ۳- مسلم شریف ص ۲۸۴ جلد ۲ باب فضائل خدیجہ رضی اللہ عنہا
 ۴- مشکوٰۃ شریف ص ۵۴۳ الفصل الاول
 باب مناقب ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ام المؤمنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حق میں یہ ارشاد نبوی بڑی اہمیت کا حامل ہے اور حضرت خدیجہؓ کے مقام کو اپنے دور کی تمام خواتین سے فائق کرتا ہے۔ اور اس ارشاد کو نقل کرنے والے حضرت علیؓ کے برادر زادے عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ ہیں۔

اس مسئلہ کے متعلق مزید تشریح حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے تذکرہ کے بعد اہم مباحث میں انشاء اللہ ذکر کی جائے گی۔

حضرت اُم المؤمنین خدیجہ الکبریٰؓ سے اولاد نبویؐ

سُرارہ و عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں۔ تمام ازواج مطہرات میں سے شرف زوجیت میں ان کو سبقت حاصل ہے۔ اور پھر آنجنابؐ کی تمام اولاد ماسوائے صاحبزادہ ابراہیم کے ان سے متولد ہوئی۔

۱- مجمع الزوائد للہیثمی ص ۲۲۹ باب فضل خدیجہ بنت خویلد

حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کے چند مناقب و فضائل ذکر کرنے کے بعد اب آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریفہ جو حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے ہوئی ان کا بیان ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

اولادِ نبویؐ محدثین کے نزدیک

حضرات محدثین نے آنجناب رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی اولادِ شریف کے مسئلہ کو کئی عنوانات کے تحت مفصل ذکر کیا ہے مشہور محدث ہیثمیؒ نے اپنی عبارت میں اس مسئلے کو اس طرح ذکر کیا ہے کہ سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خدیجہ الکبریٰؓ کے بطن مبارک سے پہلے صاحبزادے قاسمؓ متولد ہوئے یہ آپ کی تمام اولاد میں سے بڑے تھے پھر صاحبزادی زینبؓ پیدا ہوئیں۔ پھر ان کے بعد عبداللہ پیدا ہوئے ان کو طیبہ طاہرہ بھی کہا جاتا تھا۔ یہ نبوت کے بعد پیدا ہوئے اور پھر صغیر سنی میں فوت ہو گئے۔ پھر صاحبزادی ام کلثومؓ پیدا ہوئیں۔ پھر حضرت فاطمہ الزہراءؓ پیدا ہوئیں۔ بعدہ حضرت زینبؓ متولد ہوئیں۔ اس ترتیب سے یہ اولاد متولد ہوئی (بقول بعض یہ ترتیب ہے)۔

پھر مکہ شریف میں پہلے صاحبزادہ قاسمؓ فوت ہوئے۔ اور ان کے بعد عبداللہ فوت ہوئے۔ (در راہ طرانی در جالہ ثقات)

مجمع الزوائد للہیثمی جلد نہم ص ۲۱۷

باب فی اولادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

ایک معذرت

قارئین کرام کی خدمت میں اس موقع پر ایک معذرت پیش خدمت ہے وہ یہ ہے کہ رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی اولادِ شریف چار صاحبزادیوں کے سمیت ہمارے بے شمار محدثین نے اپنی اپنی تصانیف میں ذکر کی ہے۔ یہاں صرف علامہ ہیثمیؒ کا حوالہ نقل کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے ورنہ صحاح ستہ اور غیر صحاح ستہ میں ان کا ذکر اپنی اپنی جگہ میں لا تعداد مقامات پر ملتا ہے۔

اولاد نبویؐ

سیرت نگاروں کے نزدیک

حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ سے اولاد کے مسئلہ کو ابن ہشام نے ”سیرت نبویہ“ میں ایک مستقل عنوان کے تحت اس طرح ذکر کیا ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد صاحبزادہ ابراہیمؓ کے بغیر حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ سے پیدا ہوئی۔ قاسمؓ ان کے نام سے آپ کی کنیت ”ابو القاسم“ جاری ہوئی۔ طیبؓ اور طاہرؓ پھر زینبؓ اور رقیہؓ ام کلثومؓ اور فاطمہؓ متولد ہوئیں۔

سیرۃ نبویہ لابن ہشام ص ۱۹۰
 ۱۔ } تحت حدیث تزویج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدیجہ رضی اللہ عنہا واولادہ
 صلی اللہ علیہ وسلم من خدیجہؓ

کتاب الثقات لابن حبان ص ۴۶
 ۲۔ } جلد اول طبع دائرة المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن
 تحت ذکر خروج النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی ابشام

روایت مذکور بالا میں کچھ معمولی سا اختلاف مذکور ہے تاہم یہ چیز مسلم ہے کہ آنجناب کی چاروں صاحبزادیاں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے پیدا ہوئیں اور یہ حضور اکرم کی حقیقی بیٹیاں تھیں۔ کسی دیگر خاوند سے نہیں کہ ان کو ”لے پالک“ کے الفاظ سے ذکر کیا جائے۔

مشہور سیرت نگاروں میں سے ایک حافظ ابن قیمؒ بھی ہیں انھوں نے سیرت نبویہؐ کو ”فقیہانہ طرز“ پر مرتب کیا ہے اس میں ایک مستقل فصل حضرت رسالت مآب صلی اللہ

علیہ وسلم کی اولاد کریم کے لئے ذکر کی گئی ہے اس میں مذکور ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بطن مبارک سے پہلے پہلے صاحبزادہ قاسم متولد ہوئے انہیں کے نام سے حضور صلعم کی کنیت "ابو القاسم" مشہور ہوئی۔ یہ بچپن ہی میں فوت ہو گئے تھے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اتنا زمانہ زندہ رہے کہ سواری پر سوار ہونے کے قابل ہو گئے تھے پھر حضرت زینب متولد ہوئیں۔ بعض علماء کا قول ہے کہ یہ قاسم سے بھی بڑی تھیں پھر رقیہ ام کلثوم اور فاطمہ متولد ہوئیں۔

..... وهؤلاء كلهم من خديجة

یعنی مندرجہ بالا تمام اولاد شریف حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے متولد ہوئی اور خدیجۃ الکبریٰ کے بغیر دوسری ازواج مطہرات سے آپ کی اولاد نہیں ہوئی پھر اس کے بعد مدینہ شریف میں آپ کی ایک خادمہ سماء "ماسیہ قبطیہ" سے (جس کو المقوقس نے ہدیہ ارسال کیا تھا) صاحبزادہ ابراہیم پیدا ہوئے یہ ۸ھ کا واقعہ ہے۔ ابورافع نے حاضر ہو کر ابراہیم کی ولادت کی خوشخبری دی۔ اس بشارت پر ابورافع کو آپ نے ایک غلام عنایت فرمایا۔ یہ صاحبزادہ ابراہیم صغیر سنی میں فوت ہو گئے تھے ابھی ان کا دودھ نہیں چھڑایا گیا تھا ۶۱

زاد المعاد لابن قیم ص ۲۶-۲۵

ج - ۱

۱- } فصل فی اولادہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرات محدثین اور علمائے سیرت کے بیانات کے بعد اب علمائے انساب کے بیانات ذکر کئے جاتے ہیں انہیں بغور ملاحظہ فرمائیں تاکہ آپ کی چاروں بیٹیوں کے رسالت مآب کی حقیقی اولاد ہونے میں کوئی اشتباہ باقی نہ رہے۔

اولاد نبوی

علمائے انساب کے نزدیک

اہل علم حضرات تو اس مسئلہ کو جانتے ہیں لیکن عام دوستوں کے لئے یہ بات قابل ذکر ہے کہ علمائے انساب اپنی انساب کی تصانیف میں قبائل کے نسب بیان کرتے ہیں اور ان کی اولاد کے جو کچھ شجرے ذکر کرتے ہیں یہ سب کچھ فن تاریخ کے اعتبار سے ذکر کیا جاتا ہے اس میں کسی فرقے (مثلاً شیعہ یا سنی کے فکری نظریات) کے اعتبار سے نسب نہیں بیان کئے جاتے اور ان نسبی تفصیل میں مذہبی رجحانات کا دخل ہرگز نہیں ہوتا۔

کتب انساب میں جو کچھ بیان کیا جاتا ہے وہ محض تاریخی معلومات کی حیثیت سے مدون و مرتب کیا جاتا ہے۔

اس گزارش کے بعد عرض ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف جو حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ سے تولد ہوئی تھی اس کا ذکر ہم انساب کے اکابر علمائے نقل کرنا چاہتے ہیں اور اس طریقہ کار میں مقصد یہ ہے کہ ناظرین کرام کے لئے علی وجہ البصیرہ یہ بات واضح ہو جائے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف کے متعلق جو کچھ آج کل ذاکرین کرام لوگوں میں نشر کر رہے ہیں یعنی یہ کہ حضرت رسالت مآب کی تین صاحبزادیاں آنجناب کی حقیقی اولاد نہیں تھیں بلکہ حضرت خدیجہؓ کے سابق ازواج کی اولاد تھیں۔ یا حضرت خدیجہؓ کی خواہر زادیاں تھیں، سراسر جھوٹ ہے۔ یہ چیز بالکل خلاف واقعہ ہے اور نبی پاکؐ کی اولاد پر افتراء ہے اور حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی حقیقی بہنوں کے ساتھ غلط سلوک کیا جا رہا ہے یہ مبینہ

صاحبزادیاں رسالتِ حقیقی صاحبزادیاں ہیں اور یہ تینوں جناب خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے متولد ہوئیں۔ حضرت فاطمہؓ کی سگی بہنیں تھیں۔
 اس مسئلہ کو قارئین کرام اس فن کے کبار علماء کی کتب کے ذریعے تحقیق فرما کر تسلی کر لیں۔ ذیل میں علمائے انساب کی تحقیقات اس مسئلے پر ایک ترتیب سے پیش کی جاتی ہیں۔ توجہ سے ملاحظہ فرمائیں۔ علماء انساب کے چھ عدد حوالہ جات حاضر خدمت ہیں۔ اور یہ کتابیں اس فن میں قدیم ماخذ کے درجہ میں شمار کی جاتی ہیں۔



طبقات ابن سعد میں ہے کہ :-

”كان أول من ولد لرسول الله صلى الله عليه وسلم
 بسكة قبل النبوة القاسم وبه كان يكنى ثم
 ولد له زينب ثم رقية ثم فاطمة ثم أم كلثوم
 ثم وولد له في الاسلام عبد الله فسمي الطيب
 والطاهر وأقربهم جميعاً خديجة بنت
 خويلد بن اسد“

طبقات ابن سعد ص ۱۵ ج ۱ - اول - قسم اول
 تحت ذکر اولاد رسول اللہ ﷺ و تسمیتہم۔

طبقات ابن سعد ص ۱۵۶ ج ۸ - ۲ -
 تحت ذکر عدد ازواج النبی ﷺ وسلم۔

یعنی نبوت سے پہلے مکہ شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں آپ کے پہلے

فرزند قاسم پیدا ہوئے ان کے ساتھ آنجناب کی کنیت ”ابو القاسم“ جاری ہوئی پھر جناب کی صاحبزادی زینب پیدا ہوئی پھر صاحبزادی رقیہ پھر فاطمہ پھر ام کلثوم پھر اسلام کے دور میں آپ کے صاحبزادہ عبداللہ متولد ہوئے انہیں کو طیب و طاہر کہا جاتا ہے۔ اس ساری اولاد کی والدہ ماجدہ سیدہ خدیجہ بنت خویلد بن اسد رضی اللہ عنہا ہیں۔

۲

قدیم علمائے انساب میں سے المصعب زبیری المتوفی ۲۳۶ھ نے اپنی مشہور تصنیف ”نسب قریش“ میں رسالتماں صلی اللہ علیہ وسلم کی جو اولاد شریف (جو خدیجہ الکبریٰ سے متولد ہوئی) کا ذکر مندرجہ ذیل عبارت میں کیا ہے :-

..... واما خدیجة بنت خویلد، فولدت لرسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم القاسم وکان یقال له
 ”الطاهر“ و”الطیب“ ولد بعد النبوة ومات
 صغیراً، واسمه عبد اللہ و فاطمة و زینب و
 ام کلثوم، و رقیة، بنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم .

نسب قریش للمصعب زبیری ص ۲۳۱
 تحت ولد اسد بن عبد العزیٰ

یعنی خدیجہ بنت خویلد کے ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو صاحبزادے
 ”القاسم“ اور ”الطاهر“ جنہیں طیب بھی کہا جاتا تھا جو بعد از نبوت پیدا ہوئے اور
 بچپن ہی میں فوت ہو گئے اور جن کا نام عبداللہ تھا، اور تین صاحبزادیاں فاطمہ، زینب

اُم کلثوم اور رقیہ متولد ہوئیں رضوان علیہم اجمعین۔

(۳)

ابو جعفر (۲۲۵ھ) بغدادی مشہور القاب ہیں انھوں نے اپنی مشر تصنیف ”المنحبر“ میں مندرجہ ذیل الفاظ میں اولاد شریف کا مسئلہ ذکر کیا ہے۔
حضرت خدیجہؓ کے حالات کے تحت لکھتے ہیں:-

”فولدت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم القاسم وزینب
وام کلثوم وفاطمة وعبد اللہ وھو الطیب اسم
واحد وکان علیہ السلام یوم تزوجھا ابن
خمس وعشرین سنة وھی بنت اربعین سنة“
کتاب المنحبر ص ۹۹ تحت ازدواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
۱- } لابی جعفر محمد بن حبیب البغدادی۔ طبع اول دکن۔

یعنی جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں خدیجہ الکبریٰؓ سے القاسم، زینبؓ،
ام کلثومؓ، فاطمہؓ اور عبد اللہؓ (جن کا نام الطاہر و طیب ہے) پیدا ہوئے۔ تزویج کے
وقت آنجنابؐ کی عمر پچیس برس اور حضرت خدیجہؓ کی عمر چالیس برس تھی۔

(حاشیہ) قولہ فولدت للنبیؐ..... ۱۰

ابو جعفر بغدادی نے اس مقام (احوال ازدواج رسول اللہ) میں سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم
کی اولاد شریف (جو خدیجہؓ سے پیدا ہوئی) ذکر کی ہے۔ یہاں صاحبزادیوں کے مبارک اسماء
(باقی اگلے صفحہ پر)



اس فن کے مشہور و معروف عالم ابن قتیبہ دینوری (متوفی ۳۲۰ھ) اپنی کتاب
 ”المعارف“ میں اولاد نبویؐ کے تحت تحریر کرتے ہیں۔

”وولد لرسول الله صلى الله عليه وسلم من خديجة القاسم
 وبه كان يكنى والظاهر وطيب وفاطمة وزينب و
 رقية وام كلثوم ومن مارية القبطية ابراهيم“
 (المعارف لابن قتیبہ ص ۶۱) تحت اولاد انبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔
 یعنی سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف خدیجہ سے یہ تھی۔ القاسم انہی

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) میں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا ذکر نہیں کیا۔ اس کے متعلق اتنی وضاحت
 کی ضرورت ہے کہ یہاں اصل مسودہ میں سے ناقل سے فروگزاشت ہو گئی ہے۔

قرینہ یہ ہے کہ صاحب کتاب ”المحبر“ نے آگے چل کر دوسرے مقام میں
 جہاں (اسماء النسوة المبیعات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 من بنی ہاشم) ذکر کئے ہیں وہاں لکھا ہے۔

بنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زینب وام کلثوم وفاطمہ و رقیہ و صفیہ عبد المطلب۔ یعنی
 یہاں چاروں صاحبزادیوں کے نام حضرت رقیہ سمیت ذکر کئے گئے ہیں۔ (م)

۱۔ کتاب المحبر ص ۶۱

تحت اسماء النسوة المبیعات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔۔۔۔۔ الخ

کے نام سے آپ کی کنیت ابوالقاسم تھی، طاہر اور طیب، فاطمہ، زینب، رقیہ اور ام کلثوم۔ اور صاحبزادہ ابراہیم حضرت ماریہ قبطیہ سے تھے۔

۵

تیسری صدی ہجری کے مشہور عالم انساب احمد بن یحییٰ بلاذری (المتوفی ۲۷۹ھ) نے اس فن کی اپنی کتاب ”انساب الاشراف“ جلد اول میں ایک مستقل عنوان قائم کیا ہے۔ ”انزواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وولده“
 خدیجہ بنت خویلد بن اسد کو ازواج میں سب سے پہلے ذکر کیا ہے پھر ساتھ ہی ان کی اولاد کو نمبر وار تحریر کیا ہے۔

- ۱۔ خدیجہؓ سے آنجناب کے صاحبزادے قاسم بن رسول اللہؐ پیدا ہوئے۔
- ۲۔ اس کے بعد حضرتؐ کی صاحبزادی زینبؓ متولد ہوئیں یہ آنجناب کی تسام صاحبزادیوں سے بڑی تھیں ان کا نکاح ابوالعاص بن ربیع سے ہوا جو ان کے خالہ زاد بھائی تھے۔ یعنی ہالہ بنت خویلد بن اسد کے بیٹے تھے۔
- ۳۔ پھر خدیجہؓ سے آنجناب کی صاحبزادی رقیہؓ پیدا ہوئیں۔
- ۴۔ اور خدیجہؓ سے آنجناب کی صاحبزادی ام کلثومؓ پیدا ہوئیں۔
- ۵۔ اور خدیجہؓ سے فاطمہ الزہراءؓ پیدا ہوئیں۔

بلاذری نے یہاں ہر ایک کے احوال کی تفصیل دے دی ہے۔

۱۔ کتاب انساب الاشراف ۳۹۶ ص ۴۰۲ جز اول

تحت ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وولده =

ابن حزم اندلسی (المتوفی ۵۰۴ھ) نے اپنی کتاب ”جمہرۃ انساب العرب“ میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب شریف کا ایک مستقل عنوان قائم کیا ہے۔
 ”هذا نسب عبد الله بن عبد المطلب بن هاشم بن عبد مناف“
 اس کے تحت ب عبارت ذیل مسئلہ ہذا ذکر کیا ہے۔

”وكان له عليه السلام من البنات زينب اكبرهن
 وتاليها رقية وتاليها فاطمة وتاليها أم كلثوم
 جميع ولدن حاشي إبراهيم خديجة أم المؤمنين
 بنت خويلد بن أسد بن عبد العزى بن قصي له
 ”اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چار صاحبزادیاں
 تھیں۔ زینبؓ سب سے بڑی تھیں۔ ان کے بعد رقیہؓ ان کے بعد فاطمہؓ
 اور ان کے بعد أم کلثومؓ“

آنجناب کی تمام اولاد ابراہیمؑ کے بغیر ام المؤمنین خدیجہ البکری رضی اللہ عنہا
 سے تھیں۔

قارئین کرام نے بنات نبویؐ کے مسئلہ علمائے انساب کی تحقیقات کی روشنی
 میں ملاحظہ فرمالیا۔ ان سب علمائے انساب نے رسالتماں صلی اللہ علیہ وسلم کی چار

۱۔ جمہرۃ انساب العرب ص ۱۹

تحت هذا نسب عبد الله بن عبد المطلب ۶۱

صاحبزادیاں جناب خدیجہ الکبریٰؓ سے درج کی ہیں۔ یہاں سے واضح ہوا کہ ان کے ”لے پالک“ ہونے کا جو پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے وہ سراسر بے بنیاد ہے۔ اور یہ صاحبزادیاں آنجناب اور خدیجہؓ کی حقیقی بیٹیاں ہیں۔

محدثین۔ سیرت نگاروں اور مورخین (علمائے انساب) ان سب حضرات کی تصریحات بقدر ضرورت آپ کے سامنے آگئی ہیں کہ آنجنابؓ کی حقیقی طور پر چار صاحبزادیاں ہیں۔

اس کے بعد اب ناظرین کرام کی خدمت میں شیعہ کے ائمہ کرام اور مجتہدین عظام اور اکابر علماء کی تحریرات پیش خدمت کی جاتی ہیں۔ تاکہ طرفین کی کتابوں سے مسئلہ ہذا کی صحت ناظرین کے سامنے کھل کر آجائے۔
(وما توفیقی الا باللہ)

”اولاد نبوی“

شیعہ علماء کی نظر میں !

شیعہ کے جمہور علماء اور ان کے مشاہیر مجتہدین و مؤرخین نے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد (جو حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ سے متولد ہوئی) کو علمائے اہل سنت کے مطابق ذکر کیا ہے اور سوا صاحبزادہ ابراہیم کے باقی تمام اولاد کو حضرت خدیجہؓ سے متولد ہونا ذکر کیا ہے۔ اگر کچھ اختلاف پایا جاتا ہے تو وہ اولاد شریف کے تولد میں تقدیم اور تاخیر کے لحاظ سے مذکور ہے۔ چنانچہ اس پر ہم شیعہ علماء کے بیانات کو بقدر ضرورت درج کرنا چاہتے ہیں ان کے ائمہ معصومین ہوں یا متقدمین علماء ہوں یا متاخرین ان کی عبارات پیش کر کے ہم اس مسئلہ کو پختہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس طریقہ سے ناظرین کرام کو اس مسئلہ میں خوب تسلی ہو جائے گی کہ فریقین کے علماء آنجناب کی چاروں صاحبزادیوں کے حضرت خدیجہؓ سے متولد ہونے کو درست تسلیم کرتے ہیں اور اس میں کسی قسم کا اشتباہ نہیں یعنی اس مسئلہ کے متعلق اس دور میں بعض شیعہ صاحبان لکھ رہے ہیں یعنی سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدیجہؓ سے صاحبزادی حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا اکلوتی بیٹی ہیں اور باقی تینوں صاحبزادیاں حضرت زینبؓ، حضرت ام کلثومؓ اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہن حضرت خدیجہؓ کے ”سابق ازواج کی اولاد ہیں“..... یا خدیجہ الکبریٰؓ کی خواہر زادیاں ہیں یہ سراسر غلط، جمہور اہل اسلام کے مسئلہ مسک کے خلاف، اور ان کے ائمہ معصومین کے فرمان کے برخلاف ہے۔ اور امت اسلامیہ میں اس مسئلہ کے ذریعے افتراق و انتشار ڈالنے کے مترادف ہے جو وحدت

دینی کے برعکس ہے اور سب سے بڑھ کر سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف پر بہت بڑا افترا ہے۔ رسالتِ مآب کے مبارک خاندان کے ساتھ نہایت ناوِ اسلوک برتا جا رہا ہے اور اس گھرانے کی معاذ اللہ ہتکِ عزت کی جارہی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس مقدس خاندان کے ساتھ صحیح عقیدت مندی کی توفیق عطا فرمائے جو آخرت میں سود مند ہوگی اور سوءِ عقیدت سے بچائے جو آخرت میں موجبِ خسراں ہوگی۔



پہلے شیعہ کی کتاب ”اصول کافی“ سے مسئلہ ہذا نقل کیا جاتا ہے۔
 اصول کافی شیعہ کے ”اصول اربعہ“ میں سے اول نمبر کی کتاب ہے اور اس کتاب کو
 ”امام غائب“ کی تصدیق حاصل ہے اور تمام شیعہ علماء و مجتہدین اس کتاب کی توثیق کرتے
 ہیں اور اس کی روایات و مندرجات کو درست تسلیم کرتے ہیں۔ اس کے مصنف ”محمد
 بن یعقوب کلینی رازی“ نے اس کتاب کی کتاب الحجۃ باب مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم
 میں ذکر کیا ہے کہ :-

”وتزوج الخدیجۃ وهو ابن بضع وعشرين سنة فولد له
 منها قبل مبعثہ القاسم ورقیہ وزینب وام کلثوم
 فولد له بعد المبعث الطیب والطاهر وفاطمۃ
 علیہ السلام“

اصول کافی ص ۲۷۹ کتاب الحجۃ باب مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

طبع نول کشور کھنور۔

۱۰

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خدیجہ کے ساتھ نکاح کیا اس وقت آنجناب کی عمر بیس سال سے زیادہ تھی پھر خدیجہؓ سے جناب کی اولاد بعثت سے پہلے یہ پیدا ہوئی۔ قاسم، رقیہ، زینب اور ام کلثوم اور بعثت کے بعد آپ کی اولاد طیب طاہر اور فاطمہ (ان سب پر سلام ہو) پیدا ہوئیں۔

اصول کافی کی اس معتبر روایت نے یہ مسئلہ و اشکاف الفاظ کے ساتھ واضح کر دیا کہ رسالہ کتاب صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں ہیں اور چاروں خدیجہ الکبریٰؓ سے متولدہ ہیں۔ یعنی خدیجہؓ کے سابق ازواج سے پیدا شدہ نہیں ہیں۔

اصول کافی کے شارحین نے اس روایت کی تشریح اور توضیح بڑے عمدہ طریقہ پر کہہ دی ہے۔ اس کی کئی شروح عربی میں ہیں مثلاً ”مرآة العقول شرح اصول“ از ملا باقر مجلسی وغیرہ اور فارسی میں اس کی مشہور شرح ”الصافی“ شرح اصول کافی (از ملا خلیل قزوینی) ہے ان سب شارحین حضرات نے روایت بالا کو درست تسلیم کیا ہے اور اس کی حسب دستور شرح کی ہے یعنی اس روایت کو ضعیف قرار دے کر رد نہیں کیا بلکہ صحیح تسلیم کیا ہے۔

اب اگرچہ دہویں صدی کے بعض شیعہ صاحبان اور مجلس خوان حضرات اس روایت کو ضعیف بنا کر رد کرنا چاہتے ہیں تو یہ لوگ پہلے ضعیف روایت کی کوئی معقول وجہ پیش کریں جو اس فن کے علماء کے نزدیک مسلم ہو ورنہ یہ چیز اپنے سابق مجتہدین اور آئمہ کرام کے ساتھ بغاوت ہوگی اور یہ امر اپنے اکابرین سے قوم کو برگشتہ کرنے کے مترادف ہوگا۔

اب ہم ”اصول کافی“ کی روایت بالا کی شرح ”الصافی“ سے ملا خلیل قزوینی کی زبانی نقل کرتے ہیں تاکہ ناظرین کرام کو تسلی ہو جائے کہ روایت ہذا کا مفہوم وہی صحیح ہے جو ہم نے نقل کیا ہے۔ ملا خلیل قزوینی فرماتے ہیں یعنی :-

”بزنی خواست خدیجہ را و او فرزند بست سالہ و کسری بود پس زادہ

شد برائے اوز خدیجہ پیش از رسالت او قاسم و رقیہ و زینب و ام کلثوم
 و زادہ شد برائے او بعد از رسالت طیب و طاہر و فاطمہؑ ع
 ملا خلیل کی عبارت کا مفہوم وہی کچھ ہے جو ہم نے اوپر اصل روایت کے تحت
 اُردو میں ذکر کر دیا ہے یعنی خدیجہؓ سے رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد مندرجہ ذیل
 متولد ہوئی۔ رسالت و نبوت سے پہلے قاسم۔ رقیہ زینب اور ام کلثوم پیدا
 ہوئے اور رسالت کے بعد طیب و طاہر اور فاطمہ (علیہا السلام) پیدا ہوئیں)

۲

پھر ”اصول اربعہ“ کے مشہور مصنف شیخ صدوق ابن بابویہ القمی نے اپنی
 مشہور تصنیف ”کتاب الخصال“ میں یہ مسئلہ متعدد بار ذکر کیا ہے۔ امام جعفر صادقؑ
 سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

”عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال : ولد لرسول اللہ (ص)
 من خدیجۃ القاسم والطاہر و هو عبد اللہ و ام کلثوم
 و راقیۃ و زینب و فاطمۃ و تزوج علی ابن ابی طالب (ع)
 فاطمۃ (ع) و تزوج ابو العاص بن الربیع و هو ساجل
 من بنی امیۃ زینب و تزوج عثمان بن عفان ام کلثوم
 و ماتت و لم یدخل بہا و لہا سائر الی بد و زوجہ

لہ الصافی شرح اصول کافی کتاب الحجۃ جزء سوم
 حصہ دوم مکالمات باب مولد النبی و وفاتہ طبع نول کشور لکھنؤ۔

رسول اللہ (ع) ساقیۃ - علیہ

یعنی امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ خدیجہؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ اولاد پیدا ہوئی۔ قاسم۔ طاہرا نہی کو عبد اللہ کہتے ہیں ام کلثومؓ، رقیہؓ، زینبؓ اور فاطمہؓ پھر علیؓ ابن ابی طالبؓ نے فاطمہؓ سے نکاح کیا اور ابو العاص بن ربیع جو بنی امیہ میں سے ایک شخص تھا زینبؓ کے ساتھ نکاح کیا اور عثمانؓ بن عفانؓ نے ام کلثومؓ سے نکاح کیا۔ رخصتی ابھی نہیں ہوئی تھی کہ ام کلثومؓ فوت ہو گئیں پھر حب غزوہ بدر کی طرف چلنے لگے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمانؓ کو رقیہؓ نکاح کر دی۔ علیہ

۳

اور شیخ صدوق نے اسی مقام میں ایک قول نبویؐ بھی ذکر کیا ہے کہ :-

”فان الله تبارك وتعالى بارك في الولود الودود و
ان خديجة رحمها الله ولدت منى طاهرا وهو
عبد الله وهو المطهر وولدت منى القاسم وفاطمة
ورقية وامر كلثوم وزينب علیہ

”یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تحقیق اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس عورت میں برکت دی ہے جو بہت بچے جننے والی اور اپنے زوج اور اولاد کے ساتھ محبت رکھنے والی ہو۔ اور اللہ تعالیٰ خدیجہؓ

۱۔ کتاب الخصال للشیخ الصدوق ص ۳۷۷ باب السبعة۔

۲۔ کتاب الخصال للشیخ الصدوق ص ۳۷۷ باب السبعة۔

پر رحم فرماتے کہ اس کے بطن سے میری اولاد ہوئی طاہر جس کو عبد اللہ کہتے ہیں اور وہی مطہر ہے اور خدیجہؓ سے میرے ہاں قاسم، فاطمہ، رقیہ، ام کلثوم اور زینب پیدا ہوئیں۔“

شیخ صدوق نے ان ہر دو حوالہ جات میں صاف طور پر آنحضرتؐ کی حقیقی چار صاحبزادیوں کے مسئلہ کو خوب بیان کر دیا ہے اور سابق ازواج سے ہونے کی تردید کر دی ہے۔

۴

نیز شیخ صدوقؒ نے اپنی ”امالی“ میں المجلس السابع والستون ص ۲۶۲ میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک خطبہ ذکر کیا ہے جو آنجنابؐ نے لوگوں کے سامنے ارشاد فرمایا تھا اور شیخ عبد اللہ المامقانی نے بھی ”نتیجہ المقال“ کے آخر میں تذکرہ زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں یہی فضیلت ذکر کی ہے جو رسالتاًؐ نے حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمائی اس میں مذکور ہے کہ :-

”یا معشر الناس ألا ادلكم علی خیر الناس خالا وخالۃ
قالوا بلی یا رسول اللہ قال الحسن والحسین فان خالهما
القاسم بن رسول اللہ وخالتهما زینب بنت رسول
اللہ ثم قال بیدها کذا یحشرنا اللہ ثم قال اللہم
انک تعلم ان الحسن فی الجنة والحسین فی الجنة
وجدہما فی الجنة وجدتهما فی الجنة وابیہما فی
الجنة امہما فی الجنة سہما فی الجنة وعمتہما فی

الجنة وخالهما في الجنة وخالتهما في الجنة الخ

یعنی رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے لوگو! میں تمہیں ایسے اشخاص پر رہنمائی نہ کروں جو سب لوگوں سے ماموں اور خالہ کے اعتبار سے بہترین ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ فرمائیے۔ تو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ حسنؓ اور حسینؓ ہیں اور ان کے ماموں القاسم بن رسول اللہ ہیں اور ان دونوں کی خالہ زینب بنت رسول اللہ ہیں۔ پھر آنجنابؐ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمایا کہ اس طرح ہمیں (قیامت میں) اللہ تعالیٰ جمع فرمائے گا پھر فرمایا کہ اے اللہ تو جانتا ہے کہ حسنؓ جنت میں ہیں، حسینؓ جنت میں ہیں، ان کے دونوں جد یعنی (نانا) جنت میں ہیں، ان کی (جدہ) یعنی نانی جنت میں ہیں، ان دونوں کے والد جنت میں ہیں، ان دونوں کی والدہ جنت میں ہیں، ان دونوں کے چچا یعنی (جعفر طیارؓ) جنت میں ہیں، ان دونوں کی چھوٹی بھئی یعنی (اُم ہانی) جنت میں ہیں، ان کے ماموں (قاسم) جنت میں ہیں اور ان کی خالہ زینب

لہ (۱) امالی شیخ صدوق ص ۲۶۲ مجلس ۶۷ طبع قدیم ایران

(۲) تنقیح المقال بعد اللہ ما مقانی ص ۷۹ آخر جلد ثالث

من فضل النساء۔ تحت زینب بنت رسول اللہ۔

(۳) منتهی المقال لابن علی ص ۳۷ تحت باب فی ذکر نساء لہن

تحت زینب بنت رسول اللہ صلعم۔ طبع قدیم۔ ایران۔

بنت رسول اللہ (جنت میں ہیں)..... الخ

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ مذکور کو بے شمار شیعہ علماء نے نقل کیا ہے۔ یہاں صرف دو تین حوالے درج کئے ہیں: پس اس فرمان نبوی کے ذریعے ثابت ہو گیا کہ: —

- ۱۔ حضرت زینبؓ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادی ہیں۔
- ۲۔ حضرت امام حسنؓ و حسینؓ کی قابلِ صدا احترام خالہ ہیں۔
- ۳۔ اور یہ بھی اس ارشاد نبوی کے ذریعے ثابت ہوا کہ زینبؓ بنت رسول اللہؐ قیامت میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں محشور ہوں گی۔
- ۴۔ اور اپنے خواہر زادوں حضرت حسنؓ و حسینؓ کے ساتھ جنت میں ہوں گی۔
- ۵۔ حضرت زینبؓ کے جنتی ہونے کی بشارت بھی اس روایت سے واضح طور پر ثابت ہو رہی ہے۔

تذبیہ:۔ آج کل بعض شیعہ لوگ اپنی تصانیف میں بڑی بے باکی کے ساتھ زوردار طریقہ سے تحریر کر رہے ہیں۔

”کہ آنجنابؑ کی ان تین صاحبزادیوں (زینبؓ، رقیہؓ اور ام کلثومؓ) کی کوئی فضیلت کسی سنی و شیعہ کتاب میں دستیاب نہیں ہوتی“

ناظرین کرام ان روایات کے ملاحظہ کرنے کے بعد خود فیصلہ فرمادیں گے کہ ان کے نفی فضیلت کے بیانات میں کیا کچھ صداقت پائی جاتی ہے؟ آیا ان کے آئمہ کرام و مجتہدین عظام جو ان ہر سہ صاحبزادیوں کی فضیلت کے تذکرے بار بار کر رہے ہیں وہ راست گو ہیں؟ یا یہ دوست جو پوری تحدی کے ساتھ کہہ رہے ہیں کہ ان کا کوئی تذکرہ فضیلت کتابوں میں نہیں پایا جاتا؟

اہل فہم و فراست کے نزدیک اگر راست گوئی اور دروغ گوئی میں کوئی فرق ہے

اور یقیناً فرق ہے تو وہ اس سلسلہ میں ٹھیک طریقہ سے نمایاں طور پر معلوم کر لیں گے اور سچ اور جھوٹ میں امتیاز قائم کر سکیں گے۔

۵

امام حسن عسکریؑ کے اصحاب میں سے شیعہ کا ایک مشہور عالم عبداللہ بن جعفر الحمیری القمی ہے اس نے اپنی مشہور و معتبر کتاب "قرب الاسناد" میں امام جعفر صادقؑ کا قول نقل کیا ہے جسے انھوں نے اپنے والد امام باقرؑ نے روایت کیا ہے۔ امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں :-

« ولد لرسول الله صلى الله عليه وسلم من خديجة
القاسم والطاهر وام كلثوم وراقية وفاطمة
وزينب وتزوج علي عليه السلام فاطمة عليها
السلام وتزوج برت الربيع وهو من بني
امية وزينب وتزوج عثمان بن عفان ام كلثوم ولم
يدخل بها حتى هلكت وزوجها رسول الله صلى الله
عليه وآله مكانها راقية..... الخ

یعنی امام جعفر صادقؑ اپنے والد امام محمد باقرؑ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت خدیجہ الکبریٰؓ سے جناب سالتماؑ صلی اللہ علیہ وسلم کی مندرجہ ذیل اولاد پیدا ہوئی۔ القاسم۔ الطاهر۔

۱۔ قرب الاسناد لابن العباس عبداللہ بن جعفر الحمیری

ص ۱ تحت ذکر اولاد نبوی مطبوعہ ایران تہران۔

ام کلثومؓ رقیہ فاطمہ اور زینب رضی اللہ عنہم وعنہن علی علیہ السلام نے فاطمہ علیہا السلام سے شادی کی اور بنو امیہؓ سے ابو العاص بن زبیر نے زینبؓ کے ساتھ شادی کی اور عثمان بن عفان نے ام کلثومؓ کے ساتھ نکاح کیا ان کی رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ ام کلثومؓ فوت ہو گئیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی جگہ عثمان کو رقیہ کا نکاح کر دیا۔
 امہ کی اس روایت نے مسئلہ ہذا کو کھول کر بیان کر دیا کہ سالتماب صلی اللہ علیہ وسلم کی چار حقیقی صاحبزادیاں ہیں اور چاروں حضرت خدیجۃ البکریؓ کے بطن مبارک سے پیدا شدہ ہیں۔ کسی سابق ازواج کی اولاد میں سے نہیں اور نہ ہی خدیجہؓ کی بہن کی اولاد ہیں۔

ایک حیلہ یا عذر النگ

ناظرین کرام کی خدمت میں یہ اطلاع کرنی موزوں ہے کہ امام جعفر صادقؑ کا یہ فرمان چونکہ بعض شیعہ صاحبان کو مضر ہے اسلئے سابق شیعہ علماء اس کی یہ توجہ یہ کرتے تھے کہ امام کا یہ فرمان بطور تفتیہ کے صادر ہوا ہے۔ اس کے بغیر ان کے پاس کوئی تدبیر نہ تھی۔

اب چودھویں صدی کے بعض تیز شیعہ صاحبان نے یہ راہ اختیار فرمائی ہے کہ اس روایت کا راوی ضعیف ہے اور وجہ ضعف بیان کرنے کے لئے ایک غامضی تجویز پیش کی ہے کہ اس راوی کا نام فلاں ہے اور یہ شخص عامی (یعنی سنی) ہے فلہذا یہ روایت قابل قبول نہیں۔

سبحان اللہ! امام کے فرمان کو تسلیم نہ کرنے کا یہ عجیب حیلہ تجویز کیا گیا ہے۔

راویوں کا آپس میں ہم نام ہونا کوئی عجیب بات نہیں بے شمار راوی ایک دوسرے کے ہم نام پائے جاتے ہیں۔ عقلمند آدمی اس چیز کو دیکھتا ہے کہ جس راوی کو ہم مجروح قرار دے رہے ہیں آیا یہ وہی شخص ہے؟ یا کوئی دوسرا آدمی ہے۔ اور تشابہ اسمی کی وجہ سے ہم اس کو رد کر رہے ہیں مطلب یہ ہے کہ تعین شخصی ضروری امر ہے اور اگر نہ کی جائے تو مخادعت ہوگی۔ یہاں بھی یہی معاملہ کیا گیا کہ ہم نام ہونے کی بنا پر ”مسعدہ“ کو رد کر دیا حالانکہ یہ بزرگ تو خالص شیعہ ہے اور امام جعفر صادقؑ کا مخلص شاگرد ہے۔ اور اس کی روایات مقبول ہیں۔

قابل توجہ امور

۱۔ اسی راوی یعنی مسعدہ بن صدقہ جس کی وجہ سے روایت ہذا کو رد کیا جا رہا ہے سے کتاب ہذا میں جگہ جگہ پر روایات نقل کی گئی ہیں اور وہ سب روایات ان کے ہاں مقبول ہیں۔ نیز اسی راوی ”مسعدہ“ سے کتاب ”کافی“، کتاب الخصال، امالی شیخ صدوق اور من لایحضرہ الفقیہ وغیرہ معتبر کتابوں میں بے شمار روایات مذکور ہیں اور وہ سب کی سب عند الشیعہ مقبول ہیں۔ اگر اس کے عامی (سُنی) ہونے کی وجہ سے روایت ہذا کو رد کرنا درست ہے تو مذکورہ بالا تمام ذخیرہ روایات کو رد کرنا ہوگا۔ حالانکہ اس کی سب روایات مقبول ہیں۔

۲۔ نیز قرب الاسناد کی اس روایت کو شیعہ مجتہدین نے اپنی اپنی تصانیف میں بطور تائید نقل کیا ہے۔ مثلاً ملا باقر مجلسی نے حیات القلوب، ص ۱۸۱ باب پنجاہ ویکم میں شیخ عباس القمی نے منتهی الکمال ص ۸۱ فصل ششم ج ۲۔ باب پنجاہ ویکم میں شیخ عباس القمی نے منتهی الکمال ص ۸۱ فصل ششم ج ۱۔

میں اور شیخ عبداللہ ماتقانی نے تنقیح المقال کے آخر میں صاحبزادی ام کلثوم بنت رسول اللہ کے تحت قرب الاسناد للحمیری کے حوالہ سے جب مذکورہ علماء شیعہ نے روایت ہذا کو رد کرنے کے لئے نہیں بلکہ تائیداً ذکر کیا ہے تو یہ چیز بھی اس روایت کے عدم ضعف کی دلیل ہے اور مقبولیت کی علامت ہے۔ ورنہ ان کے اکابر علماء اس کے ضعف کے پیش نظر روایت ہذا کو رد کر دیتے۔

۳۔ نیز روایت ہذا کا شیعہ ائمہ اور شیعہ مجتہدین کے نزدیک اس مسئلہ میں دیگر روایات کے موافق و مطابق ہونا یہ اس کی صحت کی واضح دلیل ہے۔ یعنی بالفرض اگر اس روایت میں اسناد کی وجہ سے کچھ ضعف ہے۔ تو باقی روایات کی موافقت کی بنا پر یہ روایت مقبول ہے اور اس کے رد کرنے کی کوئی معقول وجہ نہیں۔ اب جو لوگ اس کو ضعفِ روایتی کے حیلہ سے رو کرنا چاہتے ہیں۔ وہ اپنے اکابر مجتہدین کی تکذیب کرنے کے درپے ہیں اور شیعہ ملت کے زعماء کے بیانات کی تعلیظ کر رہے ہیں۔

اب شیعہ احباب خود فیصلہ فرمائیں کہ ان کے سابق اکابر حضرات سچے تھے یا یہ آج کل کے مجلس خوان ؟؟؟ اور ان کے اکابر علماء مصنفین نے جو اس روایت کے ساتھ قبولیت کا معاملہ کیا ہے وہ درست ہے ؟ یا یہ حیلہ گری ؟؟

شیعہ کے قدیم و مشہور مؤرخ یعقوبی (جو تیسری صدی ہجری میں گزرے ہیں) نے رسالہ کتاب صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف جو خدیجۃ الکبریٰ سے متولد ہوئی تھی "تاریخ یعقوبی" میں مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ درج کی ہے:-

”وتزوج رسول الله خديجة بنت خويلد وله خمس وعشرون سنة وقيل تزوجها وله ثلاثون سنة وولدت له قبل ان يبعث القاسم وراقية و زَيْنَبَ و ام كلثوم و بعد ما بعث عبد الله و هو الطيب و الطاهر لانه ولد في الاسلام و فاطمة“

مندرجہ بالا بات میں مؤرخ یعقوبی فرماتے ہیں کہ جس وقت نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خدیجۃ الکبریٰؓ سے رشتہ زوجیت قائم فرمایا تو آپ کی عمر مبارک پچیس یا تیس سال تھی اور بعثت سے پہلے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے جو اولاد پیدا ہوئی وہ قاسم رقیہ زینب اور ام کلثوم تھے اور آپ کی بعثت کے بعد عبد اللہ (جو دور اسلام میں پیدا ہونے کی بنا پر طیب و طاهر کے نام سے مشہور تھے) اور فاطمہ رضی اللہ عنہا متولد ہوئیں۔

تیسری صدی ہجری کے مشہور مورخ و معتبر شیعہ مؤرخ نے اولاد شریف کے سلسلہ کو بڑے واضح الفاظ میں قبل بعثت اور بعد از بعثت کا فرق بیان کر کے صاف طور پر درج کیا۔ ہمہ تمام صاحبزادیوں کا جناب خدیجۃ الکبریٰؓ سے متولد ہونا ایک مسئلہ امر ہے جو شیعہ و سنی سب حضرات بیان فرما رہے ہیں۔

تین صاحبزادیوں کو سابق ازواج کی اولاد بنانا اپنی تمام سیرت اسلامی کی تکذیب کرنا ہے جو کہی مسلمان عقلمند آدمی کے شایان شان نہیں ہے۔

۱۔ تاریخ یعقوبی ص ۲۲۲ تحت تزویج خدیجۃ بنت خویلد
ازاحمد بن ابی یعقوب بن جعفر بن واضح الكاتب العباسی
المعروف بالیعقوبی۔



شیعہ مؤرخ یعقوبی کے بعد اب دوسرے مشہور شیعہ مؤرخ ”مسعودی“ کا بیان اولادِ ہذا کے حق میں ذکر کیا جاتا ہے اس شخص اپنی مشہور تصنیف ”مروج الذهب“ میں درج کیا ہے :-

”وکل اولادہ صلی اللہ علیہ وسلم من خدیجۃ
خلا ابراہیم: وولدہ صلی اللہ علیہ وسلم القاسم
وبہ کان یکتی وکان اکبر بنیہ سنا وراقیۃ وامر
کلثوم وکان تحت عتبہ وعتیبۃ ابنی ابی لہب
(عمہ) فطلقا ہما لخبر یطول ذکرہ فتزوجہما
عثمان بن عفان واحداً بعد واحدۃ..... وزینب
وکانت تحت ابی العاص بن ہاشم..... الخ

یعنی رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد شریف صاحبزادہ ابراہیم
کے سوا خدیجۃ البکری رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئی۔ آنجناب کے صاحبزادہ
قاسم پیدا ہوئے جن کے نام سے جناب رسالتِ مآب کی کنیت ابوالقاسم
مشہور ہے اور یہ صاحبزادہ آپ کے دیگر صاحبزادوں سے عمر میں بڑے
تھے اور رقیہؓ اور ام کلثومؓ پیدا ہوئیں ان کا نکاح ان کے چچا ابراہیم
کے دونوں بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے اسلام سے قبل کے دستور کے مطابق

کیا گیا۔ پھر انہوں نے (رخصتی سے قبل) طلاق دے دی اس کے بعد حضرت عثمان بن عفان سے یکے بعد دیگرے ان دونوں صاحبزادیوں کا نکاح ہوا اور ایک صاحبزادی زینب بھتیجی جن کا نکاح ابوالعاص ابن ربیع کے ساتھ ہوا تھا۔.... الخ

ان ہر سہ صاحبزادیوں کے ذکر کے ساتھ مسعودی نے حضرت فاطمہؓ کا تذکرہ بھی مفصل بیان کیا ہے۔ مسعودی کے بیان سے خدیجہؓ کے بطن اطہر سے چاروں صاحبزادیوں کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف ہونا بالکل واضح طور پر ثابت ہو گیا ہے۔

گویا کہ شیعہ کے مشاہیر مؤرخین (یعقوبی و مسعودی وغیرہ وغیرہ) نے چار صاحبزادیوں کے مسئلہ کو عمدہ طریقہ سے بیان کر دیا ہے۔ جس میں انکارِ اعراض کی کوئی گنجائش نہیں رہی۔ ان تمام تفصیلات کو ملاحظہ کرنے کے بعد پھر بھی اگر آنجناب کی اولاد کو تسلیم نہ کیا جائے اور خدیجہؓ کے سابق ازواج سے ہونے کی رٹ لگائی جائے تو یہ محض ہٹ دھرمی ہی نہیں بلکہ سیرت و تاریخ اسلامی کے ساتھ خاص عناد کا سامعہ ہے۔ اور اس کو قطع و برید کرنا مقصود ہے۔

عقل مند آدمی اپنی تاریخ کی تکذیب نہیں کرتے بلکہ وہ تاریخی روایات کو محفوظ رکھا کرتے ہیں۔



کتاب نہج البلاغۃ“ شیعہ احباب کے نزدیک حضرت علی المرتضیٰ کے کلام کا مشہور و مستند مجموعہ ہے۔ اور ان حضرات کے علماء میں یہ کتاب نہایت مقصد

ہے وہاں علی المرتضیٰ حضرت عثمان بن عفانؓ کو خطاب کر کے ایک مقام پر فرماتے ہیں اے عثمانؓ! آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ابو بکرؓ و عمرؓ سے قرابت اور شہ داری میں زیادہ قریب ہیں اور آپؐ نے نبی پاکؐ کے ساتھ دامادی کا شرف پایا ہے جسے ابو بکرؓ و عمرؓ نہیں پاسکے (یعنی آنجنابؐ کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے آپؐ کے نکاح میں آئیں۔

”وانت اقرب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ و
شیجۃ رحیم منہما وقد نلت من صہرہ ما لم
ینالہ..... الخ“

حضرت علی المرتضیٰ کے اس کلام سے (جو ”نہج البلاغۃ“ میں مذکور ہوا ہے) یہ بات صراحتہ ثابت ہوتی کہ حضرت عثمانؓ کو قرابت داری کے مسئلہ میں حضرت علی المرتضیٰؓ حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ سے مقدم سمجھتے ہیں اور آنجنابؐ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عثمانؓ کو حقیقی داماد قرار دیتے ہیں اور وہ دامادی مشہور و معروف ہے یعنی آنجنابؐ کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے حضرت عثمانؓ کے نکاح میں آئیں۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کے مسئلہ کو اس کلام کے ذریعے پوری تصدیق ہوتی ہے۔ ان واضح ”ناییدات“ کے پائے جانے کے باوجود آنجنابؐ کی حقیقی صاحبزادیوں کے مسئلہ کا انکار کرنا صریح دروغ گوئی ہے اور حضرت علی المرتضیٰؓ کے فرمان بالا کی تکذیب ہے۔

۱۔ نہج البلاغۃ ص ۳۰۳ تحت ومن کلام لہ علیہ السلام لما اجتمع الناس علیہ وشکوا ما نقموہ علی عثمان۔

۲۔ ترجمہ و شرح نہج البلاغۃ از فیض الاسلام سید علی نقی ص ۵۱۶-۵۱۹

ناظرین کرام کے لئے یہ اطلاع کرنی مناسب ہے کہ ”ہنج البلاغہ“ کے شارحین
 (ابن ابی الحدید، ابن میثم حسینی اور صاحب درہ نجفیہ) وغیرہم نے ہنج البلاغہ کے متن بالا
 کے تحت رسالتیاب صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں (حضرت رقیہ و ام کلثوم) کا حضرت
 عثمان کے نکاح میں یکے بعد دیگرے ہونا درج کیا ہے یہ تمام شارحین حضرت رسالتیاب
 کی حقیقی صاحبزادیوں کا حضرت خدیجہؓ سے ہی ہونا تسلیم کرتے ہیں نہ کہ سابق ازواج سے۔
 دوسرے لفظوں میں حضرت عثمانؓ جناب رسالتیاب کے حقیقی طور پر داماد
 ہیں۔ لے پاک بیٹیوں کے اعتبار سے داماد نہیں۔

۹

چوتھی صدی کے ایک مشہور شیعہ مجتہد ”شیخ مفید“ اپنی تصنیف ”الارشاد“
 میں حضرت علی المرتضیٰؑ کے مناقب کے تحت ذکر کرتے ہیں کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
 کو کفار نے جب ہجرت پر مجبور کر دیا تو آنجناب نے اپنی قوم اور خاندان میں حضرت علی
 کے سوا کسی اور شخص کو قابل اعتماد نہ پایا جو قوم کی امانتوں کو بلا کم و کاست ان کی طرف
 واپس کر سکے پس آنجناب نے امانتوں کی واپسی اور جو کچھ کسی کا لین دین تھا اسکو پورا
 کرنے کے لئے حضرت علی المرتضیٰؑ کو منتخب فرمایا۔ اپنی صاحبزادیوں اور اپنے اہل عیال
 کو ہجرت کر کے رسالتیاب کے ہاں پہنچانے کے لئے بھی انہی کو تجویز فرمایا۔

”فاستخلفہ فی رد الودائع الی اربابہا وقضامائکان

علیہ من دین المستحقہ وجمع بناتہ ونساء اہلہ

وانزواجلہ والہجرة بہم الیہ۔

شیخ مفید کہتے ہیں کہ ان تمام ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لئے (فقار علیؑ

به احسن القيام وصاد كل ودیعة الى اهلها واعطى كل ذي حق حقه وحفظ بنات نبیه صلی اللہ علیہ وسلم وحرمه وهاجر بهم ما شیا علی قدمیه یحوطهم من الاعداء.....
..... حتی اورادهم الیہ المدینة..... الخ) لہ

”یعنی حضرت علی المرتضیٰ اس کام کے لئے آمادہ ہو گئے اور امانت رکھنے والوں کی امانتیں واپس کیں اور حق والوں کے حقوق ادا کئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں اور گھر والوں کی حفاظت کی اور ان کو لے کر ہجرت کا سفر اختیار فرمایا حضرت علیؑ اس سفر میں پیادہ پا چل رہے تھے۔ دشمنوں سے ان کی حفاظت کرتے تھے اور مخالفین سے ان کا بچاؤ کر رہے تھے اسی حالت میں ان کو پوری حفاظت کے ساتھ لاکر مدینہ شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا دیا۔۔۔۔۔ الخ
شیخ مفید کے کلام سے یہ معلوم ہوا کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سے زیادہ صاحبزادیاں تھیں جن کی ہجرت مدینہ طیبہ کی طرف علی المرتضیٰؑ کی نگرانی میں ہوئی تھی اور حضرت فاطمہؑ بھی ان ہی ہجرت کرنے والیوں میں داخل تھیں اور ان بہنوں کا سفر ہجرت یکبارہ ہوا تھا۔“

لہ ۱۔ الارشاد للشیخ المفید ص ۲۳

تحت اختصاص علی (المرتضیٰ) طبع تہران۔

لہ ۲۔ الارشاد للشیخ المفید ص ۲۳ تحت فصل ومن ذالک ان النبی کان امین قریش علی ودائعہم مطبوعہ تہران۔

شیعہ کے مشہور عالم علی بن عیسیٰ اربلی نے ساتویں صدی میں ایک تصنیف کی ہے اس کا نام ”کشف الغمّہ فی معرفۃ الاثمتہ“ ہے۔ اس کتاب کی دوسری جلد میں خدیجۃ الکبریٰ کے مناقب میں ایک فصل لکھی ہے اس فصل کے آخر میں لکھتے ہیں۔

”وكانت اول امرأة تزوجها رسول الله صلى الله عليه وآله واولاده كلهم منها الا ابراهيم فانه من مارية القبطية“..... الخ

شیعہ کے مترجم نے اس کا فارسی میں یوں ترجمہ کیا ہے کہ:-

”و او اول زنے بود کہ آنحضرت خواستہ بود و ہمہ اولاد آنحضرت از او بودند الا ابراہیم کہ از ماریہ قبطیہ بود“..... الخ

(ترجمہ از علی بن حسین زوارمی)

یعنی خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی زوجہ محترمہ تھیں جن کے ساتھ آپ نے شادی کی اور آنجناب کی تمام اولاد (ساجزادے اور صاحبزادیاں) حضرت خدیجۃ سے متولد ہوئی مگر صاحبزادہ ابراہیم ماریہ قبطیہ سے متولد ہوئے۔

اس کتاب کے مآتن علی بن عیسیٰ اربلی اور مترجم علی بن حسین زوارمی دونوں اکابر علمائے شیعہ

۱۔ کشف الغمّہ فی معرفۃ الاثمتہ ”ص ۸ ج ۲

بح ترجمہ المناقب (فارسی) تحت آخر مناقب خدیجہ رض

نے آنجناب کی تمام صاحبزادیوں کا حضرت خدیجہؓ سے متولد ہونا تسلیم کیا ہے اور انہوں نے اس مسئلہ میں کوئی اختلاف درج نہیں کیا۔

ماقن مذکور ساتویں صدی ہجری کے مشہور شیعہ عالم و مجتہد ہیں۔ اور شارح و مترجم مذکور نویں صدی کے پختہ عالم ہیں۔

ناظرین کرام غور فرمائیں کہ ان تمام ادوار کے جمہور علمائے شیعہ مسئلہ نبات کو کس طرح ذکر کر رہے ہیں؟ اور آج کل ذاکرین صاحبان اس کو کس شکل میں پیش کر رہے ہیں؟ جو حق بات معلوم ہو اس کو قبول کریں۔ دوسرے لفظوں میں موجود ذاکروں نے اپنے اکابر مجتہدین کی تکذیب کرنا شیوہ بنالیا ہے اور بڑوں کو جھٹلانے کا طریقہ اختیار کر لیا ہے۔ اب شیعہ مذہب کے اہل فکر و فہم حضرات ہی فیصلہ فرما سکیں گے کہ کون صادق ہے اور کون کاذب؟



شیعہ مذہب کے ایک اور مشہور اور متبحر عالم اور مجتہد ملا باقر مجلسی اصفہانی (جو گیارہویں صدی کے مشہور مجتہد ہیں) اپنی کتاب ”حیات القلوب“ باب ۵۲ میں لکھتے ہیں۔

”پس اول فرزند سے کہ از برائے او بہم رسید عبد اللہ بود کہ اورا بعبد اللہ وطیب و طاہر لقب ساختند۔ و بعد از او قاسم متولد شد و بعضی گفتند کہ قاسم از عبد اللہ بزرگ تر بود و چہار دختر از برائے حضرت آور دزینب و رقیہ و ام کلثوم و فاطمہ لہ

یعنی حضرت خدیجہؓ سے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں پہلے فرزند عبد اللہ پیدا ہوئے جس کو طیب اور طاہر کے ساتھ ملقب کرتے تھے اور اس کے بعد قاسم متولد ہوئے اور بعض علماء کہتے ہیں قاسم عبد اللہ سے بڑے تھے اور چار صاحبزادیاں پیدا ہوئیں زینب۔ رقیہ۔ ام کلثوم اور فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہن) ملا باقر مجلسی نے "حیات القلوب" میں متعدد مقامات پر جناب رسالہ تعالیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی چاروں صاحبزادیوں کا ذکر خیر کیا ہے ان میں سے ایک دوسرا مقام بھی ناظرین کرام ملاحظہ فرمائیں۔

..... ابن بابویہ بسند معتبر آنحضرت روایت کردہ است کہ از برائے حضرت رسول متولد شد از خدیجہ قاسم و طاہر و نام طاہر عبد اللہ بود و ام کلثوم و رقیہ و زینب و فاطمہ۔

و حضرت امیر المؤمنین فاطمہ رات زوج نمود و تزویج نمود زینب را ابو العاص بن ربیع و او مردے بود از بنو امیہ و عثمان بن عفان ام کلثوم رات زوج نمود و پیش از اں کہ نجانہ اور برود بر حمت الہی و اصل شد پس چوں بجنگ بدر رفتند حضرت رسول رقیہ را با و تزویج نمود۔^۱ یعنی ابن بابویہ قمی نے امام جعفر صادقؑ سے معتبر سند کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ حضرت خدیجہؓ سے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ اولاد متولد ہوئی: قاسم، طاہر جن کا نام عبد اللہ تھا، ام کلثوم، رقیہ زینب اور فاطمہ اور حضرت علیؑ نے فاطمہؓ کے ساتھ تزویج کیا اور زینبؓ کے ساتھ ابو العاص نے نکاح کیا۔ ابو العاص بنی امیہ میں سے تھے اور عثمانؓ

۱۔ حیات القلوب از ملا باقر مجلسی ص ۱۸۱ باب در بیان احوال اولاد امجاد آنحضرتؐ۔
طبع قدیم نول کشور لکھنؤ۔

بن عثمان نے ام کلثوم سے تزوج کیا پہلے اس کے کہ وہ ان کے گھر میں جائیں وہ رحمت الہی کے ساتھ واصل ہوئیں (یعنی فوت ہو گئیں) پس جب آپ جنگ بدر کی طرف تشریف لے گئے رقیہ کی حضرت عثمان کے ساتھ شادی کر دی۔

ملا باقر مجلسی نے جس طرح دیگر مقامات میں اس مسئلے کو صاف کیا ہے اسی طرح اس نے ان ہر دو مندرجہ بالا ائمہ کی روایات میں بھی واضح کر دیا ہے کہ رسالہ کتاب صلی اللہ علیہ وسلم کی چاروں صاحبزادیاں حقیقی ہیں اور حضرت خدیجہ الکبریٰؓ سے متولدہ ہیں۔ خدیجہ کے کسی دیگر خاوند سے نہیں۔ اور نہ ہی خدیجہ کی خواہر زادیاں ہیں۔

ناظرین کرام پر واضح ہو کہ ملا باقر نے ان ہر دو قول (صاحبزادیوں کا سابق ازدواج کی اولاد ہونا یا خواہر زادیاں ہونا) کی پرزور تردید کر دی ہے چنانچہ حیات القلوب اسی باب ۱۵ میں لکھتا ہے کہ برہنہی اس ہر دو قول روایات معتبرہ دلالت می کنند یعنی معتبر روایات ان ہر دو قول کی نفی پر دلالت کرتی ہیں۔

۱۲

گیارہویں صدی ہجری کے شیعوں کے جلیل القدر محدث سید نعمت اللہ جزاؤی اپنی معروف تصنیف ”الانوار النعمانیۃ“ جلد اول میں ذکر کرتے ہیں۔
 انما ولدت لہ ابناں واسماہ بنات نہینب ورقیۃ
 وام کلثوم وفاطمۃ..... الخ ۱۵

۱۵ حیات القلوب ص ۱۹۷ باب ۱۵۔ تحت احوال اولاد امجاد آنحضرتؐ طبع قدیم نول کشور لکھنؤ
 ۱۶ الانوار النعمانیۃ از سید نعمت اللہ الجزاؤی ص ۳۶۶ تحت نور مولودی طبع تبریز ایران

حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں دو صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں پیدا ہوئیں ایک زینب، دوسری رقیہ، تیسری ام کلثوم اور چوتھی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔

شیعوں کے متبحر عالم سید نعمت اللہ الجزائری نے بھی اس مسئلہ کی تائید کر دی کہ یہ چاروں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادیاں ہیں اور خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہی متولد ہیں نیز یہ کہ خدیجہ کے سابق ازواج کی اولاد نہیں۔

۱۳

شیعہ علماء کے معروف مصنف شیخ عبد اللہ ماتقانی نے اپنی مشہور تصنیف "تنقیح المقال فی احوال الرجال" کی تیسری جلد کے آخر میں مستقل فصول "النساء" کے نام سے قائم کئے ہیں، اس میں صاحبزادی اُم کلثوم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت لکھا ہے اور منتهی المقال لابی علی میں بھی اسی طرح مذکور ہے کہ:

«کانت خدیجۃ اذ تزوجھا رسول اللہ بنت اربعین سنة وستة اشھر وکان رسول اللہ یومئذ ابن احدى و عشرين سنة وولدت له اربع بنات کلھن ادرکن الاسلام وھاجرن وھن زینب وفاطمة وراقیة وام کلثوم (انتهی کلامہ فی مجمع البحرین)۔ لہ

لہ ۱۔ تنقیح المقال جلد ثالث من فصل النساء باب الہمزہ

تحت ام کلثوم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ص ۳۳ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

یعنی نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت خدیجہؓ کے ساتھ نکاح فرمایا تو خدیجہؓ کی عمر چالیس سال اور چھ ماہ کی تھی اور آنجنابؐ کی عمر اس وقت اکیس سال کی تھی اور خدیجہؓ سے آنجنابؐ کی چار صاحبزادیاں پیدا ہوئیں ان تمام صاحبزادیوں نے اسلام کے دور کو پایا اور مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت بھی کی۔ ان کے اسماء گرامی زینب۔ فاطمہ رقیہ اور ام کلثوم ہیں۔

شیخ عبداللہ ماتقانی نے اس مقام میں ہر ایک صاحبزادی کے اسماء گرامی کے تحت متعلقہ احوال درج کیے ہیں۔ اہل علم و ارباب تحقیق کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ شیخ ماتقانی نے ان مقامات میں ان صاحبزادیوں کے لئے پالک ہونے کی خوب نفی کر دی ہے۔

نیز ابو علی نے بھی منتهی المقال میں اس مقام (یعنی خدیجہ البکریٰ اور زینب کے احوال) کے تحت ان چیزوں کو بڑے عمدہ انداز میں ذکر کیا ہے جس سے آجکل کے مرثیہ خوانوں کے نظریات کی خوب تردید ہوتی ہے۔

۱۴

شیعہ کے متاخرین علماء میں ایک مشہور عالم ”محمد باشم بن محمد علی خراسانی (المتوفی ۱۳۵۲ھ) جس کو رکن الاسلام والمسلمین کے نام سے ذکر کرتے ہیں، نے اپنی مشہور و معتبر تاریخ ”منتخب التواریخ“ کے باب اول فصل پنجم میں آنجنابؐ کی اولاد اجداد کا مفصل تذکرہ کیا ہے۔ وہاں لکھتے ہیں کہ:-

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۱۔ منتهی المقال لابی علی ص ۲۳۲ باب فی ذکر نساء لہن

تحت خدیجۃ بنت خویلد۔ طبع قدیم ایران۔

”اے بزرگوار (صلی اللہ علیہ وسلم) از خدیجہ الکبریٰ سہ پہر داشت و چہار دختر
جناب قاسم وزینب و رقیہ و ام کلثوم کہ قبل از بعثت متولد شدند و جناب
طیبت و طاہر و فاطمہ زہرا (س) کہ بعد از بعثت متولد شدند“ ۱۵
یعنی آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں خدیجہ الکبریٰ سے تین صاحبزادے اور
چار صاحبزادیاں تھیں جناب قاسم، زینب، رقیہ اور ام کلثوم بعثت سے
پہلے اور جناب طیبت، طاہر اور فاطمہ الزہرا بعثت کے بعد پیدا ہوئے۔
ناظرین کرام کی اطلاع کے لئے ذکر کیا جاتا جاتا ہے کہ شیعہ کے باقی اکابر علماء
کی طرح محمد ہاشم خراسانی شیعہ جو اس دور کے مشہور شیعہ عالم کبیر ہیں نے بھی منتخب التواریخ
کے اس مقام میں اولاد نبوی کے سلسلہ میں ہر چار صاحبزادیوں کا مفصل تذکرہ کیا ہے اور
ہر ایک کے حالات کے سلسلہ میں ان کے ازواج اور شوہروں کا ذکر بھی کیا ہے۔ اور
چاروں صاحبزادیوں کے لئے تاریخہائے وفات مفصل الگ الگ برسوں میں درج کی
ہیں جس اہل علم نے بھی اس کتاب کے اس مقام کو ملاحظہ فرمایا ہے وہ ان تفصیلات
سے خوب واقف ہے۔ اور ایک صاحبزادی کے پروپیگنڈہ کے جواب کے لئے صرف
یہ ایک فصل پنجم ہی کافی وافی ہے بشرطیکہ اپنے اسلاف کی تکذیب کرنے کا جذبہ طبیعت
پر غالب نہ ہو اور اپنے اکابر کی تعلیط کو نصب العین نہ بنالیا ہو۔

(۱۵)

شیخ عباس قمی چودھویں صدی کے مجتہدین شیعہ میں سے ہیں انہوں نے اپنی کتاب

۱۵ منتخب التواریخ ص ۲۳ باب اول فصل پنجم
در ذکر اولاد امجاد آنحضرت۔ از محمد ہاشم خراسانی شیعہ

”منتہی الآمال“ جلد اول فصل ہشتم میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف کا مندرجہ ذیل الفاظ میں ذکر کیا ہے۔

”از حضرت صادق علیہ السلام روایت شدہ است از برائے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از خدیجہ متولد شدند طاہر وقاسم وفاطمہ وام کلثوم ورقیہ وزینب وزوج نمود وفاطمہ را بحضرت امیر المؤمنین علیہ السلام وزینب را بابی العاص بن ربیع از بنی امیہ بود وام کلثوم را عثمان بن عفان... الخ
یعنی حضرت صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت خدیجہ سے سولہ اولاد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ اولاد متولد ہوئی طاہر وقاسم وفاطمہ وام کلثوم ورقیہ اور زینب پھر فاطمہ کو حضرت علیؑ کے ساتھ نکاح کر دیا اور زینبؑ کا ابو العاص بن ربیع کے ساتھ نکاح کیا جو بنی امیہ میں سے تھے اور ام کلثوم کا عثمان بن عفان کے ساتھ نکاح کیا جب ان کی وفات ہوئی تو اس کے بعد رقیہ کی ان کے ساتھ تزویج کر دی۔“

شیخ عباس قمی نے اس مقام میں جناب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی چاروں صاحبزادیوں کے احوال مختلف عبارات میں ذکر کئے ہیں ان تفصیلات کے ذریعے ناظرین کی تسلی ہو جاتی ہے کہ حضرت کی حقیقی صاحبزادیاں جو خدیجہ سے پیدا شدہ ہیں وہ چار ہیں۔ اس چیز میں کوئی اشتباہ نہیں۔ اور ان کے لئے پاک ہونے کی جو تشہیر کی جاتی ہے وہ شیعوں کے ہاں بھی سرسری غلط بیانی ہے اور شیعہ ملت کے اکابرین کی تغلیط و تکذیب ہے۔

خلاصہ کلام

ناظرین کرام نے شیعہ مذہب کے ائمہ کرام اور مجتہدین عظام اور سیرت نگاروں کے علاوہ علماء و مؤرخین قریباً چودہ پندرہ حضرات کے بیانات ملاحظہ فرمائے۔ یہ پید حوالہ جات مشت نمونہ از خروارے کے درجہ میں ہیں تمام شیعہ اقوال کا اس مسئلہ پر فراہم کردہ بڑا تفصیل طلب کام تھا لیکن مسئلہ مذاکی "صداقت" معلوم کرنے کے لئے اس قدر کافی ہے۔

اور ظاہر ہے کہ یہ حضرات ایک دور کے علماء نہیں ہیں بلکہ ائمہ معصومین اور علماء متقدمین سے لے کر چودھویں صدی ہجری تک کے ہر دور کے اکابرین شیعہ کے یہ فرمودات ہیں ان تمام میں "بنات طبیات" کے لئے پاکک ہونے کی بجائے حقیقی چار صاحبزادیاں ہونے کا مسئلہ نہایت وضاحت سے بیان کر دیا گیا ہے۔ اس کے بعد کوئی منصف مزاج اور ہوشمند آدمی ان کے حقیقی اولاد نبویؐ ہونے میں ذرہ برابر شبہ نہیں کر سکتا۔

با انصاف ناظرین کی خاطر مسئلہ مذاکی "صداقت" اور "حقانیت" معلوم کرنے کے لئے شیعہ کتب سے معتد بہ مواد سامنے آ گیا ہے مندرجہ حوالہ جات میں "تواتر طبقاتی" پایا گیا ہے جس کا انکار کوئی باہوش انسان نہیں کر سکتا۔

✽ اب خود غور فرمائیں کہ ان کے ائمہ کرام سچے ہیں؟ یا موجودہ دور کے "مرثیہ خواں"؟

✽ ان کے مجتہدین عظام صادق ہیں؟ یا آج کل کے "مجلس خواں"۔

✽ ان کے اکابر علمائے ملت "راست گو" ہیں؟ یا یہ چھوٹے معیار کے "سوز خواں"؟

✽ اسی طرح شیعہ ملت کے بلند معیار کے مؤرخین و سیرت نگار درست فرماتے ہیں؟

یا یہ ماتم کی مجالس گرم کرنے والے "ذاکرین باتمکین"؟

اب یہ مقولہ سامنے رکھیں کہ ع۔ گز فرقی مراتب نہ کنی زندیقی "اور انصاف کے

پیش نظر حق بات کو ملحوظ کرتے ہوئے خود فیصلہ فرمائیں کسی دوسرے شخص کے افہام و تفہیم

کی حاجت نہیں۔

”ایک اتباہ“

شیعہ احباب کے اکثر و بیشتر مصنفین و مؤلفین نے مسئلہ بذاتہ اربعہ کے متعلق اپنے امہ کے جو فیصلے درج کئے ہیں ان میں تو اتر طبقاتی پایا جاتا ہے وہ ہم نے بقدر ضرورت نقل کر دیئے ہیں اور عموماً ان کی عبارتیں پیش کر دی ہیں تاکہ اہل علم کو حوالہ کے نقل پر اپنا رے۔

البتہ کچھ لوگ مثلاً صاحب الاستغاثہ فی بدع الثلاثہ ابوالقاسم علی بن احمد علوی کوفی وغیرہ ایسے ہیں جنہوں نے اپنے امہ کرام اور مجتہدین عظام اور اپنے علمائے نامدار کی مخالفت کر کے یہ شاذ قول ”کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادی سیدہ فاطمہ الزہرا ہے۔“ باقی تین صاحبزادیاں لے پالک ہیں یا حضرت خدیجہ کی خواہر زادیاں ہیں۔ یعنی آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف نہیں۔

”اس قسم کے شاذ قول“ کے جواب کے لئے ہم نے ماقبل میں شیعہ کی معتبر تصانیف سے بقدر ضرورت مواد نقل کر دیا ہے اور تو اتر طبقاتی پیش کر دیا ہے جو اس کا تحقیقی جواب ہے۔ مراجعت فرما کر تسلی کر لیں۔ نقل حوالہ میں صحت ہے۔

اس کے بعد ہم شیعہ کے اکابر علماء اور ان کی متعدد تصانیف سے اس متفردانہ قول کا جواب نقل کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو سکے کہ شیعہ ملت کے زعماء اس قسم کے اقوال کے متعلق کیا فیصلہ فرما چکے ہیں۔

چنانچہ شیخ عبد اللہ مامقانی نے تنقیح المقال کے آخر میں مذکور ابوالقاسم العلوی کا جواب مفصل لکھا ہے۔ اس کو بغور ملاحظہ فرماویں۔

”ولسید ابی القاسم العلوی الکوفی فی الاستغاثہ فی

بدع الثلاثة "كلام طويل أصرفيه على أن نرينب التي
كانت تحت أبي العاص بن الربيع ورقية التي كانت
تحت عثمان ليستا بنتيه بل رببتهاه ولم يأت إلا
بما نرعه برهاناً -

حاصله عدم تعقل كون رسول الله قبل البعثة على
دين الجاهلية بل كان في زمن الجاهلية على دين
يرتضيه الله من غير دين الجاهلية وحينئذ فيكون
محالاً أن يزوج ابنته من كافر من غير ضرورة دعت
إلى ذلك وهو مخالف لهم في دينهم عارف بمكرهم
والجادهم ثم اخذ في نقل ما يقضى بوحود بنتين
لاخت خديجة من أمها اسمها زينب ورقية و
أنهما اللتان كانتا تحت أبي العاص وعثمان وهذا
لب كلامه تركنا نقله لطوله وهو ان اتعب نفسه إلا أنه
لعريات بما يغنى عن تكلف النظر والثبوت وأنه كبيت
العنكبوت أما أولاً فلأنه يشبه الاجتهاد في قبال النصوص
من الفريقين عن النبي وعن أئمتنا عليهم السلام وأما
ثانياً فلأننا وإن كنا نسلم أن رسول الله لم يكن في زمان
الجاهلية على دين الجاهلية بل على دين يرتضيه الله تعالى
ولكن رسول الله ليس مشرعاً بل كل حكم كان ينزل عليه
كان يلتزم به تمام الالتزام ولم يكن يخترع من قبل
نفسه حكماً والأحكام كانت تنزل تدرجاً وعند

تزويجه زينب وراقية لم يكن الكفاءة في الايمان
شرطاً شرعاً فزوج بنتيه من الرجلين تزويجاً صحيحاً
شرعاً في ذلك الزمان ثم انزل الله تعالى قوله ولا
تنكحوا المشركين حتى يؤمنوا فرق بين ابي العاص
وبين زينب ولو كانت الكفاءة في الاسلام شرطاً
قبل ذلك لما انزل الله سبحانه الآية فما ذكره لا
وجه له واما ثالثاً قلانه لاشبهة في كون زينب و
راقية اللتين تحت ابي العاص وعثمان مسلمتين
كما لاشبهة في كون تزويجهما من رسول الله باذنه ووليّاته
فلا يفرق الحال بين ان تكونا بنتيه او ريبيتيه او
بنتي اخت خديجة من امها او غير ذلك لا شتراك
الجميع فيما جعله علّة للانكار فما ذكره ساقط بلا
شبهة" له

ما متقانی کی بینہ طویل عبارت علماء کی تسلی و اطمینان کی خاطر نقل کر دی ہے اس
عبارت مندرجہ بالا کا مفہوم یہ ہے کہ: —
"سید ابوالقاسم علوی کو فی نے اپنی کتاب الاستغاثہ فی بداع الثلاثة"

له تنقيح المقال في علم الرجال از علامہ شیخ عبد اللہ مرقانی ص ۴۹-۳۰
مطبوعہ نجف اشرف۔

باب الخا والراوا الزای المعجمة من فصل النساء
تحت زينب بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم۔

میں ایک طویل کلام چلایا ہے اس میں اس نے اس بات پر اصرار کیا ہے کہ جو زینب ابوالعاص بن ربیع کے نکاح میں تھی اور جو رقیہ عثمان کے نکاح میں تھی یہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی لڑکیاں نہیں تھیں بلکہ وہ دونوں آپ کی بیٹی تھیں۔ اپنے زعم میں ابوالقاسم جس کو بُرہان بنا کر لائے ہیں اس کا خلاصہ یہ ہے کہ :-

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بعثت سے پہلے جاہلیت کے دین پر ہونا ایک غیر معقول بات ہے بلکہ آنجناب جاہلیت کے دور میں دین جاہلیت کے خلاف ایسے دین پر تھے جس کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے۔ اور اس وقت آنجناب کا اپنی بیٹی کو کسی کافر کے نکاح میں بغیر ضرورت داعیہ کے دینا ایک امر محال ہے۔ درآنحالیکہ کہ آنجناب ان کے دین کے مخالف ہیں اور ان کے مکروالحاد سے واقف ہیں۔

اس کے بعد ابوالقاسم اس چیز کے نقل کے درپے ہوا ہے کہ جو چیز ان دونوں لڑکیوں کو خدیجہ کی بہن کی بیٹیاں ثابت کرتی ہے جن کے نام زینب اور رقیہ ہیں۔ اور وہ دونوں ابوالعاص بن ربیع اور عثمان کے نکاح میں تھیں۔ مامتفانی لکھتے ہیں کہ یہ اس کی کلام کا خلاصہ ہے۔ ہم نے کلام کی طوالت کی بنا پر اس کے پورے کلام کو نقل نہیں کیا۔

ابوالقاسم نے اگرچہ اپنی طرف سے پوری کوشش کی ہے مگر وہ تکلف سے بچ کر کوئی اہم ثبوت نہیں لاسکا اس کے ثبوت کی حیثیت تاثر عنکبوت کی سی ہے۔ کیونکہ :-

۱۔ اولاً تو وہ نبی کریمؐ اور ہمارے امہ کرام کی نصوص کے مقابل میں اپنے اجتہاد کو پیش کرتا ہے۔

۲۔ ثانیاً یہ کہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ نبی کریمؐ زمانہ جاہلیت میں دین جاہلیت پر نہیں تھے بلکہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ دین پر تھے اور کوئی نیا حکم نہیں دیتے تھے مگر جو حکم نازل ہوتا تھا اس کا پورا پورا التزام کرتے تھے۔ اور اپنی طرف سے کوئی حکم اختراع نہیں کرتے تھے۔ اس وقت احکام تدریجاً نازل ہو رہے تھے اور زینب و رقیہ کے نکاح کے وقت شریعت میں ایمان میں ہم مثل، ہونا شرط نہیں تھاپس آنجنابؐ نے دونوں شخصوں کو اپنی دونوں بیٹیاں اس دور میں از روئے شرع صحیح تزویج کر دیں۔

پھر جب اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا کہ ”مشرک جب تک مومن نہ ہوں ان کو نکاح نہ کر دو“ تو آنجنابؐ نے ابوالعاص اور زینب میں تفریق کر دی۔ اگر (نکاح کے لئے) اسلام میں ہم مثل ہونا اس آیت کے نزول سے قبل شرط ہوتا تو اللہ تعالیٰ مذکورہ حکم نازل ہی نہ فرماتے۔

۳۔ ثالثاً جس طرح زینب و رقیہ کو آنجنابؐ کے اذن اور اجازت سے نکاح کر دینے میں کوئی شبہ نہیں بالکل اسی طرح زینب و رقیہ کا مسلمان ہونے کی حالت میں ابوالعاص اور عثمان کے نکاح میں ہونے میں بھی کوئی شبہ نہیں ہے۔

پس ابوالقاسم نے جس چیز کو انکار کی علت قرار دیا ہے وہ ان سب احوال میں مشترک ہے چاہے زینب و رقیہ آنجنابؐ کی ربیبہ ہوں یا لڑکیاں ہوں یا خدیجہ کی بہن کی بیٹیاں ہوں۔ ان سب حالات میں کچھ فرق نہیں۔

(مطلب یہ ہے کہ زوجین کے درمیان اگر اسلام شرط تھا اور اس وجہ سے رسول پاکؐ کی بیٹیاں زینب و رقیہ، ابوالعاص اور عثمان کے نکاح میں نہیں آسکتی تھیں تو یہی وجہ ان کے ربیبہ ہونے کی صورت میں یا خدیجہ کی بہن کی بیٹیاں ہونے کی صورت میں بھی

لازم آتی ہے۔)

پس ابوالقاسم نے جو دلیل ذکر کی ہے وہ بلاشبہ ساقط ہے۔
 الغرض ابوالقاسم مذکور کی دلیل کو ان کے شیخ عبداللہ مامقانی نے خود رد کر دیا ہے
 اور اس کے پیش کردہ ثبوت کی کمزوری اور خامی کو شیخ نے نہایت واضح کر دیا ہے۔
 اب مزید کسی نقد کی ہمیں ضرورت ہی نہیں رہی۔

البتہ اس کے بعد شیعہ اکابر کے بیانات ”صاحب الاستغاثہ“ ابوالقاسم العلوی
 الکوفی کے حق میں ہم پیش کرنا مناسب خیال کرتے ہیں تاکہ اس کی دینی و علمی حیثیت لوگوں
 کے سامنے آجائے اور اس کی تصانیف کا وزن عند الشیعہ معلوم ہو سکے اور اس بزرگ کا
 بے وزن ہونا نمایاں ہو سکے۔

ابوالقاسم العلوی الکوفی

شیعہ علماء کی نظروں میں

علی بن احمد ابوالقاسم الکوفی کے حق میں شیعہ کے اعظم علماء نے دیگر اوصاف کے علاوہ
 ذیل اوصاف بھی ذکر کئے ہیں ان پر نظر غائر فرماویں۔

- ۱۔ یہ شخص اہل کوفہ میں سے ہے اور اس کا دعویٰ تھا کہ میں آل ابی طالب میں سے ہوں۔
- ۲۔ اپنی عمر کے آخری حصہ میں اس نے اپنے مسلک میں نہایت غلو اختیار کر لیا اور

۱۔ مامقانی ص ۷۹ ج ۳۔ فصل النساء۔

تحت زینب بنت رسول

اس کا مذہب فاسد ہو گیا۔

- ۳۔ اس نے بہت سی تصانیف کیں جن میں سے اکثر فساد پر مبنی ہیں۔
- ۴۔ ابن النضائری کے فرمان کے بموجب وہ علوی ہونے کے دعویٰ میں کذاب تھا۔ اور غالی اور بدعتی تھا۔ اس کی بے شمار کتابیں ہیں جو قابل التفات نہیں۔
- ۵۔ اس نے ”نظریہ تخمیس“ اختیار کر رکھا تھا ”تخمیس“ کے معنی ان کے علماء نے یہ ذکر کیا ہے کہ :- حضرت سلمان فارسیؓ، مقدادؓ، ابوذرؓ، عمارؓ اور عمر ابن امیہ الضمریؓ۔ ان پانچ اشخاص کو اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام عالم کے مصالح کو سونپ دیا ہے۔ یعنی تمام عالمی امور ان کے اختیار میں دے دیئے گئے ہیں، ان نظریات کے حامل لوگوں کو محسنہ کہا جاتا تھا۔ اور ابوالقاسم العلوی مذکور اس مسلک پر کار بند تھا۔
- ۶۔ ابوالقاسم مذکور کی وفات جمادی اولیٰ ۳۵۲ھ میں ہوئی اور موضع کرہی میں جو فساہ کے علاقہ میں شیراز کے قریب ہے دفن ہوا۔ ۱۵

۱۵۔ رجال نجاشی از شیخ ابوالعباس احمد بن علی ابن احمد بن العباس النجاشی متوفی ۴۵۰ھ ص ۱۸۸
۱۸۹

مطبوعہ ممبئی (طبع قدیم ۱۳۱۷ھ)

۲۔ رجال تفرشی ص ۲۲۶ تحت علی بن احمد۔ طبع طهران۔

۳۔ جامع الرواة از محمد بن علی الارودیلی ص ۵۵۳ جلد۔ اول

(تصنیف ۱۱۱۷ھ) تحت علی ابن احمد

۴۔ منتهی المقال فی علم الرجال از محمد بن اسمعیل ابوعلی ص ۲۴۵، ۲۴۶

تحت علی ابن احمد ابوالقاسم کوفی (طبع قدیم ایران)

۵۔ تنقیح المقال فی احوال الرجال از شیخ عبد اللہ ماتقانی ص ۲۶۵ جلد۔ ۲

تحت من الباب العین (علی ابن احمد کوفی)

مختصر یہ ہے کہ سطور بالا میں پہلے ہم نے بعض شیعہ دوستوں کے ”متفردانہ اقوال“ کو ذکر کیا ہے اس کے بعد ان کے اکابر علماء کی آراء کے ذریعے ان پر نقد و کلام پیش کیا ہے۔ اور اس کے بعد ناظرین پر شیعہ کے نزدیک ابوالقاسم کی دینی و علمی حیثیت واضح کر دی ہے۔ امید ہے اب ان حضرات کے لئے اطمینان کا سامان ہو سکے گا اور ان متفردانہ اقوال کرنے والے دوستوں کی یوزریشن متعین ہو سکے گی اور ہماری طرف سے کسی تبصرہ کی حاجت ہی نہ رہے گی۔ اہل فہم و انصاف کے لئے فیصلہ پر پہنچنے کی خاطر کوئی دقت نہ ہوگی۔ یاد رہے کہ :-

”اس دور کے شیعہ ذاکرین نے جو ایک صاحبزادی ہونے کا مسئلہ اٹھایا ہے ان کے استدلال کا اصل ماخذ اور بنیادی محوری ہی صاحب الاستغاثر بزرگ ہے جس کے عقائد و اعمال و تصانیف کی تشریح ناظرین نے شیعہ اکابر کی زبانی سماعت فرمائی ہے اس مسئلہ کا اس پس منظر معلوم ہو جانے کے بعد اب کوئی باشعور عقلمند آدمی فریب نہیں کھائیگا اور اس پر و پگنڈہ سے متاثر نہیں ہوگا۔“

ان معروفات کے بعد ہر ایک صاحبزادی کے سوانح حیات الگ الگ پیشہ خدمتہ کئے جاتے ہیں سب سے پہلے بڑی صاحبزادی حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حالات زندگی تحریر ہیں۔ پھر بالترتیب ہر سہ صاحبزادیوں کے احوال درج ہوں گے۔
انشاء اللہ تعالیٰ :

سوانح حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا

بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی چاروں صاحبزادیوں میں سب سے بڑی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا ہیں اور ان کی والدہ محترمہ کا نام حضرت خدیجہ الکبریٰ بنت خویلد بنی اسد ہے۔ (رضی اللہ عنہا)

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی تزویج قبل از

ولادت باسعادت

اسلام کے دستور کے مطابق ہوتی تھی اور بعض تذکرہ نویسوں کے قول کے مطابق اس بابرکت نکاح کے پانچ برس کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی ولادت باسعادت ہوئی اور سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک اس وقت تیس برس کے قریب تھی۔ ظہور اسلام کے وقت حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی عمر قریباً دس سال کو پہنچ چکی تھی اعلان نبوت کے بعد سب سے پہلے حضرت خدیجہ الکبریٰ مشرف باسلام ہوئی تھیں اور ان کے ساتھ ساتھ آنجناب کی اولاد بھی اسلام میں داخل ہوئی۔ اولاد کے رجانات اور خیالات پر فطری طور پر ماں زیادہ اثر انداز ہوتی ہے سوانح سب صاحبزادیوں کا ابتدا سے ہی اسلام سے مشرف ہونا از خود واضح ہے اور اصول فطرت کے مطابق ہے۔

علماء فرماتے ہیں کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اسلام کے دور کو پایا اور

اسلام لائیں اور پھر حبیب ہجرت کا دور آیا تو انہوں نے ہجرت بھی کی ہجرت کا واقعہ اپنی جگہ پر آئے گا بڑی اولاد سے جو فطری موانست ہوتی ہے وہ کسی سے چھپی نہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اس بڑی صاحبزادی کے ساتھ خصوصی محبت فرمایا کرتے تھے یہ چیز ابن عبد البر نے بھی ذکر کی ہے اور محب الطبری کی کتاب "ذخائر العقبیٰ" میں بھی ہے اور الشیخ حسین دیار البکری "تاریخ الخميس" میں بھی اسی طرح لکھتے ہیں۔

.....عبد اللہ بن محمد بن سلیمان الهاشمی

يقول ولدت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
سلم فی سنۃ ثلاثین من مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم
وادیکت الاسلام واسلمت وهاجرت وکان
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محباً فیہا۔^۱

۱۔ (۱) ذخائر العقبیٰ ص ۱۵۵۔ از المحب الطبری۔

تحت الفصل الرابع فی ذکر زینب ابنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
(۲) الاستیعاب لابن عبد البر ص ۳۵۲ تحت بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

۳۔ تاریخ الخميس للشیخ الدیار البکری ص ۲۴۳

تحت ذکر زینب رضی اللہ عنہا۔

نکاحِ زینبؓ کے متعلق روایت

بعض روایات میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے وہ فرماتی ہیں کہ ابو العاص بن ربیع (بن عبد العزیٰ بن عبد الشمس بن عبد مناف) مکہ شریف میں ان لوگوں میں شمار ہوتے تھے جو صاحب مال تھے اور صاحب تجارت تھے (اور کردار کے اعتبار سے) صاحب امانت بھی تھے حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے گزارش کی کہ زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح ابو العاص سے کر دینا چاہیے اور رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی کسی معاملہ میں مخالفت نہیں فرمایا کرتے تھے بلکہ ان کی رائے کو تسلیم کر لیتے تھے سو اس تجویز پر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح ابو العاص کے ساتھ کر دیا گیا (اس روایت کے اعتبار سے یہ واقعہ نزول وحی سے پہلے پیش آیا) حبیب اللہ تعالیٰ نے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلانِ نبوت کا حکم دیا تو آنجناب خدیجہ رضی اللہ عنہا ایمان لائیں اور آپ کی صاحبزادیاں بھی ساتھ ہی ایمان لائیں۔

..... عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت کان ابو العاص

لہ (۱) ابو العاص کا پورا نام بعض نے لفظ ذکر کیا ہے اور بعض نے مقسم وغیرہ لکھا ہے اور سلسلہ نسب اس طرح ہے ابو العاص بن ربیع بن عبد العزیٰ بن عبد الشمس بن عبد مناف یعنی ابو العاص کا نسب چہارم پشت میں رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مل جاتا ہے۔

ابو العاص کی وفات کے متعلق علماء نے لکھا ہے کہ خلافتِ مدین اکبر رضی اللہ عنہ (باقی اگلے صفحہ پر)

بن ربيع من رجال مكة المعدودين مالا وتجارة و
امانةً فقاتلت خديجة لرسول الله صلى الله عليه وسلم

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) میں ذوالحجہ ۱۲ھ میں ہوئی۔ اور بعض علماء نے کہا ہے کہ ابوالعاص یوم الیمامہ میں
شہید ہوئے تھے۔

(۲) ابوالعاص حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے خواہر زادے ہیں یعنی ان کی والدہ کا نام ہالہ بنت خویلد
بنی اسد ہے جو حضرت خدیجہ کی حقیقی بہن ہیں اور خدیجہ ابوالعاص کی خالہ ہیں۔

(۳) ابوالعاص صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے خالہ زاد بھائی ہیں اور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
کے بڑے باؤفا اور باؤفار داماد ہیں چنانچہ (ان کی وفات کے متعلق انشاء اللہ آگے ذکر آئے گا)

(۴) حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا چونکہ آپس میں حقیقی بہنیں ہیں اس
بنار پر حضرت علی المرتضیٰ اور ابوالعاص آپس میں ہم زلف ٹھہرے اور اس باعث رشتہ داری
میں باہم منسلک ہوئے

(۵) ابوالعاص بن ربيع جس طرح نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے داماد ہیں اسی طرح حضرت
علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ابوالعاص بن ربيع کے داماد ہیں (کتاب المجر ص ۹۹)

(۶) حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نے اپنے انتقال سے قبل حضرت علیؑ کو وصیت فرمائی تھی کہ
میرے بعد اگر آپ نکاح کریں تو میری خواہر زادی یعنی امامہ بنت ابی العاص کو نکاح میں لانا چنانچہ
حضرت علی المرتضیٰؑ نے اس وصیت کے مطابق عمل کیا اور امامہ بنت ابی العاص کو نکاح میں
لائے اس کامزید تذکرہ حسب موقع انشاء اللہ آئے گا۔

(۷) حضرت ابوالعاص بن ربيع حضرت علی المرتضیٰؑ کے خسر ہیں اور حضرت زینبؑ اس رشتہ
کے بعد حضرت علیؑ کے لئے خوش دامن بنیں۔ یہ رشتہ داری کے تعلقات ان حضرات کے
درمیان وقتی نہیں دائمی تھے۔
(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

زوجه و كان رسول الله صلى الله عليه وسلم لا
يخالقها وذلك قبل ان ينزل عليه الوحي فزوجه
زینب فلما اکرم الله نبيها صلى الله عليه وسلم بنبوته
امنت خديجة وبناته ۱۷

(حاشیہ گذشتہ) ناظرین کرام کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہم نے حضرت زینبؓ اور حضرت
ابوالعاص و دونوں کا اجمالی تذکرہ ”رحماء بینہم“ حصہ صدیقی کے ص ۱۶۶، ص ۱۶۷ پر پہلے بھی
کر دیا تھا اور یہاں پھر سوانح زینبؓ کے سلسلہ میں ہو رہا ہے۔

(۸) حضرت ابوالعاصؓ جب مالہ بنت خریلہ کے فرزند ٹھہرے اور ان کے ساتھ حضرت
زینب کا نکاح ہوا تو معلوم ہوا کہ حضرت زینب کے بنت ہالہ ہونے کی روایت سراسر
غلط ہے کیونکہ اس صورت میں یہ بہن بھائی کا نکاح ہوگا جس کی اجازت کسی دین و مذہب
میں نہیں ہے۔

(حاشیہ صفحہ ۱۵۷)

۱۷ (۱) ذخائر العقبی ص ۱۵۷ از المحب الطبری۔

تحت ذکر تزویجہا رضی اللہ عنہا (زینب بنت رسول اللہ)

(۲) البدایہ لابن کثیر ص ۳۱۱ طبع اول فصل فی وصول خبر مصائب اہل بدر

(۳) سیرت ابن ہشام صفحہ نمبر ۶۵۱-۶۵۲ جلد اول

تحت سبب زواج ابی العاص من زینبؓ۔

ابتدائی دور نبوت میں

صاحبزادی زینبؓ کی خدمات

سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قوم کو جب دعوتِ دین دینا شروع کی اور قوم قریش کو اسلام کی طرف بلایا تو وہ لوگ سخت برہم ہوئے، اسلام کی دعوت زبان سے سننے کے لیے وہ ہرگز آمادہ نہیں تھے اور آنجنابؐ کی ایذا رسانی میں پیش پیش تھے۔ پناچہ اس دور کا ایک واقعہ حدیث شریف کی کتابوں میں منقول ہے جس سے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمات نمایاں ہوتی ہیں۔

علامہ البیہقی نے طبرانی کے حوالہ سے الحارث بن الحارث کی زبانی نقل کیا ہے کہ وہ اپنے باپ حارث کے ساتھ ایک دفعہ مکہ شریف میں پہنچا۔ لوگ ایک شخص کے گرد جمع تھے، جس کو وہ ”صابی“ دنیا دین اختیار کرنے والا، کہتے تھے۔ یہ صاحب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تھے جو لوگوں کو توحید اور ایمان باللہ کی دعوت دے رہے تھے لیکن لوگ آنجنابؐ کی بات کو رد کر رہے تھے اور آپ کو ایذا دینے کے درپے تھے۔ یہ سلسلہ دوپہر تک جاری رہا حتیٰ کہ لوگ آپ سے جدا ہونے لگے اس وقت ایک نو عمر خاتون آئیں جو (پریشانی میں) دوپٹہ پیچھے ڈالے ہوئے تھیں۔ پانی کا بڑا پیالہ اور ایک رومال اٹھاتے ہوئے تھیں یہ چیزیں اس نے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیں تو آپؐ نے پانی نوش فرمایا اور ہاتھ منہ صاف کیا۔ پھر آنجنابؐ نے نظر اٹھا کر ارشاد فرمایا ”بیٹی! دوپٹہ کو سینے پر ڈال لو اور ان حالات میں اپنے والد پر (ہلاکت کا) کوئی خوف نہ کرنا“ (اللہ تعالیٰ حافظ و ناصر ہیں)

ہم نے کہا کہ یہ کون خاتون ہیں ؟ تو لوگوں نے جواب دیا کہ یہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینبؓ ہیں۔

اس مقام میں واقعہ ہذا کے متعلق حدیث شریف میں متعدد روایات منقول ہیں ان میں سے ایک درست روایت کی اصل عبارت ذیل میں پیش کی جاتی ہے تاکہ اہل علم تسلی کر سکیں۔

عن الحارث بن الحارث قال قلت لابی ما هذه الجماعة
قال هؤلاء القوم الذين اجتمعوا على صابی لم يقولوا فنزلنا
فاذا رسول الله صلى الله عليه وسلم يدعوا الناس الى
توحيد الله عز وجل والايمان وهو من دون عليه
ويؤذونه حتى انتصف النهار والنصرع الناس عنه
اقبلت امرأه قد بدانحرها تحمل قدحاً ومنذيلاً
فتنادى له منها فشرب وتوضأ ثم رفع رأسه فقال يا بليته
خمرى عليك نحرى ولا تخافين على ابيك قلنا من هذه؟
قالوا هذه زينب بنته

”رواه الطبرانی ورجاله ثقات“

[مجمع الزوائد للشمسي ج ۲۱ ص ۳۰۵ کتاب المغازی والسير]
[باب تبليغ النبي صلى الله عليه وسلم ما رسل به وصبره على ذلك]

واقعہ ہذا سے درج ذیل چیزیں مستفاد ہو رہی ہیں :

○ دین و اسلام کی ابتدائی مشکلات میں صاحبزادی حضرت زینبؓ اپنے والد شریف کی معاونت میں بہت تن مصروف رہتی تھیں اور اپنی استطاعت کے مطابق مقدمات و خدمات سرانجام دیتی تھیں۔ اس دور میں پیغمبر اسلامؐ کے ساتھ ادنیٰ تعاون بھی کوئی سہل کام نہ تھا، بلکہ اپنی جان کو خطرات میں ڈالنا تھا۔

اور ان جاں گداز مراحل میں ہلاکتِ نفس کے خطرات سے آنجنابِ اپنی عزیزہ کو بڑی شفقتوں کے ساتھ تسلی دلاتے تھے کہ ہمیں اس کا کوئی خوف و ہراس نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارا حافظ و ناصر ہے۔ دین کے دشمن لوگ ہمارا کچھ بگاڑ نہیں سکتے۔

یہ دور جس طرح خدا کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے دشوار تر اسی طرح ان کی اولادِ مشریف اور دخترانِ عزیز کے حق میں بھی مشکاں ترین تھا۔ نامساعد حالات میں بھی دینِ حق کی حمایت میں ان درمہ موہاتِ طاہرات کا کوشاں رہنا اور اسلام کے فروغ میں معاونت جاری رکھنا ان کے دینی معیار و کردار کا اعلیٰ نمونہ ہے جو تمام امت کی مسلم خواتین کے لیے قابلِ رشک مغل اور لائقِ تقلید عمل ہے۔

یاد رہے کہ اسی نوعیت کا ایک واقعہ حضرت فاطمہ الزہراءؑ کے متعلق بھی محدثین نے ذکر کیا ہے۔ جو آنحضرتؐ کے حالات میں انشاء اللہ تعالیٰ درج کیا جائے گا۔

واقعہ شعب ابی طالب میں جناب ابوالعاص کی مخلصانہ خدمات (شیعہ کی کتب سے)

سیرت نگار علماء نے شعب ابی طالب کے واقعات کے تحت لکھا ہے کہ:
”ابوالعاص بن ربیع، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد تھے، گھاٹی میں محصور
حضرات کے فقر و فاقہ کی تنگی کے موقعہ پر ان کی نصرت اور امداد کے لیے گندم اور
خرما سے لدے ہوئے شتر لاتے تھے اور انہیں گھاٹی کے دہانہ پر ایک آواز
دے کر چھوڑ دیتے تھے تاکہ وہ گھاٹی میں داخل ہو سکیں اور خود وہاں سے واپس
آجاتے تھے۔ اسی طرح محصور حضرات کی جناب ابوالعاص خیر خواہی کرتے
تھے اور خوراک پہنچانے کا انتظام کرتے تھے۔

اسی بنا پر سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ ”ابوالعاص نے ہماری
دامادی کی بہترین رعایت کی ہے اور اس کا حق ادا کیا ہے۔“
اس واقعہ کو شیعہ کے متعدد علماء نے اپنی تصانیف میں ذکر کیا ہے۔ ذیل
میں ملا باقر مجلسی کی تصنیف ”حیات القلوب“ سے اس واقعہ کی اصل عبارت پیش
کی جاتی ہے:

○ ”و ابوالعاص بن ربیع کہ داماد رسول بود بر در شعب شترے آورد کہ
گندم و خرما بر آئنها بار کردہ بود و صدائیزد بر آں شتران کہ داخل مدہ میشند
و برے گشتند۔ لہذا حضرت فرمود کہ ابوالعاص حق دامادی مارا نیکو رعایت

کرد۔“ (حیات القلوب ج ۳۳، فارسی مطبوعہ نول کشور، لکھنؤ تحت باب لبت و شتم در بیان دخول شعب ابی طالب)

○ اسی طرح شیخ عباس قمی نے اس واقعہ کو ب عبارت ذیل نقل کیا ہے :

” واز کسانیکہ گاہے برائے آتھا خوردنی مے فرستاد ابو العاص بن الربیع داماد پیغمبر صلعم و ہشام بن عمرو و حکیم بن حزام بن خویلد برادرزادہ خدیجہ بود

و نقل شدہ کہ ابو العاص شتران از گندم و خرما حمل دادہ بشعب مے برد رہائے کرد۔ و ازینجا است کہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ فرمودہ کہ ابو العاص حق دامادی ما بگذاشت“

دستی الآمل از شیخ عباس القمی ص ۳۹ طبع تہران تحت احوال شعب ابی طالب (یعنی شیخ عباس قمی نے حوالہ مذکورہ بالا میں مزید یہ بات واضح کر دی کہ شعب ابی طالب میں محصور حضرات کے لیے خوراک پہنچانے کا انتظام کرنے والوں میں ایک ابو العاص بن ربیع بھی تھے جو داماد پیغمبر ہیں۔ دوسرے ہشام بن عمرو تھے اور تیسرے شخص حکیم بن حزام بن خویلد تھے جو حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کے برادرزادہ تھے۔

مختصر یہ کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر محصور حضرات بنی ہاشم کے حق میں ابو العاص بن ربیع نے اس مشکل ترین دور میں خصوصی اعانت کی تھی اور حق قرابت داری کو بطریقہ احسن سرانجام دیا تھا یہ چیز ابو العاص کے اخلاص اور اعلیٰ کردار کی دلیل ہے اور مواساتہ و جذبہ غم خواری کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ اس واقعہ کو حضرت ابو العاص کے خصوصی کارناموں میں شمار کیا جاتا ہے۔

اسی مضمون کو شیعہ کے مشہور عالم ملا باقر مجلسی نے اپنی تصنیف ”مرآة العقول شرح اصول صفحہ ۱۸۳ جلد خامس میں تحت باب مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم (طبع تہران) درج کیا ہے۔

شعب ابی طالب میں حکیم بن حزام کا تعاون

اس مضمون کو ابن کثیرؒ نے البدایہ والنہایۃ کے صفحہ ۶۸ جلد ثامن تحت حکیم بن حزام ۵۴ھ (طبع مصر) بعبارت ذیل نقل کیا ہے :-

كان حليم (بن حزام) يقبل بالخير يقدم من الشام فيشتريها بكمالها
ثويزها بجزها فيضرب اذبارها حتى يلجج الشعب يحمل الطعام و
الكسوة تكرمه لرسول الله صلى الله عليه وسلم ولعمته خديجة بنت خويلد

قوم کی طرف سے طلاق دلانے کا منصوبہ

اور ابو العاص کا صاف انکار

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مکی زندگی میں بڑے ابتلا اور آزمائش کا دور گزارا ہے سب اہل مکہ اور مضافات کے قبائل سب اسلامی تعلیم کے خلاف تھے توحید اور رسالت کے مسائل سننے اور سمجھنے کے لئے یہ معاشرہ ہرگز تیار نہ تھا اور اپنے پرانے جو اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے مسلمانوں سے سب انتہائی بغض رکھتے تھے اسلام اور اہل اسلام کے ساتھ عداوت انتہا تک پہنچی ہوئی تھی اس انتہائی مشکل ترین دور میں جہاں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی تعلیم کی مساعی جاری رکھیں اور ترویج دین کی کوشش فرماتے رہے وہاں آپ معاشرتی مسائل کو بھی نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دیتے رہے۔

آنجناب نے عرب کے عام دستور کے مطابق اپنی صاحبزادیوں کے نکاح اپنی قوم اور قبیلہ میں کر دیتے تھے اہل مکہ کی اسلام کے ساتھ مخالفت

انہوں نے ہر معاملے میں مشکلات کھڑے کرنے کا نصب العین بنالیا۔ حتیٰ کہ ازدواجی مسائل میں بھی انہوں نے مخالفت کی راہ اختیار کی اور حضرت کی صاحبزادیوں کے نکاح جن لوگوں سے ہو چکے تھے ان سے نکاح ختم کروانے اور طلاق دلوانے کا عزم کر لیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی حضرت زینبؓ کا نکاح ابوالعاص بن ربیع سے ہو چکا تھا۔ زعمار قوم قریش نے ابوالعاص کو اس سلسلہ میں جا کر مجبور کیا کہ آپ زینبؓ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو طلاق دے دیں اور قبیلہ قریش میں سے جس عورت کے ساتھ تم نکاح کرنا چاہیں ہم وہ عورت پیش کر سکتے ہیں۔ ابوالعاص نے جواب دیا کہ میں اپنی بیوی زینبؓ کو طلاق دے کر اپنے سے جدا نہیں کر سکتا اور اس کے عوض میں قریش کی کسی عورت کو پسند نہیں کرتا اور نہ ہی کوئی قریش کی کوئی عورت اس کے عوض میں مجھے مطلوب ہے۔

..... فلما نادى قريشاً بأمر الله تعالى اتوا ابوالعاص

بن ربیع فقالوا فاماماً صاحبته ونحن نتزوجك

باقی امراة شئت من قريش فقال لا والله لا افارق

صاحبتى وما يسرنى ان لى بأمر ابي افضل امراة

من قريش" لہ

لہ (۱) ذخائر العقبی ص ۱۵

تحت ذکر تزویجہا زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۲) المبدأ لابی بن کثیر ص ۳ ج ۳

فصل فی دصول خبر مصائب اہل بدر

(۳) تاریخ الخنیس للذیاری السکری ص ۲۳ ج ۱

تحت (ذکر زینبؓ)

ابوالعاص کا قرابتداری میں کامل اخلاص اور

آنجناب کی طرف سے انکی قدردانی

ابوالعاص بن ربیع نے اس موقع پر اپنی ثابت قدمی کا پورا مظاہرہ کیا اور قریش نے بھی نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس رشتے کو ختم کرانے کے لئے پوری قوت صرف کی ابوالعاص قابلِ صدمہ مبارکباد ہیں کہ وہ ابھی تک اسلام نہیں لائے تھے اور انہی قوم قریش کے مسلک پر تھے اس کے باوجود جب قوم نے مسئلہ طلاق اور تفریق بین الزوجین پر زور دیا تو آپ نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رشتہ داری کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے یہ جواب دیا :-

..... "قَالَ لَا وَاللَّهِ اَذُنُ لَا اَفَارِقُ صَاحِبَتِي" ۱

"یعنی اللہ کی قسم میں اپنی بیوی (حضرت زینبؓ) سے ہرگز جدا نہیں ہو سکتا"

ابوالعاص کا یہ استقلال بہت قابلِ قدر ہے اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ابوالعاص نے نہایت قدردانی کی ہے اور آنجناب کے ساتھ برادرانہ قرابتداری کو خلوص کے ساتھ قائم رکھا ہے۔

اور سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس مسئلہ میں اس کی شکر گزاری اور قدردانی کو عمدہ الفاظ کے ساتھ سراہا ہے اور اس مسئلہ میں ابوالعاص کے حق میں

ثنا و خیر بیان فرمائی آنجناب سے یہ فرمودات اسی موقع پر صادر ہوئے تھے جب قریش نے حضرت زینب کی طلاق طلب کی تھی اور ابوالعاص نے ان کو طلاق دینے اور اپنے سے جدا کر دینے سے انکار کر دیا تھا۔ علامتے سیرۃ نگار اس موقع پر ابوالعاص کے حق میں لکھتے ہیں کہ :-

وكان ابوالعاص بن ربيع مواخيا لرسول الله صلى الله عليه وسلم مصافيا له وكان صلى الله عليه وسلم قد شكر مصاهرة واشتق خيرا حين ابى ان يطلق زينب لما سأله قریش ذلك۔^۱

۱۔ (۱) ذخائر العقبۃ ص ۱۵۸

تحت ذکر اسلام زوجہ ابی القاسم

(۲) البدایہ والنہایہ لابن کثیر ص ۳۱۱ ج ۳

تحت فصل وصول خبر مصائب اہل بدر

مکی زندگی کا آزمائشی دور

اہل مکہ کی طرف سے جب مسلمانوں کے حق میں عداوت شدت اختیار کر گئی تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اذن سے مسلمان مدینہ شریف کی طرف ہجرت کرنے لگے۔ اور حسب اتفاقات یہ ہجرت جاری رہی پھر بفرمان الہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ہجرت فرمائی۔

ہجرت کے بعد اسلام کا ایک دوسرا دور شروع ہوتا ہے۔ مدینہ شریف پہنچ کر مالک کریم کی طرف سے کفار کے ساتھ قتال کرنے کی اجازت مل گئی مدنی زندگی میں اسلام اور کفر میں بڑا مقابلہ رہا بڑی بڑی جنگیں لڑی گئیں ایک مشہور جنگ غزوہ بدر کے نام سے معروف ہے اس میں قریش مکہ اپنی پوری تیاری سے اہل اسلام کے مقابلہ کے لئے بدر میں پہنچے تھے اور ادھر اہل اسلام مدینہ شریف سے ستر بار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں تھے میدان جہاد پہنچے غزوہ ہند (بدر) کی تفصیلات عام اہل علم کو معلوم ہیں یہاں ان کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں اس جگہ صرف ایک واقعہ جو ابوالعاص اور حضرت زینب سے متعلق ہے وہ ذکر کیا جاتا ہے۔

حضرت خدیجہ کے ہار کا واقعہ

جنگ بدر میں جب اہل اسلام کو فتح ہو گئی تو جنگی قاعدہ کے مطابق شکست خوردہ کفار کو اہل اسلام نے قید کر لیا اور قیدیوں کو حسب دستور مرکز اسلام (مدینہ) میں لایا گیا۔ مسلمانوں کی طرف سے یہ فیصلہ ہوا جو لوگ بدر میں قید کر کے یہاں لائے گئے ہیں۔ ان سے

مقتول معاوضہ لے کر انہیں رہا کیا جاتے۔ اس سلسلہ میں ابوالعاص ابن ربیع بھی مسلمانوں کے ہاتھوں قید ہو کر مدینہ میں آئے ہوئے تھے اور عباس بن عبد المطلب عم نبوی بھی اس زمرہ میں قید ہو کر مدینہ شریف پہنچے ہوئے تھے۔

یاد رہے کہ جناب عباس بن عبد المطلب و ابوالعاص وغیرہ ایسے حضرات تھے جو اپنی قوم کی مجبوری کی بنا پر کفار کے ساتھ آگئے تھے لیکن انہوں نے اہل اسلام میں سے کسی کو قتل نہیں کیا تھا تاہم ان کا شمار زمرہ مخالفین میں ہی تھا۔ پھر اہل مکہ نے اپنے اپنے قیدیوں کو خلاص اور واکذار کرانے کے لئے فدیے اور معاوضے بھی مدینہ طیبہ ارسال کئے تھے۔ اس ضمن میں ابوالعاص کی رہائی کے لئے حضرت زینبؓ نے اپنا وہ ہار و جوان کو امان خدیجہؓ کی طرف سے عطا شدہ تھا، ابوالعاص کے فدیہ کے طور پر ارسال کیا۔

مدینہ شریف میں یہ فدیے اور معاوضے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کئے گئے اور ابوالعاص کا معاوضہ حضرت زینبؓ کی طرف سے ہار کی شکل میں پیش ہوا اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نظر فرمائی تو آنجناب پر (بلا اختیار) رقت کی کیفیت طاری ہو گئی۔ اور اس کو دیکھ کر حضرت خدیجہؓ کے دور کی یاد تازہ ہو گئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس کیفیت کے اثر میں تمام اہل مجلس متاثر ہوئے آنجناب نے اس وقت صحابہ کرامؓ کو ارشاد فرمایا اگر تم ابوالعاص کو رہا کر دو اور زینبؓ کے اس ہار کو جوان کے عوض میں انہوں نے ارسال کیا ہے واپس کر دو تو تم ایسا کر سکتے ہو اس وقت صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ جناب کا ارشاد درست ہے ہم ابوالعاص کو بلا عوض خلاص کرتے ہیں اور زینبؓ کے ہار کو واپس کرتے ہیں۔ اس موقع پر سردارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالعاص سے عہد لیا اور وعدہ لیا تھا کہ جب آپ مکہ میں واپس پہنچیں تو حضرت زینبؓ کو ہمارے ہاں پہنچنے کی اجازت دے دیں۔ ابوالعاص نے یہ عہد کر لیا چنانچہ ابوالعاص کو بلا معاوضہ رہا کر دیا گیا اور حضرت خدیجہؓ والے ہار کو بھی حضرت زینبؓ کی طرف واپس بھیج دیا گیا یہ واقعہ متعدد کبار محدثین اور

مشہور اہل سیرت و تاریخ نے اپنے اپنے انداز میں ذکر کیا ہے یہاں صرف چند حوالہ جات نقل کئے جاتے ہیں پہلے سنی علماء کے حوالہ جات درج ہیں پھر ساتھ ہی شیعہ علماء کی عبارت بطور تائید کے نقل کر دی ہے۔

عن عائشة قالت لما بعثت اهل مكة في فداء اسراهم بعثت زينب في فداء ابي العاص

بمال وبعثت فيه بقلادة كانت خديجة ادخلتها بها
على ابي العاص حين بنا عليها فلما راها رسول الله صلى الله
عليه وسلم رقى لها رقعة شديدة وقال ان رأيتم
ان تطلقوا لها اسيرها وتردوا عليها الذي لها فافعلوا
قالوا نعم يا رسول الله فاطلقوه ورددوا عليها الذي
لها وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم قد اخذ
عليه او وعد رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يخلي
زينب اليه۔ ۱۷

۱۷ (۱) دلائل النبوة للبيهقي ص ۲۳۳ ج ۲

تحت باب ما جاء في ترتيب بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم۔

(۲) مسند احمد بن حنبل ص ۲۴۶ ج ۶ (سادس) تحت مسند عائشةؓ

(۳) ابوداؤد شریف ص ۳۶۴ ج ۲ طبع مجتبیٰ دہلی۔ یاب فی فداء الاسیر بالمال۔

(۴) مشکوٰۃ شریف ص ۳۴۶ عن عائشةؓ

باب حکم الاسرار الفصل الثانی بحوالہ احمد و ابی داؤد

(۵) البدایہ والنہایہ لابن کثیر ص ۳۱۲ ج ۳

فصل فی وصول خبر مصائب اہل بدر

اور شیعہ علماء رکھتے ہیں کہ :-

ابو العاص در جنگ بدر اسیر شد و زینبؓ قلاوہ کہ حضرت خدیجہؓ بادر دادہ بود بنزد حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرستاد برائے فدائے شوہر خود چوں حضرت نظرش بر قلاوہ افتاد خدیجہؓ را یا و نمود و رقت کرد و از صحابہ طلب نمود کہ فدائے او را بخشند و ابو العاص را بے فدا رہا کنند۔ صحابہؓ چنین کردند۔ حضرت از ابو العاص شرط گرفت کہ چوں بکے برگردد و زینبؓ را بخدمت آنحضرت فرستد۔ او شرط خود وفا نمود و زینبؓ را فرستاد بعد ازاں خود بدینہ آمد و مسلمان شد۔

(ترجمہ) ابو العاص غزوہ بدر میں قید ہو گئے تو حضرت زینبؓ نے اپنے شوہر (ابو العاص) کے فدیہ میں اپنے والد ماجد رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وہ ہار بھیجا جو انہیں ان کی والدہ حضرت خدیجہؓ نے عطا فرمایا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہار دیکھا تو خدیجہؓ کی یاد تازہ ہو گئی اور جسم اطہر پر رقت کی کیفیت طاری ہو گئی آپ نے صحابہ سے خواہش ظاہر کی کہ وہ ابو العاص کو بغیر فدیہ کے رہا کر دیں چنانچہ صحابہ نے ایسے ہی کیا۔ آپ نے ابو العاص سے عہد لیا کہ وہ مکہ جا کر حضرت زینبؓ کو آپ کے پاس مدینہ منورہ میں بھیج دیں گے۔ ابو العاص نے اس شرط کو پورا کیا۔ مکہ جا کر زینبؓ کو بھیج دیا بعد میں خود بھی مدینہ پہنچ کر مسلمان ہو گئے۔

۱۔ حاشی منتهی الآمال طبع طهران ۱۳۸۱ھ فصل ہشتم

از شیخ عباس القمی

در بیان احوال اولاد امجاد آنحضرتؐ است

اب یہ صورت پیش آئی کہ ابو العاص کو مذکورہ وعدہ لینے کے بعد رہا کر دیا گیا۔ اور ساتھ ہی حضرت زینبؓ کے ہار کو واپس کر دیا گیا۔

چند ایام کے بعد حضرت زینبؓ کو لاتے کے لئے سردار دو عالمؑ نے زید ابن حارثہ اور ایک انصاری کو روانہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ فلاں وادی کے فلاں مقام میں جا کر انتظار کرنا بعض محدثین کہتے ہیں کہ اس وادی کا نام یاجج تھا (ان کو فرمان تھا کہ اس وادی کے پاس زینب پہنچیں گی تم ان کے ساتھ ہو لینا اور یہاں مدینہ میں لا کر ہمارے ہاں پہنچا دینا۔

وبعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زید بن حارثۃ و
رجلاً من انصار فقال کونا ببطن یاجج حتی تمویعہما
زینب فتصحباهما حتی تاتیابہا۔ ۱

مقام غور

بیٹی سوتیلی ہو تو اس سے رشتہ اور میکہ داری کا تعلق بیوی (اس کی ماں) کی زندگی تک ہوتا ہے مذکورہ واقعہ اس دور کا ہے جب حضرت خدیجہ وفات پا چکی تھی اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم وطن بھی چھوڑ چکے تھے اب اس حال میں حضرت زینبؓ کی واپسی اور مدینہ میں ان کی طلب ماں کی مامتا کے وراء باپ کا جذبہ شفقت پوری ہے اگر زینبؓ حضرت خدیجہ کے پہلے خاوند کی بیٹی ہوتیں تو حضورؐ انہیں ان بدسلوالات میں ہرگز مدینہ میں طلب نہ فرماتے۔

۱ (۱) ابوداؤد شریف ج ۳۶ ص ۲۲ تحت فی نذار الاسیر مال

(۲) طبقات ابن سعد ص ۲ ج ۸ تحت ذکر زینب۔

حضرت زینبؓ کی ہجرت کا واقعہ

اور ہبار بن اسود کی ایذا رسانی

ابوالعاص بن رزیع رہا ہو کر جب مکہ پہنچ گئے حضرت زینبؓ کو تمام احوال ذکر کئے اس وقت ابوالعاص نے حضرت زینبؓ کو بطیب خاطر کہہ دیا کہ میری طرف سے اجازت ہے آپ بخوشی اپنے والد شریف کے ہاں جاسکتی ہیں۔ حضرت زینبؓ سفر ہجرت کی تیاری میں لگ گئیں۔ جب تیاری سے فارغ ہوئیں اور وعدہ کے ایام بھی آگئے تو ابوالعاص نے اپنے بھائی کنانہ بن رزیع کی نگرانی میں ان کو رخصت کیا حضرت زینبؓ اونٹ پر سوار ہوئیں اور کنانہ نے اپنی قوس اور ترکش وغیرہ کو بھی ساتھ لیا کنانہ آگے آگے ساتھ چل رہا تھا اور سواری کو کھنچے لئے جا رہا تھا حضرت زینبؓ سواری کے اوپر کجاوہ میں فروکش تھیں اس دوران اہل مکہ کو اطلاع ہو گئی کہ زینبؓ ہجرت کئے جا رہی ہیں (یہ دن کا واقعہ تھا) حبیب و آدمی ذی طوی کے پاس حضرت زینبؓ پہنچی ہیں تو مکہ والے پیچھے سے معارضہ کے لئے آ پہنچے۔ پہلا وہ شخص جو سبقت کر کے ایذا پہنچانے کے لئے درپے ہوا۔ ہبار بن اسود تھا۔ اس نے نیزہ لگایا حضرت زینبؓ ہودج (کجاوہ) میں تھیں اور امید سے تھیں۔ مؤرخین کہتے ہیں کہ حضرت زینبؓ کو سواری سے گرا دیا گیا۔ آپ چٹان پر گر گئیں۔ سخت چوٹ آنے کی وجہ سے خون جاری ہو گیا اور بہت مجروح ہو گئیں۔ اس وقت کنانہ نے اپنا ترکش کھول دیا اور معارضہ کرنے والوں پر تیر اندازی شروع کر دی۔ اور کہا جو بھی قریب آئے گا۔ اس کو تیروں سے پرو دیا جائے گا۔ تب وہ کہیں معارضہ سے نرم پڑے اور ہٹنے لگے۔

وكان أول من سبق إليها هبار بن الأسود بن المطلب
 بن اسد ابن العزى الفهرى فزوعها هبار بالرمح وهى
 فى اليهودج وكانت حاملا فىما يزعمون فطرحت
 برك حموها كنانة ونثر كنانة ثم قال والله لا يدنوا
 منى رجل الا وضعت فيه سهما فتكركر الناس عنه

۱۰ ہبار بن اسود کے متعلق حافظ ابن حجر نے ”الاصابة“ میں لکھا ہے کہ ہبار
 نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور توحید و رسالت کا
 اقرار کیا اس کے بعد اس نے اپنے سابقہ جرائم اور معاصی کی بھی معذرت پیش
 کی اور اپنی جہالتوں کا اقرار کر کے معافی طلب کی۔

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

قد عفوت عنك وقد احسن اليك حيث هدائك الى الاسلام
 والاسلام يوجب ما قبله۔

(۱) الاصابة ص ۵۶۶ ج ۳ تحت ہبار بن اسود

یعنی میں نے تجھ کو معاف کر دیا۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ عمدہ معاملہ کیا ہے! اس طور پر
 کہ اس نے تجھے اسلام کی ہدایت دی ہے اور اسلام سابقہ گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔

۱۰ (۱) البدایہ والنہایہ ص ۳۳ ج ۳

فصل فی قدوم زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مهاجرة من مکة الى المدينة

(۲) مجمع الزوائد للہیثمی ص ۲۱۵ ج ۹ باب ما جاء فی فضل زینب بنت رسول اللہ

(۳) نسب قریش ص ۲۱۹ تذکرہ بن ہبار بن اسود

(۴) المنتخب من ذیل البدایہ من تاریخ الصحابة والتابعین۔

از محمد بن جریر الطبری ص ۳۔ تحت حالات زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اس موقع پر سخت مقابلہ پیش آنے کی وجہ سے حضرت زینبؓ کو واپس ہونا پڑا اور کفار مکہ حضرت زینبؓ کے بر ملا سفر ہجرت کو گورا نہیں کر سکتے تھے۔ اس وجہ سے چند راتیں حضرت زینبؓ اس پیش قدمی سے غاموش ہو گئیں۔ جب اس واقعہ کا چرچا فرد ہو گیا تو حضرت زینبؓ رات کو اپنے دیور کے ساتھ مکہ سے باہر تشریف لے گئیں۔ اور زید بن حارثہؓ اپنے ساتھی سمیت جو اس کام کے لئے مستقل طور پر مدینہ منورہ سے آئے ہوئے تھے اور وہ ان کے منتظر تھے ان کے پاس پہنچا دیا گیا پس وہ دونوں حضرت زینبؓ کو لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے اور امانت داروں نے آنجناب کی امانت کو بڑی عزت اور احترام کے ساتھ پہنچا دیا۔

فأقامت ليالٍ حتى إذا هذأت الأصوات خرج بها ليلا حتى
أسلمها إلى زيد بن حارثه وصاحبه فقد ما بها على

۱۰ یعنی حضرت زید بن حارثہؓ اور ان کے ساتھی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو لیکر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بحیریت پہنچ گئے اس مقام میں یہ چیز واضح کر دینا مناسب ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ابوالعاص کو بدر کے قیدیوں سے رہا فرمایا تھا اور خدیجہ کا ہا رہی واپس کر دیا تھا تو اس وقت ابوالعاص سے وعدہ لیا تھا کہ جب آپ مکہ شریف پہنچیں تو میری لڑکی زینبؓ کو ہمارے ہاں مدینہ طیبہ بھیج دینا۔ ابوالعاص نے آپؐ کی خدمت میں اس وعدہ کو پورا کرنے کا عہد کیا تھا۔

جب ابوالعاص مکہ شریف میں پہنچا تو اس نے وعدہ کے مطابق وہاں جا کر حضرت زینبؓ کو مدینہ روانہ کر دیا۔ اس بنا پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔

”أتى انكحت ابوالعاص بن الربيع فحدثني (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لہ (i) البدایہ والنہایہ ص ۳۳۱ ج ۳

فصل فی قدوم زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مہاجرۃ من مکۃ الی المدینہ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) وصدقنی

ابن شہاب کی روایت میں اس طرح ہے کہ مسور کہتا ہے۔

سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذکر صہراً لہ من بنی

عبد الشمس فاشنی علیہ فی مصاہرتہ ایامہ فاحسن

قال حدثنی وصدقنی وودع فی فوقی لی لہ

مفہوم عبارت یہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ ابوالعاص ابن ربیع کو میں نے نکاح کر دیا اس نسل میرے ساتھ گفتگو کی اور راست گوئی کی۔

دوسری روایت کا مطلب یہ ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی عبد الشمس کے ساتھ اپنے

رشتہ (دامادی) کا ذکر فرمایا دامادی کے حق میں اس کی ثنائے خیر فرمائی اور اس کے عمدہ

معاملہ کی تحسین فرمائی نیز فرمایا کہ اس نسل میرے ساتھ کلام کیا ہے اور سچ کہا ہے اور اس نسل

میرے ساتھ وعدہ کیا اور اس کو ٹھیک طور پر پورا کر دکھایا۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

لہ (i) بخاری شریف ص ۴۳۸ ج ۱ باب ما ذکر من دمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(ii) بخاری شریف ص ۵۲۸ ج ۱ کتاب المناقب تحت اصہار النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(iii) مسند احمد ص ۳۲۶ ج ۴ تحت روایات مسود بن مخزوم

صاحبزادی سیدہ حضرت زینبؓ کی ایک عمدہ فضیلت

جس طرح مسلمان مردوں نے سفر ہجرت میں بڑی بڑی اذیتیں اٹھائیں اسی طرح اہل اسلام کی عورتیں نے بھی ہجرت کے واقعہ میں مختلف تکالیف برداشت کیں عورت چونکہ صنف نازک ہے اور مردوں کی نسبت فطرتاً کمزور اور ضعیف واقع ہوئی ہے وہ معمولی تکلیف میں بھی نہایت پریشان اور خوفزدہ ہو جاتی ہے۔

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ زینبؓ کے سفر ہجرت کے دردناک واقعات اوپر ذکر ہو چکے ہیں آں معصومہؓ نے یہ مصائب صرف دین کی خاطر برداشت کئے اور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی ہونے کی وجہ سے ان کو یہ جان گداز مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہجرت کرتے ہوئے انہیں راستے میں جا کر روکنا اور غیر معمول تشدد کرنا صرف اس لئے تھا کہ آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی تھیں ورنہ آں معصومہ رضی اللہ عنہا کا کوئی قصور نہیں تھا نہ ہی وہ کسی جرم

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

مختصر یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابوالعاص کے داماد ہونے میں اس کی تعریف فرمایا کرتے تھے اور اس کے ایفائے عہد کی تحسین فرماتے یہ ابوالعاص کے حق میں اس کے عملی کردار کی بہت بڑی توثیق ہے اور اس کے دامادی تعلق کی تحسین ہے۔

سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اطہر سے کسی کی توثیق اور تصدیق کا پایا جانا کوئی معمولی بات نہیں یہ ایک بہت بڑی فضیلت ہے اور اس کے عمدہ کردار کی ترجمانی کرتی ہے۔

البدایہ لابن کثیر ص ۳۵۴ تحت ابی العاص بن الربیع رحمہ

کی ترکیب تھیں ان کی یاد اس وقت بنت خدیجہ کی حیثیت سے نہ تھی بنت رسولؐ کی حیثیت سے ان سب مشکلات کا باعث تھی تاہم حضرت سیدہ زینبؓ یہ تمام مشکل مراحل گزار کر اور مصائب برداشت کر کے جب دربار رسالت میں پہنچیں اور تمام واقعات گوش گزار کئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیاری صاحبزادی کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

ہی خیر بناتی اُصیبت فیؑ اور بعض روایات کے اعتبار سے

ہی افضل بناتی اُصیبت فیؑ لہ

یعنی میری بیٹیوں میں زینبؓ سب سے افضل ہے جو میری وجہ سے

مصیبت زدہ ہوئیں اور انہیں اذیت دی گئی۔

آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے سفر ہجرت سے بعد کا ہے اور متعدد علماء نے اس کو اپنی تصانیف میں نقل کیا ہے ہم نے بطور اختصار کے صرف دو مصنفین کا حوالہ دیا ہے اطمینان کے لئے استفادہ کافی ہے اس میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحبزادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے حق میں ایک بڑی فضیلت کا اظہار فرمایا ہے۔

دین اسلام کے معاملہ میں ایمان اور یقین کے اعتبار سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا مقام بہت اونچا ہے جس کی خبر انہیں دربار نبوت سے بطور خوشخبری کے

لہ (۱) مجمع الزوائد للہیثمی ص ۲۱۳ ج ۹

باب ما جاء فی فضل زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۲) دلائل النبوة للبیہقی ص ۲۲۶ ج ۲

باب ما جاء فی زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

دی گئی۔

ناظرین کرام! کی خدمت میں یہ وضاحت ذکر کی جاتی ہے کہ یہ فضیلت جو سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے لئے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ذکر کی گئی ہے یہ تحمل مصائب اور شہادت کے برداشت کرنے کے پیش نظر ہے اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت عظیمہ جو زبان نبوت سے ثابت ہے وہ سیادت کے بارے میں ہے۔ بعض اوقات یوں بھی ہوتا ہے کہ باپ اپنی جگہ موجود ہے بیٹے سے افضل بھی ہے مگر بعض دوسرے وجوہ کے باعث بیٹا قوم کا سردار ہوتا ہے۔ افضل ہونا اور بات بات ہے اور سردار ہونا اور بات ہے تو آپ کی ان دونوں بیٹیوں کی شان اپنی جگہ پر مسلم ہے ان کا آپس میں تقابل پیدا کرنا مقصود نہیں۔ انزلوا للناس علی قدر منازلہم قول مشہور ہے سو اس کے موافق معاملہ کرنا ہر پہلو سے درست ہے

نیز یہ توجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے حق میں جو الفاظ فضیلت فرمائے گئے ہیں وہ جزوی فضیلت ہے جو آنجناب کی دیرینہ رفاقت پر آپ کو حاصل رہی اور حضرت سیدہ فاطمہ کے حق میں جو الفاظ مروی ہیں وہ فضیلت عامہ کے اعتبار سے ہیں کہ یہی بیٹی آنجناب کے بعد زندہ رہی اور آنجناب نے اپنی اولاد میں سے اسی کو باقی چھوڑا۔ لہذا اس معاملہ میں کوئی باہمی منافات نہیں۔ اس پر حضرت فاطمہؓ کے سوانح کے تحت انشاء اللہ تعالیٰ مزید گفتگو ہوگی۔

تنبیہ :

اس مقام میں حضرت عروۃؓ اور حضرت زین العابدینؓ کے درمیان جو مکالمہ پایا جاتا ہے وہ بعض رواۃ کی طرف سے درج ہے اور ان کا اپنا بیان ہے قرینہ یہ ہے کہ دور نبوت میں اور دور صحابہ کرامؓ میں انتفاص حق فاطمہؓ کا یہ مسئلہ پیدا نہیں ہوا تھا بلکہ ایک اہم دور گزر جانے کے بعد یہ مسئلہ پیدا کیا گیا اور اکابر کی طرف اس کی نسبت کر دی گئی۔ سرورِ روایت میں الفاظ کے ادراج کو پہچاننا حاذق محدثین کا کام ہے۔ مسئلہ میں افراطِ تفریط کا پہلو اختیار نہ کیا جائے۔ تو مسئلہ از خود صاف ہو جاتا ہے جیسا کہ ہم نے اوپر عرض کیا ہے۔

حضرت زینبؓ کی طرف سے پناہ دینے کا واقعہ

پھر اس کے بعد ابوالعاص کا اسلام لانا

ابوالعاص جب تک اسلام نہیں لائے تھے مکہ میں مقیم رہے اور حضرت زینبؓ اپنے والد شریف کے ہاں مدینہ میں مقیم رہیں۔ مکہ معظمہ والے تجارت کے سلسلہ میں شام کی طرف سفر کیا کرتے تھے ایک تجارتی قافلہ شام کی طرف روانہ ہوا اس قافلہ میں ابوالعاص بن زینع بھی تجارتی مقصد کے لئے شریک سفر تھے اور قریش کے اموال تجارت ان کے پاس تھے ملک شام سے جب یہ تجارتی قافلہ تجارت کرنے کے بعد واپس ہوا تو مسلمانوں کو ان کی واپسی کا علم ہو گیا انہوں نے اس قافلہ کو جہادی الاڈلی سٹہ میں گرفتار کر لیا اور ان کے اموال کو اپنی نگرانی میں لے لیا اور ابوالعاص قافلہ والوں سے گریز کرتے ہوئے قافلہ سے قبل مدینہ طیبہ پہنچ گئے اور حضرت زینبؓ کے ہاں پناہ لی حضرت زینبؓ نے ان کو پناہ دے دی باقی قافلہ والے مدینہ شریف بعد میں پہنچے۔ عام مسلمانوں کو اس بات کی اطلاع نہیں تھی جب صبح کی نماز نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو پڑھائی سلام پھیرنے کے بعد عورتوں کی صفوں میں سے حضرت زینبؓ نے آواز دی کہ اے مسلمانو! میں نے ابوالعاص بن الزینع کو پناہ دے دی ہے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ سنا تو آنجنابؐ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا جو کچھ میں نے سنا تم نے بھی سُن لیا انھوں نے عرض کیا جی ہاں۔ یا رسول اللہ! اس کے بعد آپؐ نے بطور حلف کلام فرمایا

کہ مجھے بھی پہلے اس بات کا علم نہیں تھا اور جب مسلمانوں کا ایک ادنیٰ شخص کسی کو پناہ دے دے تو اس کی پناہ اسلام میں منظور کی جاتی ہے اور اس کا پناہ دینا درست ہوتا ہے (فلہذا زینبؓ کا ابوالعاصؓ کا پناہ دینا صحیح قرار دیا جاتا ہے اس کو مسلمان ملحوظ رکھیں۔ اس کے بعد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صاحبزادی حضرت زینبؓ کے گھر تشریف لائے اور زینبؓ کو ارشاد فرمایا اے پیاری بیٹی! اکرمی مشواہ۔ ان کی خاطر داری اچھی کرنا اور ان کو باعزت رکھنا، اور ازدواجی تعلق سے پرہیز رکھنا اس کے بعد سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابہ کرام کی طرف آدمی بھیجا جنہوں نے ابوالعاصؓ کے اموال کو ضبط کر لیا تھا اور اپنی نگرانی میں لئے ہوئے تھے حضورؐ کا حکم ہوا کہ ابوالعاصؓ کے تمام اموال اس کی طرف واپس کر دیئے جائیں اور ان میں سے کوئی چیز روک نہ رکھی جائے چنانچہ ابوالعاصؓ نے اپنا تمام مال وصول کر لیا اور مکہ شریف واپس آگئے مکہ معظمہ میں پہنچنے کے بعد جن لوگوں کے مال ابوالعاصؓ کے پاس تھے ان تمام کو بلوایا اور ان کے اموال انھیں واپس کر دیئے اس کے بعد ان سے کہا کہ اے قریش کی جماعت! کسی ایک کے لئے میرے پاس مال باقی رہ گیا ہے؛ یا تم نے وصول کر لیا سب نے کہا کہ اب ہمارا کسی کا کوئی مال تمہارے پاس نہیں۔ فجزاک اللہ خیراً فقد وجدناک وقیاً کریماً۔ یعنی اللہ تعالیٰ تم کو جزائے خیر عطا فرمائے ہم نے تمہیں بڑا اشریف اور وفادار پایا۔

اس کے بعد جماعتِ قریش کے سامنے ابوالعاصؓ نے اعلان کیا انی اشہد ان لا الہ الا اللہ وان محمدًا عبدہ ورسولہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی پرستش کے لائق نہیں اور محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اللہ کی قسم! مدینہ شریف میں اسلام لانے سے صرف یہ چیز مجھے مانع رہی کہ

کہیں تم یہ گمان کرنے لگیں کہ میں نے تمہارے اموال کو کھا جانے کا ارادہ کر لیا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف تمہارے اموال واپس کر دیئے اور میں ان سے فارغ ہو گیا تو اب میں اسلام لایا ہوں اس کے بعد ابو العاصؓ بن ربیعؓ مکہ سے نکل پڑے اور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور پھر ان کا اسلام بڑا عمدہ اور سچتہ ہو گیا اور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینبؓ کو نکاح اول پر ہی

ناظرین کرام! کو معلوم ہونا چاہیے کہ ابتداء اسلام میں زوجین کا آپس میں مسلمان ہونا نکاح کیلئے ضروری نہیں تھا۔ اور ابتداء اسلام میں بہت سے ایسے نکاح قائم رہے جن میں زوج یا زوجہ میں سے ایک مسلمان ہوتا تھا تو دوسرا کفر پر ہوتا تھا۔ اس دستور مروجہ کی بنا پر حضرت زینبؓ ابو العاص کے نکاح میں رہیں مدینہ شریف ۶ھ صلح حدیبیہ کے سال میں اللہ تعالیٰ نے مسلمان عورتوں کو مشرکین پر حرام کر دیا۔

”انما حرم الله المسلمات على المشركين عامر الحديبية
سنة ست من الهجرة“

البدایہ لابن کثیر ص ۳۱۱ ج ۳
فصل فی وصول خبر مصائب اہل بدر

ابو العاصؓ جس وقت اسلام لاکر مدینہ منورہ پہنچے تو بعض علماء کہتے ہیں کہ حضرت زینبؓ کو نکاح جدید اور مہر جدید کے ساتھ رخصت کیا گیا۔ اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ نکاح اول پر ہی ان کو ابو العاصؓ کی طرف رواد کیا گیا۔ مندرجات بالا کی روشنی میں بعض لوگوں کا یہ اعتراض کرنا بے جا ہے کہ ابو العاصؓ تو غیر مسلم تھے ان کی زوجیت میں حضرت زینبؓ کا رہنا کس طرح صحیح ہوا وجہ یہ ہے کہ فریقین کے کبار علماء نے تصریح کر دی ہے کہ مسلم و مشرک کے درمیان ابتداء اسلام میں مناکحت جائز تھی بعد میں منع ہوئی ہے اور قبل از منع یہ ازدواجی تعلقات (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

”سیر اعلام النبلاء للذہبی ص ۶۱۱ تحت حالات حضرت زینبؓ“ ”اس مقام میں مسئلہ ہذا کی مزید وضاحت“

ابوالعاص بن الرزیح کی طرف واپس کر دیا لے

لہ (۱) البدایہ والنہایہ ص ۳۳۲ ج ۳

فصل فی قدوم زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہاجرتہ من مکہ الی مدینہ

(۲) طبقات ابن سعد ص ۲۱-۲۲ ج ۸

تحت ذکر زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۳) ذخائر عقبی ص ۱۵۹ فی مناقب ذوی القربی لاحمد بن عبد اللہ المحب الطبری

تحت ذکر اسلام زوجہ ابی العاص

(۴) الاصابہ لابن حجر ص ۳۰۵ ج ۴

تحت ذکر من اسمہا زینب بنت سید ولد آدم

(۵) الفتح الربانی ترتیب مسند احمد بن حنبل ص ۹۸

روایت ۸۹۲ طبع مصر

(۶) المصنف لعبد الرزاق ص ۱۴۱-۱۴۲ ج ۷

باب متی اور ک الاسلام من نکاح او طلاق

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) درست تھے ان میں کوئی حرج نہیں تھا۔

ذیل میں علماء کے بیانات ملاحظہ فرمائیں اور ہم نے شیعہ علماء کے بیانات نقل کرنے پر اکتفا کی

ہے ہمارے علماء تو اس چیز کے بلا اختلاف قائل ہیں۔

(۱) شیعہ کے مشہور عالم شیخ ابو علی الفضل بن حسن الطبری اپنی تفسیر مجمع البیان میں حضرت

لوط علیہ السلام اور ان کی لڑکیوں کے واقعے کے تحت لکھتے ہیں۔ وکذا کان یجوز ایضاً

فی مبتدأ الاسلام وقد زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

شیعہ مؤرخین کی جانب سے واقعاتِ ہذا کی تائید

شیعہ سیرت نگاروں نے بھی اس طرح لکھا ہے کہ جب مسلمانوں نے قریش کے قافلے پر گرفت کی اور ان کے اموال کو اپنی تحویل میں لے لیا تو اس وقت ابوالعاص بن الربیع مدینہ شریف میں داخل ہوئے اور صاحبزادی زینبؓ کے پاس انہوں نے پناہ لی۔ جب صبح کی نماز رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا چکے تو صاحبزادی زینبؓ نے آواز دی کہ میں نے ابوالعاص بن الربیع کو پناہ دی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) بنتہ من ابی العاص بن الربیع قبل ان یسلو ثور
نسخ ذالک۔

یعنی اسی طرح ابتداء اسلام میں مؤمنہ کی تزویج کافر کے ساتھ جائز تھی اور تحقیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی زینبؓ کا نکاح ابوالعاص بن الربیع سے اس کے اسلام لانے سے پہلے کر دیا اس کے بعد یہ حکم منسوخ ہوا تھا۔

تفسیر مجمع البیان للطبرسی ص ۵۴۳ ج ۱ طبع قدیم
تحت آیت قال یقوم هؤلاء بناتی هن اطهر لکھنؤ
(۲) ملا باقر مجلسی اپنی کتاب "حیات القلوب" میں لکھتے ہیں کہ :-

» دختران آنحضرت چہار نفر بودند و ہمہ از حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا وجود آمدند۔ اول زینبؓ و حضرت پیش از بعثت و حرام شدن دختر بکا فرماں دادند اور ابوالعاص بن ربیع تزویج نمود و اما مکہ دختر بن ابی العاص از او وجود آمد و حضرت امیر المؤمنین بعد از حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بمقتضائے وصیت آنحضرت امامہ را بنکاح (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ارشاد فرمایا اے حاضرینِ جماعت! سُن لیا؛ تو سب نے عرض کیا یا رسول اللہ
 سُن لیا ہے پھر جناب نے فرمایا کہ میں نے اس کو پناہ دے دی جس کو میری بیٹی زینبؓ
 نے پناہ دی ہے اہل اسلام میں سے اگر کوئی چھوٹا آدمی بھی پناہ دے تو وہ دے سکتا
 ہے پھر آپؐ مسجد سے اُٹھ کر باہر تشریف لائے اور زینبؓ و ابوالعاصؓ کے پاس
 تشریف فرما ہوئے آپؐ نے فرمایا اے زینبؓ! ان کی خدمت میں کوتاہی نہ

حاشیہ صفحہ گذشتہ) خود در آورد۔

حیات القلوب از ملا باقر مجلسی ص ۴۸ ج ۲
 { باب ۱۵ تحت ذکر اولاد امجاد آنحضرت - طبع نول کشور لکھنؤ۔ }

(۳) شیخ عباس قمی کتاب منتهی الآمال میں لکھتے ہیں۔

”تزوج زینب ابی العاص پیش از بعثت و حرام شدن دختر بکافراں بود
 و از زینب رضی اللہ عنہا دختر ابی العاص بوجود آمد و حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام
 بعد از فاطمہ سلام اللہ علیہا بمقتضائے وصیت آں مندرہ اورا تزویج فرمود“

حاشی منتهی الآمال ص ۱۰۸ ج ۱ فصل ہشتم
 { در بیان احوال اولاد امجاد آنحضرت است }

عبارت مندرجہ بالا کا مفہوم یہ ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت خدیجہؓ سے چار
 چار صاحبزادیاں تھیں پہلی زینبؓ تھیں۔ آنجناب نے بعثت سے پہلے اور کفار
 کے ساتھ مسلمان لڑکیوں کے نکاح حرام قرار دیئے جانے سے قبل حضرت زینبؓ کو
 ابوالعاص بن ربیع کے ساتھ تزویج کر دیا۔ ابوالعاص سے امام نامی دختر پیدا ہوئی حضرت
 علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کی وصیت کے مطابق ان کے بعد امامہ بنت ابی العاص سے
 نکاح کیا۔

کرنا اور ان کو عزت و احترام سے رکھنا اور جو ابوالعاص کا مال لیا گیا تھا آپ نے اس کو واپس فرما دیا اس کے بعد ابوالعاص مکہ کو واپس چلے گئے اور جن لوگوں کا مالی حق ان کے پاس تھا سب کو واپس لوٹا دیا پھر اسلام لے آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مدینہ منورہ چلے آئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحبزادی زینبؓ کو نکاح اول کیساتھ ابوالعاص کی طرف رخصت کر دیا۔ ۱

اہل علم کی تسلی کے لئے یعقوبی شیعہ کی بلفظ عبارت نقل کی جاتی ہے۔
 "واقبل ابوالعاص بن الربیع حتی دخل المدینہ فاستجار
 بزینب بنت رسول اللہؐ فلما صلی رسول اللہؐ الغداة
 نادت زینب الا انی قد اجرت ابا العاص بن الربیع
 فقال رسول اللہؐ ۲ حین انصرف اسمعتم ؟ قالوا نعم قال
 قد اجرت من اجارت ان ادنی المؤمنین یجیر اقصاہم
 وقام فدخل علیہما فقال لا یقوتک اکرمی مثواہ۔
 وراہ علیہ ما اخذ لہ فرجع الی مکہ فرد الی کل ذی حق
 حقہ ثم اسلم وراہم الی رسول اللہؐ فرد علیہ زینب
 بالنکاح الاول ۳

۱ تاریخ یعقوبی الشیعہ ص ۲ ج ۲

تحت الامراء علی السرایا : طبع بیروت

۲ تاریخ یعقوبی الشیعہ ص ۲ ج ۲ : طبع بیروت

تحت الامراء علی السرایا والجبوش

اس مقام کے متعلق چند فوائد

سیدہ زینبؓ اور ان کے زوج ابوالعاص بن الربیع دونوں کے حق میں مذکورہ بالا واقعہ اسلامی تاریخ میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔

✦ ابوالعاص بن الربیع مسلمانوں کی گرفت سے بچتے ہوئے زینبؓ کے ہاں پناہ لیتے ہیں۔

✦ صاحبزادی زینبؓ ان کو پناہ دے دیتی ہیں اور یہ پناہ دینا رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ذکر کر دیا جاتا ہے

✦ آنجناب بھی اس پناہ کو منظور فرما لیتے ہیں۔

✦ اس کے بعد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینبؓ اور ابوالعاص کے ہاں تشریف لاتے ہیں اور حسب موقع ان کو ہدایات فرماتے ہیں۔

✦ ابوالعاص کی خاطر داری کرنے اور اس کے وقار کو ملحوظ رکھنے کا حضرت زینبؓ کو حکم دیتے ہیں۔

✦ ابوالعاص کے جتنے اموال تھے ان کی واپسی کا حکم صادر فرماتے ہیں۔

✦ ابوالعاص مکہ میں جا کر اہل حق کے حقوق ادا کرتے ہیں اور اس کے بعد وہ اسلام لاتے ہیں۔ اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور ان کا اسلام مقبول ٹھہرتا ہے۔

✦ پھر ان کو مزید شرف بخشا جاتا ہے کہ صاحبزادی زینبؓ کو سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے حق میں علی اختلاف الاقوال نکاح اول یا ثانی پر واپس کر دیتے ہیں۔ یہ تمام چیزیں حضرت زینبؓ اور ابوالعاص کے حق میں بہت بڑی عنایت

کر بیان ہیں جو آنجناب کی خدمت سے ان کو نصیب ہوئیں۔ ان فضائل و عنایات سے انکار کرنا۔ نبی کریم علیہ السلام کی اولاد شریف کے ساتھ عناد کی بنا پر ہی ہو سکتا ہے ورنہ یہ چیزیں آنجناب کی طرف سے تمام امت میں مشہور و معروف طریقہ سے منقول چلی آ رہی ہیں اور ہر دور کے علماء و مصنفین ان کو ذکر کر رہے ہیں۔

قیمتی لباس کا استعمال

صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے متعلق حدیث اور روایات کی کتابوں میں یہ چیز دستیاب ہوتی ہے کہ بعض اوقات آں محترمہ نے قیمتی کپڑے بھی استعمال فرماتے ہیں اور عورت کے لئے اسلام میں اس قسم کا قیمتی لباس استعمال کرنا جائز ہے۔ چنانچہ خادم نبوی حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ ایک بار کا ذکر کرتے ہیں کہ میں نے حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک قمیص دھاری دار حریر سے بنی ہوئی دیکھی وہ اس کو زیب تن کئے ہوئے تھیں اور بعض روایات کے اعتبار سے قمیص کی بجائے چادر ریشمی کا استعمال کرنا آتا ہے۔ روایت کے الفاظ اس طرح منقول ہیں۔

”عن انس ابن مالک قال رأیت علی زینب بنت رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم قمیص حریر سیراء“ ۱

۱ (۱) السنن للنسائی طبع دہلی، تحت ذکر الرخصة للنساء فی لبس السیراء۔

(۲) کتاب المعرفة والتاریخ لابن یوسف یعقوب ابن سفیان البسوی ۲۳ جلد ۱۴۴

(۳) طبقات ابن سعد ۲۲ ج ۸ تحت ذکر زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ طبع بیروت

سیدہ زینبؓ کی اولاد کا ذکر خیر

سیدہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی متعدد اولاد ابوالعاص بن الربیع سے ہوئی۔ ان میں ایک صاحبزادہ تھا جس کا نام ”علی“ تھا۔ اور ایک صاحبزادی ہوئی جس کا نام ”امامہ“ بنت ابی العاص تھا۔ امامہ کا ذکر خیر ہم عنقریب کر رہے ہیں ان کے ماسوا ایک اور بچہ ابوالعاص کا حضرت زینبؓ سے ہوا تھا وہ صغرسنی میں ہی فوت ہو گیا اس بچہ صغیر کے متعلق محدثین نے ایک واقعہ ذکر کیا ہے ہم ناظرین کی خدمت میں اسے پیش کرتے ہیں۔

اولاد زینبؓ کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت | محدثین فرماتے

ہیں اسامہ بن زید سے منقول ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کا ایک بچہ قریب المرگ ہو گیا انہوں نے آنجناب کی خدمت میں ایک آدمی بھیجا کہ آپ ہمارے پاس تشریف لائیں جناب نے جواب میں سلام فرمایا اور کہلا بھیجا کہ آپ صبر کریں جو اللہ تعالیٰ لے لیتے ہیں وہ بھی اللہ کے لئے ہے اور جو دیتے ہیں وہ بھی اس کے لئے ہے اور ہر شخص کے انتقال کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں وقت مقررہ ہے ہر حالت میں تم کو صبر کرنا چاہیے محترمہ زینبؓ پریشانی کے عالم میں بھتیں پھرا انہوں نے آنجناب کی خدمت میں قسم دے کر آدمی بھیجا کہ آنجناب ضرور تشریف لائیں تو آنجناب اٹھ کھڑے ہوئے آپ کے ساتھ سعد بن عبادہ معاذ بن جبل، ابی بن کعب اور زید بن ثابت وغیرہ وغیرہ صحابہ کی جماعت بھی چل

پڑی اور حضرت سکے کے پاس پہنچے وہ بچہ قریب المرگ تھا آنجناب کی گود میں اسے پیش کیا گیا و نفسہ تتحقق یعنی بچہ کے آخری سانس تھے اور وہ فوت ہو رہا تھا یہ حالت ملاحظہ فرما کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو مبارک جاری ہو گئے تو سعد بن عبادہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ کیا ہے؟ آپ آنسو بھی بہا رہے ہیں تو آنجناب نے فرمایا یہ تو رحمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں رکھ دی ہے۔

”فانما یرحم اللہ من عبادہ الرحماء“ ۱

”یعنی اپنے نرم دل بندوں پر ہی اللہ تعالیٰ رحمت فرماتے ہیں۔“

ناظرین کرام مطلع رہیں کہ واقعہ مذکورہ بالا جس میں حضرت زینبؓ کے بچے کی مرض الموت پر جمع صحابہؓ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا تشریف لانا ازراہ شفقت و رحم اس حالت میں گریہ فرمانا للہ ما اعطی وللہ ما اخذ..... الخ کی تلقین فرمانا وغیرہ وغیرہ مذکور ہے۔

یہی واقعہ اپنی تفصیلات کے ساتھ شیعہ کے اکابر علماء نے بھی اپنے اسانید کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰؑ سے نقل کیا ہے۔ ملاحظہ ہو ۲

اس واقعہ سے سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی دختر حضرت زینبؓ اور

۱ (۱) مشکوٰۃ شریف ص ۱۵۱ باب البكاء و علی المیت الفصل الاول

طبع نور محمدی دہلی (بحوالہ بخاری و مسلم)

(۲) ابوداؤد شریف ج ۲ ص ۹۰ باب البكاء و علی المیت : طبع مجتہدائی دہلی

۳ الجعفریات او الاشعثیاب لابی العباس عبد اللہ بن جعفر الحمیری

باب الرخصة فی البكاء من غیر نیاحة (مطبوعہ طہران)

اس کی اولاد کے ساتھ شفقت و عنایت حد درجہ کی ثابت ہوتی ہے اور مشفقانہ تعلقات کمال درجہ کے عیاں ہوتے ہیں۔

حضرت زینبؓ کے بیٹے علیؓ بن ابی العاص کا مختصر حال

ان کا نام علی بن ابی العاص بن الرزيع بن عبد العزیٰ بن عبد شمس ہے ان کی والدہ محترمہ سیدہ زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یہ امامہ بنت ابی العاص کا بھائی ہے اس کو قبیلہ بنی غاضرہ میں استرضاع یعنی دودھ پینے کے لئے بھیجا گیا تھا بشیر خوارگی سے فارغ ہونے کے بعد سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے ساتھ ملا لیا تھا اور ابو العاص ابھی تک مکہ میں مقیم تھے۔ ہنوز اسلام نہیں لائے تھے۔

فکان علی مترضعا فی بنی غاضرہ فضمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الیہ“

علی بن ابی العاص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی میں ہی پرورش پاتے رہے اور جناب کی تربیت ان کو حاصل رہی جب فتح مکہ ہوئی ہے تو سر دارِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی سواری کے پیچھے بٹھایا ہوا تھا۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ آنجنابؐ کی زندگی میں ہی ان کا انتقال ہو گیا تھا۔ بعض کے نزدیک یہ قریب البلوغ ہو کر فوت ہوئے۔ لہ

لہ (۱) اسد الغابہ لابن اثیر ص ۴۷ ج ۲ - تحت علی بن ابی العاص

(۲) الاصابہ لابن حجر عسقلانی ص ۵۰۳ ج ۲ تحت علی بن ابی العاص

(۳) کتاب نسب قریش ص ۲۲ تحت ولد عبد اللہ بن عبد المطلب

امامہ بنت ابی العاص متعلقات

اس کا نام ”امامہ“ بنت ابی العاص بن ربیع ہے اور اس کی والدہ حضرت زینب بنت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

۱۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور میں ان کی ولادت ہوئی بنی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خانہ مبارک میں پرورش پاتی رہیں اور یہاں شیعہ علماء نے بھی لکھا ہے کہ آنجناب امامہ کے ساتھ حد درجہ کا پیار اور محبت فرمایا کرتے تھے۔ ۱

ابو قتادہ انصاریؓ ذکر کرتے ہیں کہ سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور امامہ بنت ابی العاص آپ کے دوش مبارک پر تھی آپ نماز ادا فرماتے رہے جب آپ رکوع فرماتے تو اس کو زمین پر بٹھا دیتے اور جب آپ کھڑے ہوتے تو امامہ کو اٹھا لیتے تھے امامہ کو محبت کے ساتھ اٹھانے کے واقعات حدیث میں متعدد بار مذکور ہوئے ہیں اور حدیث کی کتابوں میں یہ واقعات دستیاب ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس صغیرہ بچی کے ساتھ غایت درجہ کی محبت اور شفقت فرمایا کرتے تھے مندرجہ ذیل مقامات ملاحظہ ہوں۔ ۲

۱۔ (۱) تنقیح المقال ما مقانی ص ۶۹ ج ۳۔ فصل النساء۔ الفصل الرابع۔

۲۔ (۱) بخاری شریف ص ۱۰۰ ج ۱۔ باب اذا حمل جارية صغیرة عنقه فی الصلوة

(۲) بخاری شریف ص ۸۸ ج ۲۔ باب رحمة الولد وتقبيله ومعانقته۔

ان روایات میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا امامہ کے ساتھ محبت اور پیار کرنا اور غایت شفقت کے ساتھ بار بار اٹھایا نہ کر رہے جس طرح آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم حسنین شریفین کو اپنے دوش مبارک پر اٹھایا کرتے تھے اسی طرح ان کی خالہ زاد بہن امامہ بنت زینبؓ کو اٹھایا کرتے تھے آنجنابؐ کی توجہات کریمانہ سے یہ تمام اولاد مستفید ہوتی تھی اور یہ سلسلہ عنایت ہمیشہ قائم رہتا تھا جس طرح حسنین آپؐ کو اولاد تھے اسی طرح امامہؓ بھی آپؐ کی اولاد میں سے تھیں۔

۲۔ حضرت زینبؓ کی صاحبزادی امامہ بنت ابی العاص کے متعلق ایک اور عجیب واقعہ محدثین اور اہل تراجم نے اپنے اپنے الفاظ میں ذکر کیا ہے حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ جناب رسالتؐ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بیش قیمت ہار بطور ہدیہ آیا آنجنابؐ کی ازواج مطہرات اتفاقاً وہاں جمع تھیں اور امامہ بنت ابی العاص چھوٹی لڑکی تھیں اپنے بچپن کے طرز پر گھر میں ایک طرف کھیل رہی تھیں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ ہار کس طرح کا ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ اس سے بہترین تو ہم نے کبھی دیکھا ہی نہیں

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

۳۔ مسلم شریف ص ۲۵۲ ج ۱۔ کتاب الصلوٰۃ باب جواز حمل الصبیان فی الصلوٰۃ

۴۔ مسند ابوداؤد حلی ص ۱۰۲ تحت حدیث زید بن ثابت لیل اولیٰ مکرّم

۵۔ ابوداؤد شریف ص ۱۳۲ ج ۱ باب العمل فی الصلوٰۃ

۶۔ صحیح ابن حبان ص ۳۱۳ ذکر الجسردال علی نفی ایجاب الوضو من الملامۃ ج ۲

۷۔ المصنف لعبد الرزاق ص ۳۳ ج ۲ جلد ثانی

باب یقطع الصلوٰۃ۔

یہ تو بہت عمدہ ہے پھر آپ نے اس ہار کو پکڑا اور فرمایا لا د فحنہا الی احب
اہلی الی یعنی میں اپنے اہل بیت میں سے جو مجھے زیادہ پسند ہے اس کی
گردن میں یہ ڈالوں گا۔ تمام ازواج مطہرات اس بات کی منتظر تھیں کہ قلاوہ
کس کے حصّہ میں آتا ہے تو آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دختر زادی امّ
بنت زینب کو بلایا اور اُسکے گلے میں ہار پہنا دیا اس واقعہ کو کچھ کمی بیشی
کے ساتھ مندرجہ ذیل مقامات میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ ۱۔

واقعہ ہذا سے یہ واضح ہوا کہ صاحبزادی حضرت زینبؓ کی لڑکی امام کے ساتھ
آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا کس قدر قلبی تعلق تھا آپؐ نے اپنی دختر زادی امام کے لئے
”احب اہلی“ کے الفاظ ذکر فرمائے یہ ماں اور بیٹی کے حق میں کتنے شفقت کے الفاظ
ہیں اور غایت درجہ کے التفات کی دلیل ہے۔

یہ سب چیزیں صاحبزادی زینبؓ کی وجہ سے صادر ہو رہی ہیں اس کی بنا پر
حضرت زینبؓ کا مقام جو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ہے وہ اظہر
من الشمس ہے اور ازواج مطہرات اور صحابہ کرامؓ سب حضرات ان مسائل سے
خوب واقف تھے انہوں نے امت مسلمہ کو یہ سب مسائل بتلائے اور جمہور اہل

۱۔ (۱) مجمع الزوائد للہیثمی ص ۲۵۴ ج ۹ - تحت مناقب زینب بنت
رسول اللہ۔

(۲) الفتح الربانی ص ۴۲ ج ۲۲ (ترتیب سند احمد) باب ما جاء فی
امامۃ بنت زینب بنت رسول اللہؐ۔

(۳) اسد الغابہ ص ۵ ج ۵ - تحت امامہ بنت ابی العاصؓ

(۴) الاصابہ ص ۲۳ ج ۴ - تحت بنت ابی العاص بن ربیعؓ

اسلام ان چیزوں کے قائل تھے لیکن اس دور کے بعض مرثیہ خواں آنجناب کی اولاد شریف کے ان فضائل سے برملا انکار کر رہے ہیں لیکن یاد رکھئے ان کے انکار کی وجہ سے اولاد نبوی کا شرف و مجد کم نہیں ہو سکتا۔

ۛ گرنہ بیند بروز شپہ چشم
چشمہ آفتاب را چہ گناہ

”امامہ کے حق میں حضرت فاطمہؑ کی وصیت“

مندرجہ ذیل واقعہ اگرچہ حضرت فاطمہؑ کی وفات کے بعد پیش آیا تھا لیکن امامہ کے متعلقات چونکہ ماقبل میں ذکر ہو رہے ہیں اس مناسبت کی بنا پر واقعہ ہذا کو بھی یہاں ذکر کر دینا غیر مناسب نہ ہوگا ہم نے یہ بطور مندرت کے عرض کر دیا ہے، امامہ بنت ابی العاص حضرت زینبؑ سے ابوالعاص کی صاحبزادی ہے ابوالعاص قریباً ۱۲ھ کے آخر میں فوت ہو گئے تھے انہوں نے وفات سے پہلے زبیر بن عوام کو اپنی لڑکی امامہ کی نگرانی کی وصیت کی تھی اور ان کو ان کی کفالت میں دیا تھا۔

”وامامہ بنت ابی العاص واوصی بها ابوالعاص الی الزبیر

بن عوام“ ۱۷

اور سیدہ فاطمہؑ نے اپنے انتقال سے قبل حضرت علیؑ کو وصیت فرمائی تھی کہ اگر میرے بعد شادی کریں تو میری بہن زینبؑ کی لڑکی امامہ کے ساتھ نکاح کرنا وہ میری اولاد کے حق میں میری قائم مقام ہوگی چنانچہ شیعہ علماء نے اس مسئلہ کو متعدد بار ذکر کیا ہے۔ سلیم بن قیس کی کتاب میں یہ الفاظ ہیں حضرت فاطمہؑ حضرت علیؑ کو فرماتی ہیں۔

”وانا اوصیک ان تزوج بنت اختی زینب تکون لولدی مثلی“ ۱۸

۱۷ کتاب نسب قریش لمصعب زبیری ص ۲۲
تحت ولد عبد الله بن عبد المطلب

۱۸ کتاب سلیم بن قیس الکوفی ص ۲۲۶
تحت وصیت فاطمة لعلیؑ طبع ایران

عہ I۔ ابرلذہبی ص ۵۱ جلد اول - II۔ جمہرة الانساب لابن حزم ص ۲۸

چنانچہ حضرت علیؑ نے اس وصیت کے مطابق امامہ بنت ابی العاص کے ساتھ نکاح کیا اور حضرت زبیر بن عوام نے اپنی نگرانی میں ان کی شادی حضرت علیؑ سے کر دی یہ نکاح مسلم بن القریقین سے اہل سنت اور شیعہ دونوں حضرات اپنے اپنے مقام میں اس کو ذکر کیا کرتے ہیں نکاح ہذا کو مزید تائید کے طور پر شیعہ علماء کی مندرجہ ذیل کتب میں بھی ملاحظہ فرمائیں۔ ۱۔

پھر امامہ بنت ابی العاص حضرت علیؑ کے نکاح میں رہیں لیکن اتفاق قدرت کی وجہ سے حضرت علیؑ کی ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی جس وقت حضرت علیؑ کو فہم شہید ہوئے تو اس وقت وہاں حضرت علیؑ کے ازواج میں یہ زندہ تھیں حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد امامہ کا نکاح مغیرہ بن نوفل بن عمارث بن عبدالمطلب سے ہوا تھا پھر مغیرہ کے نکاح میں حضرت امامہ فوت ہوئیں۔ ۲۔

قابل توجہ :-

غور کرنے سے اس مقام میں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ امامہ بنت ابی العاصؑ کی وجہ سے رشتہ داری کے درج ذیل تعلقات قائم ہوئے۔

۱۔ مروج الذهب للمسعودی الشیعی ص ۲۹۸ ج ۲۔

تحت ذکر امور و احوال مولیٰ ص ۱۰۱ ج ۱۔

(۲) انوار النعمانیہ : از شیخ نعمت اللہ جزائری الشیعی ص ۳۶ ج ۱۔

تحت نور مولودی

۱۔ الاصابہ ص ۴۳۳ تحت مغیرہ بن نوفل ج ۳۔

(۲) اسد الغابہ ص ۴۰۸ جلد ۱ تحت مغیرہ بن نوفل۔

- ❖ اُمّہ سیدہ فاطمہؓ کی بھانجی تھی۔
- ❖ (نکاح سے قبل) حضرت علیؓ کی سالی زینبؓ کی لڑکی تھی۔ پھر بعد از نکاح ان کی زوجہ محترمہ ہوئی۔
- ❖ اور ابوالعاصؓ حضرت علیؓ کے سسر ہوئے۔
- ❖ حسین شریفینؓ کے لئے (نکاح مرقومہ سے قبل) اُمّہ خالہ زاد بہن تھی اور بعد از نکاح سوتیلی ماں ہوئی اور ابوالعاصؓ سوتیلے نانا ہوئے۔
- گویا اُمّہ محترمہ کے ذریعہ حضرت ابوالعاصؓ اور حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کے درمیان رشتہ داری کی بہت سی نسبتیں قائم ہو گئیں جن کا احترام ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔
-

سیدہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی وفات

صاحبزادی سیدہ زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشہور قول کے مطابق آنجناب کی صاحبزادیوں میں سے عمر میں سب سے بڑی تھیں اور ان نیک بیبیوں میں سے تھیں جن کو اسلام کے ابتدائی دور میں ایمان سے مشرف ہونے کا شرف ملا۔ یہ قدیم الاسلام عورتوں میں شمار ہوتی تھیں۔ نیز ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیعت کرنے کا شرف بھی حاصل ہوا چنانچہ انہیں مباہیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں شمار کیا جاتا ہے۔

ابو جعفر بغدادی نے المجر میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی چاروں صاحبزادیوں حضرت زینبؓ، ام کلثومؓ، رقیہ اور حضرت فاطمہؓ کو مباہیات الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ذکر کیا ہے۔ ۱۷

۱۷ کتاب المحبر للابی جعفر بغدادی ص ۴۶

تحت اسماء النسوة المباہیات لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

”وفات کا سبب“

مکہ شریف سے ہجرت کرنے کے بعد یہ مدینہ منورہ میں مقیم رہیں اور ہجرت کے مصائب انہوں نے بڑے تحمل کے ساتھ برداشت کئے تھے۔ اس واقعہ ہجرت میں آپ مخالفین کے ہاتھوں زخمی بھی ہو گئیں تھیں۔ سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ ان کا وہی سابقہ زخم ایک دفعہ مندمل ہو گیا تھا۔ پھر کچھ مدت کے بعد دوبارہ تازہ ہو گیا اور یہی زخم ان کی وفات کا موجب بنا اور ان کی وفات شہدہ میں مدینہ طیبہ میں ہوئی۔

صبر کی تلقین اور اوپلا سے منع

علماء ذکر کرتے ہیں ۸۰۰ھ میں حضرت زینبؓ کا مدینہ منورہ میں انتقال ہوا ان کی وفات کی وجہ سے سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نہایت مغموم ہوئے اور حضرت زینبؓ کی باقی بہنیں ام کلثوم و فاطمہ الزہرا بھی اس حادثہ فاجعہ کی وجہ سے نہایت پریشان اور غم زدہ ہوئیں۔ باقی مسلمان عورتیں حضرت زینبؓ کی وفات پر جمع ہوئیں اور بلا اختیار رونے لگیں اور چیخ و پکار تک نوبت پہنچی تو حضرت عمرؓ اس وقت عورتوں کو سختی سے منع کرنے لگے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو روکا اور اس موقع پر سختی کرنے سے منع فرمادیا۔

”وقال مهلاً يا عمرؓ ثم قال ايا كن ونيق الشيطان ثم قال انه مهما كان من العين ومن القلب فمن الله عز وجل ومن الرحمة وما كان من اليد ومن اللسان فمن الشيطان - (سراۃ احمد) ۱۰

یعنی اے عمرؓ! اس سختی کرنے سے ٹھہر جائیے پھر آنجنابؐ نے عورتوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ شیطانی آواز نکالنے سے تم پر ہیز کرو پھر ارشاد فرمایا جو آنسو آنکھ سے بہتے ہیں اور دل غمگین ہوتا ہے تو یہ خدا کی طرف سے ہے اور اس کی رحمت میں سے ہے اور جو کچھ ہاتھ سے یا زبان سے صادر ہوتا ہے وہ شیطان کی طرف

سے ہے یعنی ہاتھ اور زبان سے صادر ہونے سے مراد پٹینا اور واویلا کرنا ہے۔
 مختصر یہ ہے کہ سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی کی وفات پر امت کو
 اس بات کی تعلیم فرمائی کہ ہاتھ اور زبان سے بے صبری کی حرکات صادر کرنا اور
 کلمات کہنا مسلمان کے لئے کسی طرح جائز نہیں یہ جاہلیت کی رسومات تھیں جو وہ لوگ
 اپنے عزیز و اقارب کی موت پر ادا کیا کرتے تھے اسلام نے آکر صبر اور برداشت
 کی تلقین فرمائی جو اس موقع پر آنجناب کے ارشادات میں موجود ہے۔

حضرت زینبؓ کے غسل اور کفن کا انتظام

سیدہ زینبؓ مطہرہ کے غسل کا انتظام سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص نگرانی میں ہوا تھا اور اس فضیلتِ غسل میں خصوصی طور پر اُم المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہؓ اور اُم المؤمنین ام سلمہؓ اور صالحہ عورت ام ایمنؓ نے حصہ لیا اور انہوں نے اس پاک دامن خاتون کے غسل کا انتظام بڑے عمدہ طریقہ سے کیا۔

حدیث کی بعض کتب میں اس طرح منقول ہے کہ ام عطیہ انصاریہ بھی غسلِ زینبؓ میں شامل تھیں ام عطیہ فرماتی ہیں جب سیدہ زینبؓ کا انتقال ہوا تو ہمارے پاس نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپؐ نے فرمایا کہ زینبؓ کے نہلانے کا انتظام کرو پانی اور بیری کے پتوں کو مہتیا کرو اور ان کے اُبے ہوئے پانی کے ساتھ تین بار یا پانچ بار غسل دو اور آخری بار میں کافور کی خوشبو لگاؤ پھر جب نہلا چکو تو مجھے اطلاع کرنا۔

”فلما فرغنا اذناہ فاعطانا حقوہ فقال اشعرنہا
ایاہ تعنی اذاسکاً“

”ارشاد فرمایا تم جب غسلِ زینبؓ سے فارغ ہو تو مجھے اطلاع کرنا پس

ہم نے اطلاع کر دی تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جسم مبارک سے اپنا تہ بند اتار کر غنایت فرمایا اور فرمایا کہ میرے تہ بند کو کفن کے اندر داخل کر دو۔ لے

لے (۱) بخاری شریف ص ۱۶۷ ج ۱۔

باب غسل الميت ووضوءہ بالماء والسدر

(۲) مسلم شریف ص ۳۰۴ ج ۱ کتاب الجنائز

(۳) طبقات ابن سعد ص ۳۳۴ ج ۸ تحت ذکر ام عطیہ انصاریہ

(۴) طبقات ابن سعد ص ۲۲۱ ج ۸ تحت ذکر زینب۔

اسی طرح دیگر حدیث کی کتابوں سے بھی واقعہ ہذا دستیاب ہو سکتا ہے۔

(۵) مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۳۲ ج ۳۔ کتاب الجنائز۔ طبع کراچی

تبرک حاصل کرنا

اس مقام میں حافظ ابن حجر عسقلانی نے ایک عجیب بات ذکر کی ہے وہ یہ ہے کہ آنجناب نے اپنا تبرک مبارک آثار کر پہلے ہی ان کے حوالے نہیں کر دیا کہ کفن میں شامل کریں بلکہ ارشاد فرمایا کہ جب تم نہلاؤ تو مجھے اطلاع کرنا اس میں حکمت یہ تھی کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کے ساتھ وہ تبرک زیادہ دیر لگا ہے اور قریب تر وقت میں اپنے جسم سے منتقل ہو اور زینبؓ کے جسم سے لگے تبرک کے منتقل کرنے میں زیادہ فاصلہ نہ ہو۔ یہ چیز صالحین کے آثار کے ساتھ تبرک پکڑنے میں اصل چیز ہے۔

”ولحمینا ولن آتآہ اولاً لیكون قریب العهد من جسدہ
الکریم حتی لا یكون بین انتقالہ من جسد الی
جسدہا فاصل وهو اصل فی التبرک یا ثار الصالحینؓ“

۱۰ فتح الباری، شرح بخاری، ص ۱۱۲ کتاب الجنائز
آخر باب غسل المیت وودنوتہ

صاحبزادی حضرت زینبؓ پر نعش یعنی ڈولی کا بنایا جانا

سیدہ زینبؓ کا غسل مکمل ہونے کے ساتھ کفن کا انتظام بھی تمام ہو گیا وہاں حضرت اسماء بنت عمیسؓ رجا اس وقت حضرت جعفر طیارؓ کی زوجہ محترمہ تھیں ابھی مہجڑ تھیں انہوں نے عرض کیا کہ حبشہ کے ملک میں ہم نے دیکھا ہے کہ عورتوں کی پردہ داری کے لئے ان کی چارپائی پر ایک قسم کی نعش یعنی ڈولی بنا دی جاتی ہے تاکہ میت کی جسامت پوری طرح مستور رہے تو حضرت اسماءؓ کے اس مشورہ پر اس موقع پر حضرت زینبؓ کی چارپائی پر بھی نعش کی شکل میں پردہ داری کا انتظام کیا گیا یہ پہلی مسلم خاتون تھیں جن کا جنازہ اس اہتمام اور تکریم سے اٹھایا گیا۔

بلاذری نے انساب الاشراف میں یہ واقعہ ذکر کیا ہے۔

وجعل لها نعش فكانت اول من اتخذ لها ذلك

والذي اشارت باتخاذها اسماء بنت عميس رائية

بالحبشه وهي مع زوجها جعفر بن ابي طالب... الخ

میت کی پردہ داری کے لئے نعش کا بنایا جانا جو حضرت اسماءؓ نے یہاں بیان کیا ہے حضرت فاطمہؓ کی وفات کے موقع پر بھی حضرت اسماءؓ نے اسی طرح مشورہ دیا تھا اور اس کے مطابق وہاں بھی نعش کا انتظام کیا گیا تھا آئندہ حضرت فاطمہؓ کے واقعات میں اس کا بھی ذکر ہوگا۔ انساب اللہ العزیز

یاد رہے کہ حضرت فاطمہؓ کے جنازہ کے وقت یہ حضرت اسماءؓ حضرت

البوکر صدیقؓ کی زوجہ محترمہ تھیں۔

۱۔ انساب الاشراف للبلاذری ص ۱۴۸ ج ۱

بحث ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وولده

سیدہ زینبؓ کا جنازہ

اور اس میں حضرت فاطمہؓ کی شرکت

صاحبزادی سیدہ زینبؓ کے لئے جب جنازہ کی تیاری ہوئی تو خود سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینبؓ پر نماز جنازہ پڑھائی جو ایک عظیم شرف ہے اور امت کے خاص خاص افراد کو ہی حاصل ہوا۔

”وصلی علیہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم“

حضرت زینبؓ کے بابرکت جنازہ میں جس طرح مدینہ شریف کے مسلمان شامل ہوئے اسی طرح مدینہ منورہ کے مسلمانوں کی عورتیں بھی جنازہ پڑھنے کی فضیلت میں شریک ہوئیں اور یہ تمام عورتیں حضرت فاطمہؓ کے ساتھ مل کر تشریف لائیں بھتیں اور حضرت فاطمہؓ نے اپنی بڑی بہن کے جنازہ میں شرکت کی تھی۔ اور اپنی بہن کے ساتھ مودت اور محبت کا پورا پورا ثبوت دیا تھا۔

جنازہ کے اس واقعہ کو شیعہ علماء نے اپنے مقام میں پوری تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے ذیل میں ان کے معتبر ”اصول اربعہ“ سے چند عبارات نقل کی جاتی ہیں تاکہ کسی شک اور شبہ کی گنجائش نہ رہے۔

۱۔ انساب الاشراف ج ۱

بحث ازواج رسول اللہ وولدہ

”امام جعفر صادقؑ سے ایک شخص نے مسد دریافت کیا کہ جنازہ پر عورتیں آکر شامل ہو سکتی ہیں؟ اور عورتیں جنازہ ادا کر سکتی ہیں یا نہیں؟ اس کے جواب میں حضرت جعفر صادقؑ نے ارشاد فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینبؓ جب انتقال فرما گئیں تو حضرت فاطمہؓ عورتوں کے ساتھ مل کر تشریف لائیں اور اپنی خواہر زینبؓ پر نماز جنازہ ادا فرمائی۔

”فقال يا ابا عبد الله اتصلي النساء على الجنازة؟ قال فقال ابو عبد الله عليه السلام..... وان

زينب بنت النبي صلى الله عليه وآله توفيت وان فاطمة عليها السلام خرجت في نسائها فصلت على اختها“

مندرجات بالا کے ذریعے یہ بات واضح ہو گئی کہ طاہرہ مطہرہ حضرت زینبؓ کا جنازہ خود جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھایا اور ان کے حق میں دعائے مغفرت فرمائی جس کی مقبولیت میں کچھ شبہ نہیں ہے۔ اور پھر حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے اپنی پیاری بہن پر نماز جنازہ ادا فرما کر حق اخوت پورا کیا اور ان کے حق میں دعائے

۱۔ (۱) تہذیب الاحکام لمحمد بن حسن بن علی الطوسی ص ۲۱۵

آخر باب الصلوٰۃ علی الاموات طبع قدیم ایران

(۲) کتاب الاستبصار للشیخ الطوسی (محمد بن حسن بن علی) ص ۲۲۵ ج ۱۔
باب الصلوٰۃ علی جنازۃ مہمہ امرارۃ طبع کصنۃ قدیم

(۳) منہجی المقال لابن علی ص ۴۳۴

باب ذکر نساء بہن طبع قدیم ایران

مغفرت فرمائی اور مدینہ کے مسلمان عورتوں مردوں نے بھی ان کے ساتھ ساتھ حضرت سیدہ زینب کے لئے دعائے مغفرت کی۔ یہ چیزیں حضرت زینب کے حق میں عظیم فضیلت اور شرف کی ہیں جن کا انکار کوئی مسلمان نہیں کر سکتا۔ اس دور کے بیچارے مرثیہ گو اور مجلس خواں اگر ان فضائل کا انکار کریں تو ان کو البتہ زینب دیتا ہے جن کو نہ سردارِ دو عالم کے افعال و اقوال کی پرواہ ہے نہ اپنے ائمہ اور اہل بیت کے اعمال اور اقوال کی حاجت ہے اور نہ ہی شیعہ کے مجتہدین کے احکام کی کوئی وقعت ہے اصل میں یہ بزرگ بقلم خود مجتہد ہیں ان کو اپنے اکابر کا کوئی پاس نہیں۔

قبر زینبؓ میں اتر کر دُعا فرمانا

جس وقت سیدہ زینبؓ کا جنازہ ہو چکا اس کے بعد ان کی تدفین کا مرحلہ تھا اس مقام میں علماء نے دفن کے واقعے کو بڑی تفصیل کے ساتھ صحابہ کرامؓ سے نقل کیا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کا انتقال ہوا ہم صحابہؓ کی جماعت حضرت زینبؓ کے دفنانے کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر ہوئے۔ ہم قبر پر پہنچے سردارِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نہایت مغموم تھے ہم میں سے کوئی آنجناب کی خدمت میں کلام کرنے کی ہمت نہیں کر سکتا تھا۔ قبر کی لحد بنانے میں ابھی کچھ مولیٰ دیر تھی آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے پاس تشریف فرما ہوئے اور ہم لوگ آپ کے آس پاس بیٹھ گئے ہم سب پر ایک قسم کی حیرانی کا عالم طاری تھا اسی اثنا میں آپ کو اطلاع کی گئی کہ قبر تیار ہو گئی ہے اس کے بعد آنجناب خود قبر کے اندر تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر کے بعد آپ قبر سے باہر تشریف لائے آنجناب کا چہرہ انور کھلا ہوا تھا اور غمگینی کے آثار کم ہو چکے تھے طبیعت بشاش تھی ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم پہلی حالت کے متعلق کلام کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے اب جناب کی طبیعت میں بشاشت ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ آنجناب نے فرمایا کہ قبر کی تنگی اور خوفناکی میرے سامنے تھی اور زینبؓ کا ضعف اور کمزوری بھی مجھے معلوم تھی یہ بات مجھے بہت ناگوار گذر رہی تھی پس میں نے اللہ عزوجل سے دُعا کی ہے کہ زینب کے لئے اس حالت کو آسان فرما دیا جائے تو اللہ تعالیٰ نے منظور فرمایا اور

زینب سے اس مشکل کو دور کروایا گیا۔

”فقلنا یا رسول اللہ۔ سَأُنْیَاکَ مَهْتَمًا حَزینًا فلم
نستطع ان نکلّمک ثَمَّ سَأُنْیَاکَ سَرِی عَنْکَ فلم
ذالک قال کنت اذ کرضیت القبر وغمه وضعف
ثرینب فکان ذالک یشقّ علی فدعوت اللہ عزوجل
ان یشفف عنها ففعل“ ۱

مندرجہ بالا مسئلہ کو شیعہ علماء نے بھی اپنی معتبر کتابوں میں درج کیا ہے شیعہ
کتب سے بعینہ عبارت نقل کی جاتی ہے تاکہ ناظرین کرام کو اس مسئلہ میں
پوری طرح تسلی ہو جائے کہ یہ مسئلہ شیعہ و سنی دونوں فریقین کے ہاں مسلم ہے حالات
زینب (رضی اللہ عنہا) میں مامقانی نے لکھا ہے کہ:

ماتت سنة ثمان في حياة رسول الله صلى الله عليه و
اله ونزل في قبرها وهو مهموم محزون فلما خرج

۱ (۱) مجمع الزوائد للهيثمى ۴ ج ۳

تحت باب في ضغطة القبر

(۲) كنز العمال لعل المتقى الهندي ۱۲ ج ۱ = طبع اول دکن

تحت سوال القبر وعذابه

(۳) اسد الغابة ۴ ج ۵

تحت زينب بنت رسول الله

(۴) ذخائر العقبى للمحب الطبري ۱ ج ۱

تحت ذكروفاة زينب بنت رسول الله ۲

سری عنه وقال كنت ذكرت زينب وضعفها
فسالت الله تعالى ان يخفف عنها ضيق القبر
وغمسه ففعل وهون عليها“ لہ

اس کا مفہوم یہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ۸۷ میں
حضرت زینبؓ فوت ہوئیں اور زینبؓ کی قبر میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
نگین کی حالت میں اترے اور نہایت غمزدہ تھے جب قبر سے باہر تشریف
لائے تو طبیعت کھلی ہوئی تھی اور ارشاد فرمایا کہ زینبؓ کے صنف کا مجھے بہت
خیال تھا میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا ہے کہ قبر کی تنگی زینبؓ سے کم کر دی
جائے پس اللہ تعالیٰ نے منظور فرمایا اور اس پر آسانی کر دی ہے۔

فریقین کی کتابوں سے معلوم ہو گیا کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی
پیاری صاحبزادی کے حق میں کس قدر مشفقانہ معاملہ فرمایا وفات سے
لے کر دفن تک تمام مراحل میں آنجنابؓ کی نظر عنایت شامل حال رہی جیسا
کہ حوالہ جات بالا میں تفصیلاً پیش کر دیا ہے آخر مرحلہ قبر میں تو خصوصی توجہ
فرما کر آنجنابؓ نے سیدہ زینبؓ کے لئے سفر آخرت کا مرحلہ اپنی خصوصی
شفاعت کے ساتھ طے فرمادیا اور قبول شفاعت کو اس عالم میں ہی بر ملا
طور پر بیان فرمادیا۔

لہ تنقیح المقال لعبد اللہ مامقانی ص ۴۹ ج ۳

آخر جلد ثالث طبع ایران

من فصل النساء تحت زینب

بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت سیدہ زہراؓ کے حق میں یہ بڑی بلند فضیلت ہے جو ان کو دربارِ نبوت سے مل چکی اور اہل اسلام کی خواتین کے لئے سرمایہ عبرت ہے و جہ یہ ہے کہ قبرِ کامرہ کوئی معمولی بات نہیں اس کی فکر رکھنا اور تیاری کرنا مہماتِ دین میں سے ہے آنجناب کی اولاد شریف کے لئے جب یہ حالات پیش آرہے ہیں تو دوسروں کو تو ان واقعات کی خصوصی فکر کی ضرورت ہے۔

صاحبزادی حضرت زینبؓ کیلئے

شہید کے لقب کی خصوصی فضیلت

سیدہ زینب بنت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلقہ سوانح اور حالات مختصر طور پر ناظرین کی خدمت میں پیش کئے گئے ہیں ان کی زندگی کا ہر ایک واقعہ بڑی اہمیت کا حامل ہے ابتدائی دور سے لے کر ہجرت تک یہ ایک دورِ اول ہے پھر ہجرت کے بعد ان کی زندگی کا دوسرا دور شروع ہوتا ہے محمدؐ کی زندگی کے متعلق ہے ان تمام حالات پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے دشوار تر واقعہ ان کی ہجرت کا ہے جس میں ان کو سخت اذیتیں پہنچیں۔ اور آں معصومہ نے بڑے صبر و ثبات کے ساتھ برداشت کیں علماء نے لکھا ہے کہ وفات سے قبل ان کے وہی زخم تازہ ہو گئے جو ان کو واقعہ ہجرت میں پہنچے تھے اور وہی چیزیں ان کی وفات کا سبب بنیں اس بنا پر بڑے بڑے اکابر مصنفین نے ان کے حق میں یہ الفاظ استعمال کئے ہیں۔

”فلم تنزل وجعةً حتى ماتت من ذاك الوجع فكانوا

يرون انها شهيدة“ ۱

۱۔ مجمع الزوائد للهيثمی ص ۲۱۶ ج ۹۔
باب ماجاء فی فضل زینبؓ

اور حافظ ابن کثیر نے البدایہ جلد خامس حضرت زینبؓ کے تذکرہ میں یہی مفہوم مندرجہ ذیل الفاظ میں ادا کیا ہے۔

فكانوا يرونها ماتت شهيدة ۱۷

ان عبارات کا مطلب یہ ہے کہ حضرت زینبؓ اس دردِ خیم کی وجہ سے ہمیشہ بیمار رہیں حتیٰ کہ ان کا انتقال ہو گیا اس بنا پر اہل اسلام ان کو ”شہیدہ“ کے نام سے تعبیر کرتے ہیں اور ان کا لقب ”شہیدہ زینب“ تجویز کیا گیا ہے۔

۱۷ البدایہ لابن کثیر ص ۳۸۸ فصل فی ذکر اولادہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

صاحبزادی حضرت زینبؓ رضی اللہ عنہا

کے سوانح کا اجمہر کمالی خاکہ

ما قبل میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری صاحبزادی سیدہ طاہرہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے احوال درج کئے گئے ہیں ان احوال کا ایک اجمالی خاکہ ہم ناظرین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں تاکہ ان کے کوائف زندگی یکجا نظر آسکیں۔ علمائے کرام نے لکھا ہے کہ :-

۱۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سب سے بڑی صاحبزادی ہیں۔

۲۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کے تیسویں سال ان کی ولادت ہوئی۔

۳۔ اپنی والدہ ماجدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے زیر تربیت ان کی پرورش ہوئی۔ اور انہی والدہ شریفہ کی نگرانی میں انہوں نے ہوش سنبھالا۔ باشعور زندگی حاصل کی اور جوان ہوئیں۔

۴۔ ابوالعاص بن ربیع کے ساتھ حضرت زینبؓ کا نکاح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے مشورہ سے کیا بعض اقوال کے اعتبار سے اس وقت تک نزول وحی شروع نہیں ہوا تھا۔

۵۔ حب آنجنابؓ نے اظہار نبوت فرمایا تو ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ پہلے

مرحلہ پر ہی ایمان لے آئیں اور آپ کی صاحبزادیاں بھی اپنی ماں کے ساتھ مشرف باسلام ہوئیں اور مشکلات کے دور کو ان سب نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اور مصائب برداشت کئے۔

۶۔ (حاشیہ میں) داماد نبویؐ حضرت ابوالعاصؓ کے حق میں چند مختصرات مذکور ہیں۔

۷۔ مشرکین مکہ نے منصوبہ بنایا کہ جس طرح بھی ہو سکے حضرت ابوالعاصؓ سے

حضرت زینبؓ کو طلاق دلوادیں اور حسب منشاء دیگر رشتہ کی پیش کش کی لیکن ابوالعاصؓ ثابت قدم رہے اور رشتہ نبویؐ کو قطع کرنا منظور نہ کیا۔

۸۔ جنگ بدرؓ میں ہوئی ابوالعاصؓ تاحال مسلمان نہیں ہوئے تھے کفار کے

مجبور کرنے پر وہ بھی شریک جنگ ہوئے اور اہل اسلام کے ہاتھوں قید ہو کر

مدینہ منورہ پہنچے۔ ابوالعاصؓ کی رہائی کے لئے حضرت زینبؓ نے اپنا ہار

بطور فدیہ کے مدینہ شریف بھیجا۔ یہ ہار حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کا تھا جو انھوں

نے جہیز میں اپنی صاحبزادی حضرت زینبؓ کو دیا تھا حضورؐ کی خدمت اقدس

میں اس بابرکت ہار کی پیشگی ہونے پر ایک رقت انگیز منظر پیدا ہوا اور

جناب خدیجہ الکبریٰؓ کی یاد تازہ ہو گئی۔

صحابہ کے ساتھ مشورہ کی بنا پر اس تاریخی ہار کو واپس کر دیا گیا اور رسالت مآب

صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالعاصؓ رضی اللہ عنہ سے وعدہ لیا کہ صاحبزادی زینبؓ

رضی اللہ عنہا کو آپ کے ہاں مدینہ میں بھیج دیا جائے گا۔

۹۔ چنانچہ ابوالعاصؓ نے حسب وعدہ حضرت زینبؓ رضی اللہ عنہا کو مدینہ منورہ

بھیجنے کا انتظام کر دیا اندر میں حالات کفار حضرت زینبؓ رضی اللہ عنہا کے

سفر میں معارض ہوئے ہتیار بن اسود نے انتہائی درجہ کی اذیت پہنچائی

حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے مشکل مراحل گزار کر اس صبر آزما سفر کو بڑی اذیت سے طے کیا اور زبید بن حارثہ وغیرہ کی معیت میں مدینہ طیبہ پہنچیں۔

۱۰۔ اس واقعہ کے بعد سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے داماد ابوالعاص رضی اللہ عنہ کی عمدہ تعریف کی اور اس کے وفائے عہد کی تحسین فرمائی۔
۱۱۔ ان دشوار تر مصائب گزارنے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ طاہرہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی منقبت ان الفاظ میں فرمائی
ہی خیر بناتی۔ او۔ ہی افضل بناتی اُصیبت فیّ

یعنی میری بیٹیوں میں بہترین بیٹی زینب رضی اللہ عنہا ہیں جو میری وجہ سے مصیبت زدہ ہوئیں۔ گویا حضرت زینبؓ کے حق میں برداشتِ مصائب پر زبانِ نبوت نے شہادت دی اور عظیم فضیلت بیان فرمائی۔

۱۲۔ ایک موقع پر ابوالعاص مدینہ منورہ پہنچے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ان کو پناہ دی اور سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے پناہ دینے کو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح قرار دیا۔ یعنی وہ پناہ منظور ہوئی یہ چیز حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے حق میں منقبتِ عظیمہ ہے۔

۱۳۔ اس واقعہ کے بعد ابوالعاص رضی اللہ عنہ مکہ شریف چلے گئے اور لوگوں کی امانتیں واپس پہنچا کر اسلام لائے اور واپس مدینہ شریف آکر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو گئے۔

۱۴۔ ایک حاشیہ ہے جس میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو نکاحِ جدید اور مہرِ جدید کے ساتھ ابوالعاص رضی اللہ عنہ کی طرف واپس کیا جانا مذکور ہے۔ اور اس مسئلہ میں دیگر اقوال بھی پائے جاتے ہیں۔

۱۵ - مقامِ حذل کے چند فوائد جو حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ دونوں کے متعلقہ ہیں۔

۱۶ - سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی اولاد کا ذکر خیر خصوصاً امامت بنت ابی العاص اور علی بن ابی العاص کا مختصر حال نیز یہاں حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی وصیت امامہ کے حق میں مذکور ہے۔

۱۷ - حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی وفات مدینہ طیبہ میں ۳۸ھ میں ہوئی ہجرت والے زخم پھر تازہ ہو گئے تھے جو ان کی وفات کا باعث ہوئے علماء فرماتے ہیں کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا قریباً تیس برس زندہ رہیں۔

۱۸ - ان کی وفات پر عورتیں واویلا کرنے لگیں جس سے فرمان نبویؐ کے ذریعے منع کر دیا گیا۔

۱۹ - حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے غسل اور کفن کا انتظام آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی میں ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا وغیرہا نے کیا۔

۲۰ - ان کے کفن میں چادر نبویؐ کا استعمال ہوا جو غایت درجہ کا تبرک ہے۔

۲۱ - اپنی بہن جناب زینب رضی اللہ عنہا کے جنازہ میں حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نے شرکت کی۔

۲۲ - رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر زینب رضی اللہ عنہا میں اتر کر دُعا کرنا اور دُعا کا قبول ہونا ایک خصوصی فضیلت عظیمہ ہے۔

۲۳ - حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے مناقب میں علمائے کرام یہ ذکر فرماتے ہیں کہ وہ اللہ جل و جلالہ کے راستہ میں شہید ہونے والی خاتون ہیں اور شہیدہ کے لقب سے ملقب ہیں۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہا وعن جمیع اخواتہا۔

لمحہ فکر یہاں

قارئین کرام نے حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلقات ملاحظہ فرمائے یہ فضائل و کمالات ان کو حاصل ہوتے دین کے لئے مصائب و شدائد کا برداشت کرنا ان کو نصیب رہا۔ اور اس میں ”ثابت قدمی“ ان کا شیوہ رہا۔ تمام زندگی اپنے والد شریف صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خدمت و اطاعت میں گزار دی آپ نے ان کو ان کے اعمال مقبولہ کی بنا پر ”خیر بناتی“ اور افضل بناتی کے مخصوص القاب سے نوازا۔ اور وفات تک ان پر سیدہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر شفقت قائم رہی۔ انتقال کے بعد تجہیز و تکفین کے جملہ مراحل میں آپ کے شفیعانہ سلوک اور کریمانہ عنایات کی انتہا ہو گئی یہاں تک کہ آنجناب ان کے آخری مقام قبر میں اُترے اور حضرت زینبؓ کو آنجناب صلعم کی طرف سے شفاعت کی قبولیت کی بشارت عظیمہ حاصل ہوئی۔

ان صاحبزادیوں رضی اللہ عنہن کے حق میں بعض لوگ اس دور میں زبان طعن و راز کئے ہوئے ہیں اور لکھتے ہیں کہ یہ نبی کی روایتی بیٹیاں تھیں ”یہ نبی کی رواجی بیٹیاں تھیں“ اور ان کے حق میں کوئی فضیلت قرآن و حدیث سے نہیں ملتی مطلب یہ ہے کہ صاحبزادیاں (حضرت زینب حضرت رقیہ حضرت ام کلثوم) رضی اللہ تعالیٰ عنہن نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد نہیں ہیں اور ان کی کوئی فضیلت کتابوں میں مذکور نہیں..... الخ (استغفر اللہ العظیم)

ناظرین کرام! اپنے مہربان پیغمبر کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف

کے حق میں ان لوگوں کا یہ نہایت نازیبا سلوک ہے یہ لوگ بڑی بے باکی کے ساتھ ان صاحبزادیوں سے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب شریف کی نفی کرتے ہیں، اور اللہ سے بالکل نہیں ڈرتے اور ساتھ ہی ساتھ دعویٰ یہ ہے کہ ان بیبیوں کی کوئی فضیلت کتابوں میں نہیں ملتی نہ شیعہ کی کسی کتاب میں نہ کسی سنی کتاب میں۔

بندہ نے یہ چند واقعات اسلامی کتب سے جمع کر کے ناظرین کی خدمت میں پیش کر دیئے ہیں ساتھ ساتھ شیعہ معتبرات کے بھی حوالے دے دیئے ہیں۔ اب باانصاف اور شریف با شعور آدمی اس چیز کا فیصلہ خود کر لیں کہ حق بات کون سی ہے؟ اور از خود تراشیدہ چیزیں کون سی ہیں؟ مزید کسی تبصرہ و تشریح کی حاجت نہیں ہے گی۔ قلیل سے خوفِ خدا کی حاجت ہے اگر کہیں سے دستیاب ہو جائے، تو ”سبحان اللہ“ وہ ساتھ ملا لیں۔

اس کے بعد ”ازالہ شبہات“ کا عنوان درج کیا جاتا ہے۔

صاحبِ زادِ سید زینب رضی اللہ عنہا

کے متعلقہ

شبہات کا ازالہ

سرورِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادی سیدہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے متعلقہ سوانح اور ان کے حالات، فضائل اور سیرت و کردار ہم نے بقدر ضرورت بیان کر دیئے ہیں۔

ان تمام حالات پر بشرط انصاف نظر کرنے سے اس بات کی تصدیق ہو جاتی ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادی ہیں اور ان کی والدہ محترمہ ام المؤمنین حضرت خدیجہ الکبریٰ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ہیں۔

صاحبزادی زینب رضی اللہ عنہا نہ لے پالک بیٹی ہیں اور نہ ہی ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی خواہر زادی ہیں بلکہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی دختر محترمہ ہیں اگر کوئی شخص ان گزشتہ مندرجات سے روگردانی کرتے ہوئے ازراہ عناد اولاد نبوی کے ساتھ بغض اور تعصب اختیار کرتا ہے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ربیبہ ذکر کرتا ہے تو یہ تاریخی حقائق کی تکذیب ہے۔

اہل سنت کے حوالہ جات اس مسئلہ پر ہم نے سابقاً ایک ترتیب کے ساتھ ذکر کر دیئے ہیں اور شیعہ کے بھی ہر دور کے معتبر حوالہ جات ہم نے پیش کر دیئے

ہیں اب فریقین کو اس مسئلہ پر غور و فکر کرنے کا پورا موقعہ حاصل ہے۔

اب اس چیز کے متعلقات ذکر کئے جاتے ہیں جو لوگ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ربیبہ ثابت کرتے ہیں ان کے اس دعوے کی حقیقت کیا ہے؟ کیا ان کے پاس کوئی چیز قابل غور ہے۔ یا ان کے دلائل درجہ اعتبار سے بالکل ساقط ہیں؟ ناظرین کرام وہ چیزیں ملاحظہ فرمائیں جن کو وہ دلائل کا درجہ دیتے ہیں اس کے بعد ان کی اصل حقیقت پیش ہوگی، ناظرین کرام ان چیزوں کے ملاحظہ کرنے کے بعد خود ایک نتیجہ پر پہنچ جائیں گے۔

بعض اہل سیرت کا ایک قول

بعض لوگ سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں سے ایک قول پیش کرتے ہیں۔ کہ ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے سابق خاوند ابو ہالہ بن مالک سے ان کی جواولاد ہوئی اس میں زینب بنت ابی ہالہ ایک لڑکی تھی اور ایک لڑکا مہد بن ابی ہالہ تھا۔

اس قول کی بناء پر یہ استدعا تجویز کیا گیا ہے کہ صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بیٹی نہیں بلکہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے سابق خاوند ابو ہالہ کی اولاد میں سے ہے اعتراض کا تمام مدار اسی قول پر ہے اس کے بغیر اور کوئی چیز ان کے پاس نہیں۔

توضیحات

ناظرین کے افادہ کی خاطر یہاں چند چیزیں ذکر کی جاتی ہیں ان کو بغور ملاحظہ فرمائیے کہ بعد اس مسئلہ کے متعلق انشاء اللہ تشفی ہو جائے گی۔

۱۔ ابو ہالہ کی لڑکی زینب جو اس قول میں ذکر کی گئی ہے اور اس کی ماں خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا بیان کی ہے یہ قول بعض سیرۃ نگار مثلاً ابن ہشام نے لکھا ہے، اور اس کی کوئی سند پیش نہیں کی اور نہ ہی اس قول کے متعلق کہیں کوئی انتساب مذکور ہے کہ فلاں صحابی۔ تابعی یا تبع تابعی کا یہ قول ہے نہ ہی کسی باسند محدث اور سیرت نویس کا نام درج کیا گیا ہے مختصر یہ ہے کہ اس قول کے متعلق یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ یہ کس بزرگ کا فرمان ہے اور جس کا بھی یہ قول ہے وہ بغیر سند کے ہے جس کا کوئی وزن نہیں

۲۔ اس سیرت نگار یعنی ابن ہشام سے یہ قول جس نے بھی نقل کیا وہ نقل در نقل چلتا رہا ہے ان ناقلین میں سے کوئی بھی اس کی سند پیش نہیں کر سکا ہے اور نہ ہی اس کے قائل کی طرف کوئی صحیح انتساب سامنے آیا ہے۔

۳۔ نیز قابل غور بات یہ ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سابق خاوند کی اولاد بے شمار علمائے حدیث، سیرت نگار، علمائے انساب و علمائے تراجم و تاریخ نے ذکر کی ہے لیکن ان لوگوں نے ابو ہالہ کی اولاد جو خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے ذکر کی ہے اس میں کہیں زینب کا نام ذکر نہیں کیا یہ حضرات زینب نام کی کوئی لڑکی ابو ہالہ کی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے تخریر نہیں کرتے یہ اس بات کا قوی قرینہ ہے کہ زینب کے نام کی کوئی لڑکی ابو ہالہ کی

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نہیں ہوئی تھی ورنہ البوہالہ کی اولاد ذکر کرنے والے علماء اس کو ضرور اس مقام میں بیان کرتے اب ہم یہاں مذکورہ علماء کی تصانیف سے اس مسئلہ پر حوالہ جات نقل کرتے ہیں تاکہ ناظرین کرام کو تسلی ہو جائے۔

پہلے اہل سنت علماء کے حوالہ جات پیش خدمت ہوں گے اس کے بعد شیعہ مصنفین اور شیعہ مجتہدین کے اقوال اس مسئلہ پر بطور تائید درج کئے جائیں گے۔

حوالہ جات

- ۱۔ طبقات ابن سعد میں مسئلہ ہذا اس طرح مذکور ہے
فولدت خدیجۃ لابی ہالۃ مر جلا یقال ہند و ہالۃ
رجل ایضاً ثم خلف علیہا بعد ابی ہالۃ عتیق بن
عابد بن عبد اللہؑ
 - ۲۔ واخوة ولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لامہم
ہند بن عتیق بن عابد بن عبد اللہ..... و ہند بن
ابی ہالہ..... نباش بن زراہ و ہالہ بنت ابی ہالہؑ
- ان ہر دو حوالہ جات کا مضمون یہ ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سابق

۱۵۔ طبقات ابن سعد ص ۸ ج ۸
تحت تسمية النساء المسلمات والمهاجرات..... الخ { طبع لیڈن

۱۶۔ کتاب نسب قریش ص ۲۲
تحت ولد عبد اللہ بن عبد المطلب {

خاندان ابوالہ سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں ہند نامی ایک لڑکا پیدا ہوا اور بقول بعض ہالہ ابوالہ کی لڑکی تھی مختصر یہ ہے کہ زینب نامی لڑکی ابوالہ سے نہ تھی۔ اب ہم ذیل میں کتابوں کے صرف حوالہ جات اختصاراً نقل کرتے ہیں۔ عبارات پیش کرنے سے بڑی تطویل ہو جاتی ہے ان حوالہ جات میں یہی مضمون موجود ہے۔

۳۔ (۱) کتاب المحبر ص ۷

{ تحت ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم }

(۲) کتاب المحبر لابن جعفر بغدادی ص ۴۵۲

{ تحت اسماء من تزوج ثلثة ازواج فصاعد امن النساء }

۴۔ المعارف لابن قتیبة الدینوری ص ۵۸-۵۹

{ باب نسب سیدنا محمد بن عبد اللہ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم }

۵۔ کتاب انساب الاشراف للبلاذری ص ۲۰۷-۲۰۸ ج ۱-

۶۔ جمهرة انساب العرب لابن حزم ص ۱۲۲-۱۲۳-۱۲۴ ج ۱-

۷۔ السنن الکبریٰ للبیہقی ص ۷۷ ج ۱-

{ کتاب النکاح باب تسمیة ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم وبناته }

۸۔ مجمع الزوائد للہیثمی ص ۲۱۹ ج ۹-

{ تحت باب فضل خدیجہ بنت خویلد - }

۹۔ الاستیعاب لابن عبد الیر ص ۵۶۸ ج ۳-

{ تحت ہند بن ابی ہالہ مع الاصابہ }

۱۰۔ الروض الانف للسیہلی ص ۱۲۲ ج ۱-

فصل تزویجہ علیہ السلام خدیجہ

- ۱۱۔ اسد الغابہ لابن اثیر جزری ص ۲۳۲ ج ۵۔
تحت خدیجہ أم المؤمنین رضی اللہ عنہا {
 - ۱۲۔ البدایہ لابن کثیر ص ۲۹۲-۲۹۳ باب ذکر زوجاتہ صلوات اللہ
وسلامہ علیہ وعلیٰ اللہ عنہن واولادہ صلی اللہ علیہ وسلم {
 - ۱۳۔ الاصابہ لابن حجر ص ۴۱ تحت ہند بن عتیق
 - ۱۴۔ سیرۃ حلبیہ ص ۱۶۱ الجز الاول تحت باب تزویجہ صلعم {
خدیجہ بن خویلد۔ تصنیف علی بن برہان الدین حلبی (طبع مصر)
مندرجہ بالا مصنفین نے ابو ہالہ اور عتیق کی اولاد جو خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی
تھی ذکر کی ہے لیکن ان میں کسی جگہ بھی زینب نامی لڑکی کا ذکر نہیں کیا اس بنا پر
ابن ہشام زینب کو سابق ازواج کی لڑکی ذکر کرنے میں متفرد نظر آتا ہے۔
-

شیعی حوالہ جات

مسئلہ ہذا کے متعلق شیعہ علماء و مجتہدین کے چند حوالہ جات تحریر کئے جاتے ہیں تاکہ مسئلہ ہذا اپنے مقام میں پوری طرح واضح ہو سکے اور ہر ایک فریق اس پر غور کر سکے۔

۱۔ علی بن عیسیٰ اربلی نے ”کشف الغمہ“ جلد دوم میں ذکر مناقب خدیجہ کے تحت لکھا ہے۔

”کانت خدیجہ قبل ان یتزوج بہا رسول اللہ صلی اللہ
والہ عند عتیق بن عائر بن عبد اللہ بن عمرو بن مخزوم
یقال ولدت لہ جاریۃ وہی ام محمد بن صیفی
المخزومی ثم خلف علیہا بعد عتیق ابوہا لہ ہند
بن الزرارۃ التیمی فولدت لہ ہند بن ہند ثم
تزوجہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم“ لہ
۲۔ شیخ نعمت اللہ الجزائری نے ”الانوار النعمانیہ“ جزر اول میں نور مولودی کے تحت
لکھا ہے:-

”فاول امرأۃ تزوجہا خدیجۃ بنت خویلد وکانت قبلہ
عند عتیق بن عائر المخزومی فولدت لہ جاریۃ ثم

لہ ”کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ“ بمع ترجمہ فارسی
ترجمۃ المناقب جلد ثانی ص ۱۷ تحت مناقب خدیجہ

تزوجہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ابیہا ہند^۱

۳۔ ملا باقر مجلسی نے حیات القلوب جلد دوم باب ۵۲ میں ذکر کیا ہے۔

”پیش از آنکہ حضرت او تزویج نماید عتیق بن عائد مخزومی اور تزویج

کردہ بود و از او دختر بہم رسانید و بعد از او ابو ہالہ اسدی را تزویج کرد

و ہند بن ابی ہالہ را از بہم رسانید پس حضرت رسول اورا خواستگاری

نمود و ہند پسرا و را تربیت نمود۔^۲

۴۔ شیخ عباس قمی نے اپنی کتاب منتهی الآمال جلد اول فصل ششم

میں لکھا ہے :-

وآں مخدرہ دختر خویلد بنی اسد بن عبد العزیٰ بودہ و نخست زوجہ عتیق بن

عائذہ المخزومی بود و فرزندے از او آورد کہ جاریہ نام داشت و از پس

عتیق زوجہ ابو ہالہ بنی منذر الاسدی گشت و از وہند بن ہالہ را آورد^۳

مندرجہ بالا شیعہ حوالہ جات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے

سابقہ خاوند عتیق سے ایک جاریہ نامی لڑکی پیدا ہوئی اس کو ام محمد بن صیفی بھی کہا

گیا ہے پھر عتیق کے بعد ابو ہالہ کے ساتھ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا

۱۔ الانوار النعمانیہ جلد اول ص ۳۶ نور مولودی

{ تحت حالات خدیجہ بنت خویلد

۲۔ حیات القلوب ص ۴۸ ج ۲ باب ۵۲

{ تحت ذکر ازواج بنی ۲

۳۔ منتهی الآمال ص ۴۵ ج ۱۔ فصل ششم

{ در وقائع ایام و سنین عمر مبارک حضرت خاتم النبیین

اس سے ایک لڑکا ہوا جس کو ہند بن ابی ہالہ کہتے ہیں اس کے بعد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا۔

ان تمام شیعہ حضرات نے خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سابق ازواج کی اولاد میں "زینب" نامی کسی لڑکی کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ابو ہالہ کی لڑکی زینب کے نام سے جس صاحب نے ذکر کی ہے وہ جمہور علماء اہل سنت اور شیعہ کے خلاف ذکر کیا ہے اور اس مسئلہ میں اس نے اپنا تفرد بیان کیا ہے اور اس پر کوئی سند پیش نہیں کی ظاہر ہے کہ متفرد اشیا اپنے تفرد کی بناء پر قبول نہیں کی جاتیں اور علماء کی اصطلاح میں اس مسئلہ کو اس طرح ذکر کیا جاتا ہے کہ

”هذا قول شاذ لا يتابع عليه“

یعنی ابن ہشام کا یہ قول شاذ ہے اس کی متابعت نہیں پائی گئی۔ اس بناء پر عموماً علماء (محدثین - اہل سیر - اہل تاریخ) نے اس کو ذکر نہیں کیا۔ لہذا اس قسم کا شاذ قول قبول نہیں کیا جاسکتا ہے۔ ”کیونکہ قاعدہ یہ ہے۔“

الثقة اذا شذ لا يقبل ما شذ فيه“

(مرقات شرح مشکوٰۃ جلد سادس باب العدة - الفصل الاول تحت روایات فاطمہ

بنت قیس)

یعنی اگر شذوذ اختیار کرنے والا آدمی ثقہ ہے تب بھی اس کی شاذ چیز کو قبول نہیں کیا جائیگا۔

ایک تلبیس کا ازالہ

آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کے مخالفین نے کئی قسم کے شبہات مسلمانوں میں پیدا کر دیئے ہیں ان میں سے ایک شبہ آپ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کے متعلق یہ ہے کہ دور نبویؐ میں زینبؓ نام کی متعدد خواتین تھیں اور زینب نامی ایک لڑکی ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کی بھی تھی جو ان کے سابق خاوند ابوسلمہ سے تھی اس کا تذکرہ جب علماء تراجم نے کیا ہے تو اس کو ربیبۃ الرسولؐ کے نام سے لکھا ہے (حضرت ام سلمہؓ کی اس لڑکی کا نام "زینب" تھا اور حضرت ام سلمہؓ کی وجہ سے اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں پرورش پائی تھی اس وجہ سے ان کو ربیبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی کہا جاتا تھا۔ محض اس لفظی مشابہت کی بنا پر معتزین نے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کی طرف اس کا انتساب کر دیا اور کہہ دیا کہ زینبؓ تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ربیبہ ہے حالانکہ صاحبزادی سیدہ زینبؓ کی ماں حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ ہیں اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی نسب شریف سے ہے اور ربیبہ مذکورہ کی ماں حضرت ام سلمہؓ ہے اور والد کا نام ابولہ ہے۔

اس چیز کی تصدیق اگر مطلوب ہو تو حافظ ابن حجر عسقلانی کی کتاب "الاصابہ"

۱) "الاصابہ" جلد ۲، تحت زینب بنت ابی سلمہؓ

(۲) کتاب اسد الغابہ ج ۲، ۲۶۸ تحت زینب بنت ابی سلمہؓ

ملاحظہ کریں ابن اثیر جزیری نے یہاں مزید یہ تصریح کر دی ہے کہ زینب ربیبہ کے خاوند کا نام عبداللہ بن زمرہ تھا۔ اور ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے خاوند کا نام ابو العاص بن ربیع تھا۔

مقامات ہذا مطالعہ کرنے سے خوب تسلی ہو جائے گی۔ اور اس تشابہ لفظی کی وجہ سے جو اشکال معترضین نے پیدا کیا ہے وہ زائل ہو جائے گا۔ اور اس سے زیادہ تسلی مطلوب ہو تو اپنے (علماء شیعہ) کی معتبر کتاب ”تنقیح المقال“ جلد ثالث تحت زینب بنت ابی سلمہ ملاحظہ فرمائیں وہاں بڑی صراحت کے ساتھ زینب بنت ابی سلمہ کا تذکرہ موجود ہے یعنی اس کی ماں کا نام ام سلمہ اور والد کا نام ابو سلمہ ہے اس کا اصل نام بڑہ تھا سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے تبدیل فرما کر اس کا نام زینب رکھا جب ام سلمہؓ نے حبشہ کی ہجرت کی تھی (یعنی اپنے زوج ابو سلمہ کے ساتھ) تو وہاں یہ لڑکی زینب پیدا ہوئی تھی پھر اپنی ماں کے ساتھ یہ مدینہ طیبہ آئی اپنے وقت کی خواتین میں یہ بڑی فقیہ اور مسائل میں بڑی عقلمند و مشہور خاتون تھی اور اس کو ”حسنة الحال“ اعتبار کرتے ہیں

یہ شیعہ علماء کے اقوال ہیں اب امتقانی کی اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں۔ تاکہ حق الیقین کا درجہ حاصل ہو جائے اور مسئلہ مسلم بین الفرقین قرار پائے۔

”زینب بنت ابی سلمہ عدھا الشیخ وہ فی رجالہ وابت

۱۔ اسد الغابہ ص ۴۶۹ ج ۵

۲۔ (۱) انساب الاشراف للبلاذری ص ۴۳ جلد اول

(۲) طبقات ابن سعد ص ۳۳۵ ج ۸

تحت زینب بنت ابی سلمہ طبع لیڈن بھی ملاحظہ کے قابل ہے۔

عبد البر وابن مندۃ و ابو نعیم من صحابة رسول اللہ ﷺ
 وہی علی ما صرحوا بہ زینب بنت ابی سلمہ بنت
 عبد الاسد القرشیۃ المخزومیۃ وہی ربیۃ رسول
 اللہ ﷺ و امہا ام سلمہ زوجۃ النبی ﷺ کان اسمہا برة
 فسمیہا رسول اللہ ﷺ زینب ولدتها امہا بارض الحبشة
 حین ہاجرۃ الیہا مع نزوجہا و قدمت بہا معہا
 وقد قیل انہا کانت من افقہ زمانہا و انی اعبرہا
 ”حسنۃ الحال“ لہ

قارئین کرام کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہم نے کتاب ”رحمۃ ربینہم حصہ صدیقی“ ص ۱۶
 میں اس اشتباہ کو حل کر دیا تھا لیکن یہاں دوبارہ اسے سوانح حضرت زینب رضی اللہ
 عنہا کی مناسبت سے ذکر کر دیا ہے اور شیعہ و سنی ہر دو مکتب فکر کی کتابوں سے ثابت
 کر دیا کہ زینب نامی جوام سلمہ کی لڑکی ہے وہ دوسری تھی اس کی ماں کا نام ام سلمہ ہے۔
 خاوند کا نام عبداللہ بن زمعہ ہے اور سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی
 (زینب رضی اللہ عنہا) وہ دوسری ہیں ان کی ماں کا نام خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور
 خاوند کا نام ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ ہے۔

”اگر درخانہ کس است ہمیں گفتہ بس است“

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے متعلقات یہاں ختم ہوتے ہیں اس کے بعد حضرت
 رقیہؓ کے احوال درج ہوئیں گے۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)۔

لہ تنقیح البقال لعبد اللہ ما مقانی ص ۷ ج ۲ - زینب بنت ابی سلمہ -
 تحت باب الخاد الراء والنزای المعجبة من فصل النساء {

سوانح صاحبزادی سیدہ رقیہؓ ماتر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم

(رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ رقیہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تذکرہ حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بعد ہدیہ قارئین کیا جاتا ہے۔

صاحبزادی رقیہؓ حضرت زینبؓ سے چھوٹی ہیں ان کی والدہ محترمہ ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ

بنت خویلد بن اسد ہیں۔ علماء لکھتے ہیں کہ رقیہؓ اپنی بڑی بہن حضرت زینبؓ کے تین برس بعد پیدا ہوئیں اس وقت سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک قریباً تینتیس برس کی تھی۔ ۱۷

جناب رقیہؓ نے اپنی بہنوں کے ساتھ اپنے والد شریف صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی میں تربیت

تربیت رقیہؓ

پائی اور اپنے سن شعور کو نہیں۔

ان کے والدین شریفین کی تربیت اکبر اعظم تھی جو ان کے آئندہ کمالات زندگی کا باعث بنی۔

خواتین میں سب سے پہلے اسلام لانے والی خاتون حضرت خدیجہ الکبریٰ

اسلام لانا اور بیعت کرنا

رضی اللہ عنہا ہیں ان کے ساتھ آپ کی صاحبزادیاں اسلام لانے میں پیش پیش ہیں جس وقت

۱۷ تاریخ الخمیس للشیخ حسین الدیار البکری ص ۲۷ ج ۱۔

نحت ذکر رقیہؓ بنت رسول اللہ

ان کی والدہ محترمہ اسلام لائیں تو ان کے ساتھ یہ صاحبزادیاں بھی مشرف بہ اسلام ہوئیں اور بیعت نبویؐ کے ساتھ شرف عزت حاصل کیا۔

”وأسلمت حين أسلمت أمها خديجة بنت خويلد و
بأبعت رسول الله صلى الله عليه وسلم هي وأخواتها حين
بأبعه النساء“^۱

”یعنی جب خدیجہ الکبریٰؓ اسلام لائیں تو حضرت رقیہؓ نے بھی اسلام قبول کیا اور جب دوسری عورتوں نے بیعت کی تو حضرت رقیہؓ نے اور ان کی بہنوں نے بھی جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی سعادت حاصل کی“

اسلام سے قبل اس دور کے دستور کے مطابق سردار
دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دونوں صاحبزادیوں حضرت

رقیہؓ کا نکاح

رقیہؓ اور اُم کلثومؓ کا نکاح بالترتیب اپنے چچا ابولہب کے دونوں لڑکوں عتبہ اور عقیبہ کے ساتھ کر دیا تھا۔ یہ صرف انتساب نکاح تھا اور رخصتی نہیں ہوتی تھی اور شادی و بیاہ کی نوبت نہیں آتی تھی۔

پھر اسلام کا دور شروع ہوا آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونے لگی توحید کی آیات اتریں۔ شرک و کفر کی مذمت بر ملا کی گئی۔ حتیٰ کہ سورۃ قبت یٰٰ اہل
لہب و تب..... الخ“ ابولہب کے نام کے ساتھ نازل ہوئی۔

۱۔ طبقات ابن سعد ص ۲۲ تحت رقیہ بنت رسول اللہ صلعم

۲۔ الاما بۃ لابن حجر ص ۲۹ تحت رقیہ بنت رسول اللہ صلعم

۳۔ تفسیر القرطبی ص ۲۲۲ تحت آیتہ قل الا زواجک و بناتک

اس پر کفار مکہ کی عداوت اہل اسلام کے ساتھ انتہا کو پہنچ گئی اور ابولہب کا غیض و غضب حدود اخلاق سے متجاوز ہو گیا۔

ابولہب نے اپنے دونوں لڑکوں عتبہ اور عتیبہ کو حکم دیا کہ اگر تم ”محمد بن عبد اللہ“ کی بیٹیوں کو طلاق نہ دو گے تو میں تم کو منہ نہیں لگاؤں گا اور تمہارا چہرہ ہمک نہیں دیکھوں گا۔ یہ طلاق اس وقت ان دختران نبی کا غیبی اعزاز تھا تقدیر الہی نے فیصلہ کیا کہ یہ پاک صاحبزادیاں عتبہ اور عتیبہ کے ہاں نہ جاسکیں، باپ کے کہنے پر عتبہ اور عتیبہ نے دونوں معصوم دختران نبی (یعنی رقیہؓ اور ام کلثومؓ) کو طلاق دے دی اور یہ رشتہ صرف اسلام کے ساتھ عداوت کی بنا پر منقطع کر دیا گیا۔

فلما بعث رسول اللہ وانزل اللہ ”تبت ید ابی لہب“
قال له ابوہ ابو لہب اسی من امر اسک حرام ان لم
تتطلق ابنتہ فقار قہا ولم یکن دخل بها“ لہ
ان دونوں صاحبزادیوں (رقیہؓ اور ام کلثومؓ) کا کوئی قصور اور عیب نہ تھا محض
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد ہونے کی وجہ سے ان کو یہ اذیت پہنچانی گئی۔ اور
کسی عورت کو بلا وجہ طلاق دیا جانا اس کے حق میں نہایت تکلیف دہ ہوتا ہے۔
اس کے فطری احساسات مجروح ہوتے ہیں لیکن یہ سب کچھ ان معصومات طاہرات
نے دین اسلام کی خاطر برداشت کیا۔ گو اس طلاق میں ان کا اپنا ہی اعزاز اور کفار کے

۱۔ الطبقات لابن سعد ۲/۲۲۷ تحت رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۲۔ تفسیر القرطبی ۲/۲۲۷ تحت آیت قل لا زواجک وبناتک..... الخ

۳۔ الاصابۃ لابن حجر ۲/۲۹۷ تحت رقیہ بنت سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم

۴۔ تاریخ الخميس ۲/۲۴۲ تحت رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ہاں جانے سے ایک عملی احتراز تھا۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

مسئلہ ہذا شیعہ کے نزدیک

اہل سنت کے علماء نے بھی اس واقعہ کو ذکر کیا ہے

اور شیعہ کے اکابر علماء نے بھی اس واقعہ کو مزید تفصیل سے یوں لکھا ہے کہ :-

”حضرت رقیہؓ کو عتبہ بن ابی لہب نے نکاح میں لیا پھر اس نے شادی ہونے سے قبل رقیہؓ کو طلاق دیدی۔ اس طریق کار کی وجہ سے حضرت رقیہؓ کو عتبہ کی وجہ سے نہایت تکلیف پہنچی تو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عتبہ کے حق میں بددعا فرمائی اور فرمایا ”یا اللہ! اپنے درندوں میں سے ایک درندہ عتبہ پر مسلط فرما دے (جو اس کو چیر بھاڑ ڈالے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا منظور ہو گئی۔ ایک موقع پر عتبہ اپنے ساتھیوں میں موجود تھا کہ ایک شیر نے آکر عتبہ بن ابی لہب کو کپڑ کر بھاڑ ڈالا۔

واما رقیۃ فتزوجھا عتبۃ بن ابی لہب فطلقھا قبل ان یدخل بہا ولحقھا منہ اذی فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ”اللہم سلط علی عتبۃ کلبا من کلابک فتناولہ الاسد من بین اصحابہ“

- ۱۔ الانوار النعمانیۃ ص ۳۶۱ تحت نور مولودی للشیخ نعمت اللہ الجزائری الشیعہ
- ۲۔ الانوار النعمانیۃ للشیخ نعمت اللہ الجزائری ص ۳۶۱ تحت نور مولودی

لہ قولہ۔ علی عتبۃ کلبا۔

اس بات کی وضاحت اس مقام میں ضروری سمجھی گئی ہے کہ ابو لہب (باقی اگلے صفحہ پر)

حقیقت میں حضرت رقیۃؓ کے دل کے یہ وہ احساسات تھے جو نبی کریم

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) کا کونسا بیٹا تھا جسے ایک درندے نے پھاڑ ڈالا۔ تو ہمارے علمائے مندرجہ ذیل چیزیں ذکر کی ہیں ان سے اس مسئلہ کی نشاندہی ہوتی ہے۔

حافظ ابن حجر العسقلانی اور دیگر علمائے لکھا ہے کہ فتح مکہ کے روز عتبہ بن ابی لہب اور اس کا بھائی معتب بن ابی لہب خوفزدہ ہو کر مکہ سے بھاگ کر کسی دوسرے مقام پر چلے گئے تھے۔ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس ابن عبدالمطلب سے دریافت فرمایا کہ تیرے بھتیجے کہاں ہیں تو حضرت عباس نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! وہ خوفزدہ ہو کر کسی دوسری جگہ نکل گئے ہیں تو آنجناب نے ارشاد فرمایا کہ ان کو بلا لاؤ۔ چنانچہ حضرت عباس تشریف لے گئے اور عتبہ اور معتب دونوں کو بلا لائے۔ وہ دونوں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے اور یہ بھی ساتھ لکھا ہے کہ فتح مکہ کے بعد غزوہ حنین میں یہ دونوں بھائی شریک ہوئے اور غنائم سے حصہ پایا۔

نیز علماء فرماتے ہیں کہ یہ ان لوگوں میں سے تھے جو غزوہ حنین میں ثابت قدم رہے تھے۔

اور اس کے بعد وہ دونوں بھائی مکہ شریف میں مقیم رہے۔

۱۔ الاصابہ ص ۴۴۹-۴۴۸ تحت عتبہ بن ابی لہب ج ۲۔

۲۔ الاصابہ ص ۴۲۲-۴۲۳ تحت معتب بن ابی لہب ج ۲۔ ثالث

یہاں سے معلوم ہوا کہ درندہ کے پھاڑ ڈالنے کا اگر واقعہ صحیح ہے (جیسا کہ بعض علماء نے ذکر کیا ہے) تو یہ عتیبہ (مصغر) کے حق میں واقعہ ہوگا۔ جو فتح مکہ سے پہلے مر گیا تھا اور ایمان نہیں لایا تھا۔

عتبہ (بکر) کے حق میں یہ واقعہ صحیح نہیں (واللہ اعلم بالصواب) (منہ)

صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے بددعا کی شکل میں ظاہر ہوئے اور قدرت کاملہ کی طرف سے وہ منظوری پا گئے۔

صاحبزادی سیدہ رقیہؓ کا حضرت عثمانؓ کے ساتھ نکاح

جب ابولہب کے لڑکوں نے حضرت رقیہؓ اور ام کلثومؓ کو طلاق دے دی تو اس کے بعد نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی رقیہؓ کا نکاح مکہ شریف میں حضرت عثمانؓ بن عفان رضی اللہ عنہ کے ساتھ کر دیا۔ اور اس سلسلہ میں حضرت عثمانؓ کے فضائل کے تحت علماء نے بعض روایات نقل کی ہیں جو ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

ایک روایت عبداللہ بن عباسؓ اور دوسری حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

①

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی بھیجی ہے کہ میں اپنی عزیزہ رقیہؓ کا نکاح حضرت عثمانؓ بن عفان کے ساتھ کر دوں۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رقیہؓ کا نکاح حضرت عثمانؓ کے ساتھ مکہ شریف میں کر دیا اور ساتھ ہی رخصتی کر دی۔

۱۔ کنز العمال ۳۷۵ ج ۶ تحت فضائل ذی النورین عثمانؓ۔

۲۔ ذخائر العقبیٰ للمحب الطبری ۱۶۲ ج ۱۴۱ تحت ذکر من تزوج رقیہ بنت رسول اللہؐ

اور یہ بات مسلمت میں سے ہے کہ سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دونوں صاحبزادیاں حضرت سیدہ رقیہؓ اور ام کلثومؓ کے بعد دیگرے حضرت عثمان بن عفانؓ کے نکاح میں دے دی تھیں پہلے حضرت رقیہؓ کا عقد کر دیا تھا یہ مکہ شریف میں ہوا تھا اور ہجرت مدینہ سے پہلے ہوا تھا پھر حضرت رقیہؓ کی وفات کے بعد ام کلثومؓ کا نکاح ہوا جس کی تفصیلات آئندہ ذکر کی جا رہی ہیں۔

(۲)

دوسری روایت میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں ذکر کرتے ہیں کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان ابن عفان کو ایک صاحبزادی نکاح کر کے دی (اس کے انتقال کے بعد) پھر اپنی دوسری صاحبزادی ان کے نکاح میں دے دی نکاح یکے بعد دیگرے منعقد ہوئے۔

”وَمِنْ أَجْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاحِدَةً بَعْدَ

وَاحِدَةٍ“ لہ

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عثمانؓ کے ساتھ ان صاحبزادیوں کا نکاح کر دینا حضرت عثمانؓ کے لئے بہت بڑی سعادت مندی ہے اور خوش بختی ہے جو ان کو نصیب ہوئی حضرت عثمانؓ حضورؐ سے دامادی کا شرف پا گئے۔

حاشیہ صفحہ گذشتہ (۳) تاریخ الخمیس للحسین الدیار البکری ص ۲۷۵ تحت ذکر رقیہ بنت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (اخرجہ الطبرانی فی معجمہ)

حاشیہ صفحہ ہذا لہ۔ کنز العمال ص ۳۷۹ بحوالہ ابن عساکر طبع اول حیدر آباد دکن

روایت ۵۸۷۵ باب فضائل ذی النورین عثمان رضی اللہ عنہ

نیز یہ چیز بھی قابل قدر ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے یہ تعلقات نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدت العمر خوشگوار رہے اور کسی ناخوشگواہی کی نوبت نہیں آئی اور اسی صورت حال پر خاتمہ بالخیر ہوا۔

حضرت رقیہؓ کی تعریف نسائے قریش کی ربانی

علماء تاریخ نے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت رقیہؓ کو حسن اور جمال کے وصف سے خوب نوازا تھا۔ صاحب ”تاریخ الخلفاء“ اپنی تاریخ میں اور محب الطبری اپنی کتاب ”ذخائر العقبیٰ“ میں اسے ان الفاظ کے ساتھ ذکر کرتے ہیں :- وکانت ذات جمال رائع۔ یعنی حضرت رقیہؓ نہایت عمدہ جمال کی حامل تھیں۔ جس وقت حضرت عثمانؓ کے ساتھ ان کی شادی اور بیاہ ہوا ہے تو اس وقت کے قریش کی عورتیں ان زوجین پر رشک کرتی تھیں اور دونوں کے حسن و جمال کو مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ تعبیر کرتی تھیں۔

”وتزوجها عثمان بن عفان وكانت نساء قریش يقلن
حين تزوجها عثمان“۔

۱۔ احسن شخصین ساءى انسان

ساقية و بعلها عثمان

۲۔ یعنی قریش کی عورتیں کہتی تھیں کہ انسان نے جو حسین ترین جوڑا دیکھا

ہے وہ ساقیہؓ اور ان کے خاوند عثمانؓ ہیں۔

۱۔ تاریخ الخلفاء ص ۲۴۲ تحت رقیہؓ۔ ۲۔ ذخائر العقبیٰ ص ۱۶۲ تحت حالات رقیہؓ

۳۔ تفسیر القرطبی ص ۲۴۲ تحت آیت قل لا انا و اٰجک و بنا تک الخ سورۃ احزاب

اسی نوع کا ایک اور واقعہ ”ارسال ہدیہ“ کے عنوان کے تحت آئندہ درج ہوگا۔
(انشاء اللہ تعالیٰ)

”ہجرت حبشہ“

اسلام کا یہ ابتدائی دور تھا اور مسلمانوں پر مختلف قسم کے دباؤ ڈالے جا رہے تھے اور کئی قسم کے مصائب کا اہل اسلام کو سامنا کرنا پڑتا تھا۔

اس دوران نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو جو مسلمان ہو چکے تھے یہ مشورہ دیا کہ حبشہ کی ولایت کی طرف اگر تم سفر اختیار کر لو تو بہتر رہے گا۔ اسلئے کہ ارض حبشہ کا بادشاہ ایسا شخص ہے جو کسی پر ظلم نہیں کرتا وہاں لوگ آرام و سکون سے زندگی بسر کر سکیں گے وہاں لوگوں پر کسی قسم کی زیادتی نہیں کی جاتی اور وہ پر امن علاقہ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کوئی کشادگی کی صورت فرمادیں گے۔

اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے چند لوگ حبشہ کی ولایت کی طرف ہجرت کے ارادہ سے نکل پڑے۔ یہ لوگ اہل مکہ کے فتنہ سے بچنا چاہتے تھے اور اللہ کے دین کو بچانے کے لئے گھر سے نکل پڑے تھے اور یہ اسلام میں پہلی ہجرت تھی جو اہل اسلام کو پیش آئی۔

قرآن مجید میں مہاجرین کے حق میں بہت سی فضیلت کی آیات آئی ہیں ان میں سے ایک یہاں درج کی جاتی ہے۔

”وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظَلَمُوا لَنَبُوْنَهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَلَا جَزَاءَ لَآخِرًا كَبِيرٌ“..... الخ پارہ ۱۷۱، ص ۱۷۱

”یعنی جن لوگوں نے ستم رسیدہ ہونے کے بعد اللہ کے راستے میں ہجرت کی اور ترک وطن کیا ان لوگوں کو ہم دنیا میں اچھا ٹھکانہ دیں گے اور

آخرت کا اجر بہت بڑا ہے..... الخ

یہ آیات قرآنی عام ہیں اور ہر اس ہجرت کو شامل ہیں جو دین کی خاطر ہو۔ سو مہاجرین حبشہ بھی ان کا مصداق ہیں اور وہ ان فضیلتوں کے حامل ہیں جو مالک کریم نے مصائب و شدائد پر مرتب فرمائیں اور انہیں بڑے انعامات سے نوازا۔ اور جو حضرات اس ہجرت میں مکہ شریف سے نکلے تھے ان میں حضرت عثمان بن عفانؓ اور ان کی اہلیہ محترمہ حضرت سراقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تھیں مسلمانوں میں اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کا یہ پہلا قافلہ تھا اور نبوت کے پانچویں سال میں ہجرت حبشہ کا یہ واقعہ پیش آیا تھا۔ اس مفہوم کو حافظ ابن کثیر نے مندرجہ الفاظ میں ذکر کیا ہے۔

”قال لهم لو خرجتم الى الارض الجثة فان بها ملكا لا يظلم عند احد و هي ارض صدق حتى يجعل الله لكم فرجا مما انتم فيه فخرج عند ذلك المسلمون من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم الى ارض الحبشة مخافة الفتنة و فرأوا الى الله بدینهم فكانت اول هجرة كانت في الاسلام فكان اول من خرج من المسلمين عثمان بن عفان و زوجته سراقية بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم“

۱۔ البدایة والنهاية لابن کثیر ص ۶۶ جلد ۳

تحت باب الهجرة من هاجر..... من مكة الى ارض الحبشة

۲۔ تفسیر القرطبی ص ۲۲۲ تحت آية قل لا زواجك و بناتك..... الخ

سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں سے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو ہجرت حبشہ کا شرف پہلے حاصل ہوا۔ ان کو اپنے خاوند کی معیت میں یہ سعادت نصیب ہوئی۔ دین کی حفاظت کی خاطر سفر کے مسائب بڑاشت کر، کوئی معمولی شرف نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا بہت بڑا اجر ہے۔

حضرت رقیہؓ کے احوال کی دریافت

ہجرت حبشہ کے بعد ان ہجرت کرنے والوں کی خیر و عافیت کے احوال ایک مدت تک معلوم نہ ہو سکے۔ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے متعلق پریشانی لاحق تھی۔ اسی دوران قریش کی ایک عورت حبشہ کے علاقہ سے مکہ شریف پہنچی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ہجرت کرنے والوں کے حال احوال دریافت فرمائے تو اس نے بتلایا کہ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے داماد اور آپ کی دختر کو میں نے دیکھا ہے۔ تو رسالتاً نے فرمایا کہ کیسی حالت پر دیکھا ہے؟ تو اس نے ذکر کیا کہ عثمانؓ اپنی بیوی کو ایک سواری پر سوار کئے ہوئے لے جا رہے تھے اور خود سواری کو پیچھے سے چلا رہے تھے تو اس وقت نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جملہ دعائیہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کا مصاحب اور ساتھی ہو!! حضرت عثمانؓ ان لوگوں میں سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے حضرت لوط علیہ السلام کے بعد اپنے اہل و عیال کے ساتھ ہجرت کی۔“

”خرج عثمان بن عفان ومعه امراتہ رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی ارض الحبشة فابطا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خبرهما فقد مت امراتہ

من قریش فقالت : یا محمد ! قد رايت ختنك و معد
امراته قال : علی ای حال رائیتها ؟ قالت : رائیت
قد حمل امراته علی حمار من هذه الدبابه وهو
یسوقها فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان
عثمان اول من هاجر باهلہ بعد لوط علیہ السلام^۱

شیعہ علماء کی طرف سے تائید

شیعہ علماء نے ہجرت حبشہ کا واقعہ اس طرح تحریر کیا ہے کہ حبشہ کی طرف ہجرت
کرنے والے گیارہ مرد اور چار عورتیں تھیں کفار مکہ سے روپوش ہو کر یہ حضرات حبشہ کی طرف
روانہ ہو گئے تھے ان میں (حضرت) عثمان بن عفان بھی تھے اور ان کی اہلیہ رقیہؓ
بنت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ہمراہ تھیں۔

۱۔ البدایۃ لابن کثیر ص ۶۶ جلد ثالث

تحت باب هجرة - من هاجر من مكة الى ارض الحبشة -

۲۔ اسد الغابة لابن اثیر جز ۱ ص ۴۵ تحت ذکر راقیۃؓ -

۳۔ ذخائر العقبی للمحب الطبری ص ۶۳ تحت ذکر ہجرتہا -

۴۔ شرح مواہب الدانیۃ للزرقانی ص ۱۹۸ تحت راقیۃؓ -

۵۔ تاریخ الخمیس ص ۲۷۱ تحت رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۶۔ کنز العمال ص ۳۸۱ روایت ۵۸۸۵ بحوالہ طب - ق - فی - کو

طبع اول تحت فضائل عثمان بن عفان ص -

”پس یازده مرد و چار زن خفیہ از اہل کفر گریختند و بجانب حبشہ رواں شدند از جملہ آنہا عثمان بود و رقیہ دختر حضرت رسول کہ زن او بود۔
اسلام کے ابتدائی دور میں اہل اسلام پر بڑی بڑی آزمائشیں آئی تھیں ان میں ہجرت حبشہ بھی ایک مستقل آزمائش تھی۔ مہاجرین حبشہ میں حضرت عثمان بن عفان کا بیع اپنی اہلیہ (حضرت رقیہؓ) کے شمار ہونا مسلمات میں سے ہے۔ شیعہ و سنی علماء نے اس مسئلہ کو اپنے اپنے انداز میں بصراحت درج کیا ہے چنانچہ چند ایک حوالہ جات ہم نے دونوں جانب سے پیش کر دیئے ہیں تاکہ دونوں فریق کو تسلی ہو سکے۔

تنبیہ:

بعض لوگوں نے ہجرت حبشہ کے مسئلہ میں خواہ مخواہ ایک شبہ پیدا کر لیا ہے کہ حضرت عثمانؓ کے ساتھ ہجرت حبشہ میں صاحبزادی رقیہؓ نہیں تھیں بلکہ رملہ بنت شیبہ تھی۔

اس کے متعلق اتنا بیان کر دینا کافی ہے کہ جس مقام سے یہ اعتراض اخذ کیا گیا ہے وہیں اسکا جواب بھی موجود ہے یعنی اس روایت کو علماء نے دلائل کے ساتھ رد کر دیا ہے۔

وہ قول متروک ہے۔ صحیح واقعات کے خلاف پایا گیا ہے اور اقوال متروکہ کو قبول نہیں کیا جاتا۔ فلہذا صحیح چیز یہی ہے کہ ہجرت حبشہ

۱۔ حیات القلوب از ملا باقر مجلسی ص ۳۳ جلد ۲۔

باب ۲۵ در بیان ہجرت حبشہ۔

۲۔ الانوار النعمانیہ ص ۳۹ ب۔ تحت نوام مولودی ۱-ج

میں حضرت عثمانؓ کے ساتھ ان کی زوجہ محترمہ حضرت رقیہؓ بھتیں جیسا کہ جمہور شیعہ و سنی علماء کے حوالہ جات بالا میں نقل کیا گیا ہے۔

حبشہ سے واپسی

مہاجرین حبشہ نے حبشہ کے علاقہ میں ایک مدت گزاری پھر وہاں سے مکہ شریف کی طرف واپس ہوئے۔ ان حضرات میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی اپنی اہلیہ (حضرت رقیہؓ) سمیت واپس ہوئے۔ اسی دوران نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مکہ شریف سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لے جا چکے تھے ہجرت حبشہ کے بعد پھر حضرت عثمانؓ ہجرت مدینہ کے لئے تیار ہو گئے اور اپنی اہلیہ (حضرت رقیہؓ) سمیت مدینہ شریف کی طرف دوسری ہجرت کی۔

والذی علیہ اہل السیران عثمان رجع الی مکة من حبشة
مع من رجع ثم ہاجر باہلہ الی المدینة۔ ۱

دوبارہ ہجرت کا اعزاز

اس سلسلہ میں یہ چیز قابل ذکر ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی اہلیہ

۱۔ الاصابة لابن حجر ص ۲۹۸ تحت ذکر رقیہؓ۔

۲۔ مجمع الزوائد للہیثمی ص ۲۱۴ باب ما جاء فی رقیة بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۳۔ ذخائر العقبی (للحب الطبری) ص ۱۶۲ لاحمد بن عبد اللہ الطبری

تحت ذکر من تزوج رقیة بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

محترمہ سمیت دو ہجرتوں کے مہاجر ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے راستے میں دین کی خاطر دو بار ہجرت نصیب فرمائی ایک بار انھوں نے حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی اور دوسری مرتبہ مکہ شریف سے مدینہ کی طرف مشہور ہجرت کا شرف حاصل ہوا، دوبار ہجرت کی فضیلت ایک بہت بڑا شرف ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو نصیب فرمایا۔ اس سلسلہ میں حضرت رقیہؓ بھی ان دو ہجرتوں سے مشرف ہوئیں اور ان کو یہ عظیم فضیلت حاصل ہوئی۔ دوبار ہجرت کی فضیلت اس حدیث سے بھی ثابت ہے جس میں حضرت اسماء بنت عمیس کا یہ واقعہ مذکور ہے ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے حضرت اسماء بنت عمیس کو کہہ دیا کہ ہم نے (مکہ سے مدینہ شریف) کی طرف ہجرت کرنے میں تم سے سبقت کی پس ہم رسول خدا کے ساتھ تم سے زیادہ حقدار ہیں یہ سنکر حضرت اسماء غصہ میں آگئیں اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں جا کر شکایت کی کہ عمر بن خطابؓ یوں کہتے ہیں۔ تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلی دلائی اور فرمایا کہ :- له ولا صدحایہ ہجرة واحدة ولكم انتہو اهل السفینۃ ہجرتان :- یعنی اس کے اور اس کے ساتھیوں کے لئے ایک ہجرت ہے اور اے اہل السفینۃؓ، تمہارے لئے دو عدد ہجرتیں ہیں تمہارے لئے دو گنا ثواب ہے۔ ۱۷

۱۷ ہجرت حبشہ میں کشتیوں پر سواری پیش آئی تھی۔ کشتیوں کے بنیر اس زمانہ میں ارض حبشہ کی طرف سفر نہیں ہوتا تھا۔ اس لئے مہاجرین حبشہ کو "اہل سفینہ" سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔

(منہ)

۱۸ مسلم شریف جلد ثانی صفحہ ۳۲۱ باب فضائل جعفر و اسماء بنت عمیس۔

اولادِ قیث کا ذکر

یہاں اب حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی اولاد کا ذکر کیا جاتا ہے۔
 علمائے لکھا ہے کہ حبشہ میں ان کے ہاں ایک ناتمام بچہ پیدا ہوا تھا پھر اس
 کے بعد ان کا دوسرا بچہ حبشہ ہی میں ہوا جس کا نام ”عبداللہ“ رکھا گیا اور اسی نام کی نسبت
 سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی کنیت ”ابو عبد اللہ“ مشہور ہوئی۔ اپنے والدین کے
 ساتھ نواسہ رسول عبداللہ مدینہ شریف پہنچے۔

اہل سیر لکھتے ہیں کہ عبداللہ جب قریباً چھ برس کی عمر کو پہنچے تو ان کی آنکھ میں
 ایک مرغ نے ٹھونگ لگا کر زخم کر دیا تھا۔ جس کی وجہ سے ان کا چہرہ متورم ہو گیا تھا
 پھر وہ ٹھیک نہ ہو سکا اسی حالت میں وہ انتقال کر گئے

یہ اپنی والدہ کے بعد جمادی الاولیٰ ۳۷ھ میں مدینہ طیبہ میں فوت ہوئے۔
 اس کے بغیر حضرت رقیہ کی کوئی اور اولاد نہیں ہوئی۔

وكانت قد اسقطت من عثمان سقطاً ثم ولدت بعد
 ذالك عبد الله وكان عثمان يكتي به في الاسلام وبلغ
 سنين فنقره ديك في وجهه فمات ولم تلد له شيئاً بعد
 ذالك -

۱۔ تفسیر القرطبی ص ۲۴۲ طبع مصر تحت آیت قل لا زواجك وبناتك.... الخ

۲۔ اسد الغابۃ ص ۵۵۶ تحت ذکر رقیہ

۳۔ طبقات ابن سعد ص ۲۲ تحت رقیہ

۴۔ البدایہ ص ۳۰۸ فصل اولاد نبوی صلعم۔

۵۔ طبقات ابن سعد ص ۳۷ تحت عثمان بن عفان

اور شیعہ علماء نے بھی حضرت عثمان کے لڑکے عبداللہ (جو حضرت رقیہؓ سے متولد تھے) کے متعلق اسی طرح تحریر کیا ہے کہ وہ صغیر السن تھے کہ ایک مرغ نے اس کی آنکھوں میں چونچ سے زخم کر ڈالا اس کی وجہ سے وہ بیمار پڑ گئے حتیٰ کہ ان کی وفات ہو گئی۔

شیخ نعمۃ اللہ الجزائری شیعہ مجتہد لکھتا ہے کہ :-

فولدت له عبد الله ومات صغيراً نقره ديب على

عينيه فمرو عن ومات "..... الخ له

اور مشہور مورخ مسعودی شیعہ نے یہاں اس بات کی تصریح کر دی ہے کہ عثمان بن عفان کے لئے حضرت رقیہؓ سے دو عدد لڑکے تھے ایک لڑکے کو عبداللہ اکبر کہتے تھے اور دوسرے کو عبداللہ اصغر دونوں کی والدہ رقیہؓ تھیں۔

«وكان له من الولد عبد الله الأكبر و عبد الله
الاصغر امه رقية بنت رسول الله صلى الله عليه وآله»

صاحبزادہ عبداللہ کا جنازہ اور دفن

بلاذری وغیرہ علماء نے ذکر کیا ہے جب صاحبزادہ عبداللہ بن عثمان کا انتقال ہوا سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نہایت غمناک ہوئے اسی پریشانی کی حالت میں آنجناب نے عبداللہ کو اٹھا کر گود میں لیا آپ کی آنکھیں اشکبار ہوئیں اور فرمایا کہ

۱۔ الانوار النعمانیہ للشیخ نعمۃ اللہ الجزائری ص ۳۱ تحت نور مرتضوی۔

۲۔ الانوار النعمانیہ ص ۳۶ تحت نور مولودی۔

۳۔ مروج الذهب للمسعودی ص ۲۲۱ تحت ذکر عثمان ذکر نسبہ ولع من اخبارہ وسیرہ۔

بے شک اللہ تعالیٰ اپنے رحیم و شفیق بندوں پر رحم فرماتا ہے اس کے بعد اس کی نماز جنازہ خود پڑھی ہے پھر دفن کرنے کے لئے حضرت عثمانؓ قبر میں اترے اور ان کو دفن کر دیا۔

”و اما عبد اللہ بن عثمانؓ فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضعہ فی حجرہ و دمت علیہ عینہ و قال انما یرحمہ اللہ من عبادہ الرحماء“

وصلی علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و نزل عثمانؓ فی حضرتہؓ لہ

اس تمام واقعہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شریک غم تھے اور اپنے سامنے اپنے نواسے کے حق میں ہدایات فرمائیں اور ان کے موافق یہ سارے انتظامات مکمل ہوئے۔

انسان کا اپنی اولاد سے فطری طور پر قلبی تعلق ہوتا ہے۔ جب بھی اولاد پر مصیبت آتی ہے تو وہ پریشان ہو جاتا ہے پھر صبر و سکون کرنے سے ہی یہ مرحلہ طے ہوتا ہے اس موقع پر اسی طرح کیا گیا۔

اُمّ عیاش کا ذکر

سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خادمہ تھیں ان کو اُمّ عیاش کہتے

۱۔ انساب الاشراف للبلاذری ج ۱۶ تحت ذکربنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۲۔ تاریخ الخیسی للذیاری البکری ج ۲۵۵ تحت ذکر رقیہؓ

ایک بار گوشت کا پیالہ بھر کر عنایت فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ عثمان بن عفان کے گھر پہنچا دیں پس میں یہ ہدیہ لے کر حضرت عثمانؓ کے گھر پہنچا۔ حضرت عثمان اور حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وہاں تشریف فرما تھے میں نے وہ ہدیہ حضرت رسالتاؐ کی طرف سے ان دونوں کی خدمت میں پیش کیا۔ اور اسامہ کہتے ہیں میں نے ایسا عمدہ جوڑا پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ میاں بیوی دونوں حسن و جمال میں بڑے فائق تھے۔

عن اسامة بن زيد قال بعثني رسول الله صلى الله عليه وسلم بصحفة فيها لحم الى عثمان فدخلت عليه فاذا هو جالس مع رقية ما رايت زوجا احسن منها (اخرجه البغوي في معجمه)

حضرت عثمان کی طرف سے ایک ہدیہ

اسی طرح ایک دوسرے موقع پر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہر اور نقی سے مرکب عمدہ طعام تیار کیا (جس کو عربی میں الخبیسؓ کہتے تھے) وہ آپؐ نے

۱۔ ذخائر العقبیٰ لاحمد بن عبد اللہ المحب الطبری ۱۶۲

تحت ذکر من تزوجها رقية بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم

۲۔ کنز العمال ج ۳۸ (بجوالد النغوی۔ کو) طبع اول

تحت فضائل ذی النورین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ۔

۳۔ قولہ الخبیس۔ بعض اہل لفظ کہتے ہیں کہ کھجور اور گھی سے مرکب ایک طعام تیار کیا جاتا تھا۔

آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ارسال کیا۔ اس وقت آن جناب ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ کے گھر پر قیام فرماتے تھے جس وقت یہ ہدیہ پہنچا تو آنجناب گھر میں موجود نہیں تھے۔ جب آپ خانہ اقدس میں تشریف لائے تو ام المؤمنین ام سلمہؓ نے وہ ہدیہ پیش کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ یہ ہدیہ کس نے ارسال کیا ہے؟ تو اہل خانہ نے عرض کیا کہ حضرت عثمانؓ کی طرف سے یہ پہنچا ہے۔ ام المؤمنین ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ اس وقت آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا فرمائی کہ اے اللہ! عثمان تجھے راضی کرنا چاہتے ہیں تو بھی ان سے راضی ہو۔

وقال ليث بن ابى سليم: اول من خبص الخبيص عثمان
 خلط بين العسل والنقى ثم بعث به الى رسول الله
 صلى الله عليه وسلم الى منزل امر سلمة فلم يصادفه
 فلما جاء وضعوه بين يديه فقال من بعث هذا؟ قالوا
 عثمان: قالت فرفع يديه الى السماء فقال اللهم
 ان عثمان يترصناك فارض عنه ۛ ۛ ۛ

خادمہ کا غنایت فرمانا اور ہدایا کا باہمی ارسال کیا جانا وغیرہ کے واقعات
 بتلا رہے ہیں کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہات کریمانہ اپنی صابز ادوی رقیہؓ
 اور اپنے داماد کی طرف مبذول رہتی تھیں اور یہ شائستہ تعلقات دامائے قائم تھے۔

حضرت رقیہ کی اپنے خاوند کی خدمت گزاری

سردارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صاحبزادی کے ہاں بعض اوقات تشریف لے جایا کرتے تھے اور ان کے احوال کی خیریت دریافت فرماتے تھے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صاحبزادی رقیہؓ کے ہاں تشریف لے گئے اس وقت وہ اپنے زوج حضرت عثمانؓ کے سر کو دھو رہی تھیں۔ تو آنجنابؐ نے اس خدمت کو دیکھ کر ارشاد فرمایا "اے بیٹی! اپنے خاوند عثمانؓ کے ساتھ اچھا سلوک رکھا کریں اور حسن معاملہ کے ساتھ زندگی گزاریں۔ عثمانؓ میرے اصحاب میں سے خلقِ اخلاق میں میرے ساتھ زیادہ مشابہ ہیں۔

يَا بَنِيَّةَ احْسَنِي اِلَى ابِي عَبْدِ اللَّهِ فَإِنَّهُ أَشَبُّهُ اصْحَابِي بِي خَلْقًا رَطَبٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَثْمَانَ الْقُرَشِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَى ابْنَتِهِ وَهِيَ تَغْسِلُ رَأْسَ عُمَانَ ۖ لَه

یہاں سے معلوم ہوا کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی صاحبزادیوں کے ساتھ کمال شفقت تھی اور وقتاً فوقتاً آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں تشریف لے جایا کرتے تھے نیز ان صاحبزادیوں کے اپنے ازواج کے ساتھ نہایت شائستہ تعلقات تھے اور وہ اپنے زوج کی خدمت گزار بیبیاں تھیں اور اسلام کی تعلیم بھی یہی ہے کہ زوجہ اپنے خاوند کی بہتر طریق سے خدمت بجالائے۔

نیز معلوم ہوا کہ سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان بن عفانؓ کے ساتھ

عمدہ روابط رکھتے تھے اور آپ نے ارشاد فرمایا کہ اخلاق میں عثمانؓ میرے زیادہ مشابہ ہیں۔ یہ حضرت عثمانؓ کے حق میں بہت بڑی عظمت ہے جو زبان نبوت سے بیان ہوئی۔

حضرت رقیہؓ کی بیماری

مدینہ طیبہ میں اقامت کے دوران ۲ھ میں غزوہ بدر پیش آیا جس میں سردارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس خود تشریف لے گئے تھے اس دوران آپ کی صاحبزادی حضرت رقیہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اتفاقاً بیمار پڑ گئیں اور بیماری کے متعلق علماء رکھتے ہیں کہ ”نخسرہ“ کی بیماری لاحق ہوئی تھی۔ ادھر غزوہ بدر کی تیاری تھی اور آنجناب کے ساتھ صحابہ کرامؓ بھی غزوہ بدر میں شمولیت کے لئے تیار تھے حضرت عثمانؓ کو آنجناب نے ارشاد فرمایا کہ رقیہؓ بیمار ہیں آپ ان کی تیمارداری کے لئے یہاں مدینہ میں ہی مقیم رہیں اور ساتھ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خادم حضرت اسامہ بن زید کو مدینہ شریف میں ٹھہرنے کا حکم فرمادیا۔

اندریں حالات حضرت عثمان بن عفانؓ کا تقاضا تھا کہ میں بھی غزوہ بدر میں شمولیت کی سعادت حاصل کروں تو اس وقت آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّ لَكَ اَجْرًا جَلِيلًا مِّنْ شَهِيدٍ اَوْ سَهْمٍ ۝ ۱۵

۱۔ بخاری شریف جلد اول ص ۵۲۳ تحت مناقب عثمانؓ

۲۔ بخاری شریف جلد اول ص ۴۲۲ باب اِذَا بَعَثَ الْاِمَامُ رَسُوْلًا فِیْ حَاجَتِهِ

۳۔ بخاری شریف جلد ثانی ص ۵۸۲ تحت باب قَوْلُهُ اللّٰهُ تَعَالٰی

اِنَّ الَّذِیْنَ قَوْلُوْا مَنَکُمْ یَوْمَ التَّنْقِیْلِ الْجَمْعُ

”یعنی آپؐ کے لئے بدر میں حاضر ہونے والوں کے برابر اجر ہے اور غنائم میں سے حصّہ بھی آپؐ کے لئے ہے۔

حضرت عثمانؓ کا بدری صحابہ کے مساوی حصّہ

علماء نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرمان کے ذریعے بدر کی شمولیت سے روکا تھا تو گویا حضرت عثمانؓ فرمان نبویؐ کے تحت حضرت رقیہؓ کی تیمارداری کے لئے رُکے تھے اور پھر حضرت عثمانؓ کو غزوہ بدر کے غنائم میں سے دیگر غنائم اور مجاہدین کے ساتھ باقاعدہ حصّہ دیا گیا تھا۔ اور غزوہ بدر میں شمولیت کے ثواب کے متعلق بھی زبان نبوتؐ سے صریح طور پر حکم ہوا کہ عثمانؓ اس اجر اور ثواب میں بھی برابر کے شریک ہیں گویا حضرت رقیہؓ کی تیمارداری کی خدمت کا درجہ جہاد کے برابر قرار دیا۔ رقیہؓ کے حق میں یہ بہت بڑی عظمت ہے جو زبان نبوتؐ سے صادر ہوئی۔ یہ فضیلت کہ ان کی خدمت جہاد غزوہ بدر کے برابر شمار ہو۔ حضورؐ کی صاحبزادیوں میں صرف حضرت رقیہؓ کا ہی اعزاز ہے۔

حافظ نور الدین الہیثمی نے ”مجمع الزوائد“ میں لکھا ہے کہ :-

”و تخلف عن بدر علیہا بأذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضرب لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سہمان اہل بدر وقال واجری یا رسول اللہ قال واجرک لہ

لہ مجمع الزوائد للہیثمی ص ۲۱۷ ج ۹

تحت باب ما جاء فی رقیة بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے باعث حضرت عثمانؓ غزوہ بدر سے چھپے رہ گئے تھے ان کے ذمہ حضرت رقیہؓ کی تیمارداری تھی پھر آنجناب نے حضرت عثمانؓ کے لئے بدر کے غنائم کے حصّوں میں برابر حصّہ مقرر فرمایا اور جب حضرت عثمانؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرے اجر اور ثواب کے متعلق کیا حکم ہے؟ تو ارشاد نبویؐ ہوا کہ تمہارا اجر و ثواب بھی باقی اہل بدر کے ساتھ برابر ہے۔
مضمون ہذا بہت سے مصنفین نے تحریر کیا ہے، اہل تحقیق مندرجہ ذیل مقامات کی طرف رجوع کر کے مزید تسلی کر سکتے ہیں۔

شیعہ کی طرف سے تائید

شیعہ علماء نے بھی یہ مسئلہ اسی طرح ذکر کیا ہے اور مزید یہ تشریح بھی کر دی ہے کہ آنحضرتؐ افسردہ اوقات میں شامل نہیں ہو سکے تھے لیکن پھر بھی ان کے لئے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے غنائم سے برابر حصّہ عنایت فرمایا تھا۔ ان افراد میں سے ایک حضرت عثمان بن عفانؓ بھی تھے جو غزوہ بدر میں حضرت رقیہؓ کی بیماری کی وجہ سے شامل نہ ہو سکے اور حضور اقدسؐ نے ان کے لئے غنائم میں سے برابر کا حصّہ مقرر فرمایا۔ اس وقت عثمانؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے اجر کا کیا ہوا؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ تمہارا اجر تمہیں ملے گا۔

۱۔ اسد الغابہ لابن اثیر جزری ص ۲۵۶ ج ۵۔ تحت ذکر رقیہؓ

۲۔ البدایہ لابن کثیر ص ۳۰۸-۳۰۹ فصل فی اولاد النبیؐ ج ۵

۳۔ البدایہ والنہایہ ص ۳۴۴ فصل فی ذکر حمل من الحوادث

۴۔ کنز العمال ج ۴ ص ۳۸۲ تحت فضائل ذی النورین عثمان بن عفان روایت ۵۹۰۳

اہل علم کی تسلی کے لئے شیعہ مؤرخ مسعودی کی عبارت بعینہ پیش خدمت ہے وضرب لثمانیۃ نفر باسہمہم لم یثمدوا القتال وہو عثمان بن عفان تخلف عن بدار لمرض رقیۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ فضرِبَ لہ بسہمہ فقال یا رسول اللہ واجرِی قال واجرک ؐ

تنبیہ

بعض لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر آنکھیں بند کر کے اعتراض قائم کرتے ہیں کہ وہ غزوہ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے اور بدر کے فضائل سے محروم رہے۔ تو اس کے متعلق مندرجہ بالا روایات نے واضح کر دیا کہ حضرت عثمانؓ آنحضرتؐ کی صاحبزادی رقیہؓ کی تیمارداری کی وجہ سے غزوہ ہذا میں شریک نہ ہو سکے اور یہ صورت حال رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے تحت پیش آئی تھی اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تخلف کے ہوتے ہوئے آپ کو ان غنائم کے حصوں اور اجر و ثواب میں برابر کا شریک قرار دیا تھا۔ فلہذا حضرت عثمانؓ ان فضائل اور ثواب بدر سے محروم نہیں رہے۔

مسند ہذا اگر مزید سمجھنا سلاوب ہو تو اس واقعہ کو سامنے رکھیں کہ غزوہ تبوک میں جس کے فضائل کتاب و سنت میں بیان فرمائے گئے ہیں حضرت علی المرتضیٰؓ شامل نہیں ہو سکے تھے اور مدینہ طیبہ میں ٹھہرے رہے تھے حضرت علیؓ کا

مدینہ شریف میں قیام اور غزوہ تبوک میں شریک نہ ہونا بھی فرمان نبوی کے تحت تھا۔ بالکل اسی طرح حضرت عثمانؓ کی غزوہ بدر میں عدم شرکت بھی اسی نوعیت کی ہے مختصر یہ ہے کہ جیسے علی المرتضیٰؓ کی ذات اس مسئلہ میں قابل طعن نہیں ہے اسی طرح حضرت عثمان بن عفان بھی اس مقام میں لائق اعتراض نہیں ہیں۔

وفات رقیہؓ

جنگ بدرؓ میں رمضان المبارک میں پیش آیا تھا۔ سردارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام کے ساتھ جنگ بدر میں شریک ہوئے اور حضرت رقیہؓ کی بیماری شدت اختیار کر گئی اور آنجنابؐ کی غیر موجودگی میں ان کا انتقال ہو گیا پھر ان کے کفن و دفن کی تیاری کی گئی اور یہ تمام امور حضرت عثمان نے سر انجام دیئے۔ حدیث اور سیرت کی کتابوں میں مذکور ہے کہ غزوہ بدر کی فتح کی بشارت لے کر حب زید بن حارثہ اور عبد اللہ بن رواحہ مدینہ شریف پہنچے تو اس وقت حضرت رقیہؓ کو دفن کرنے کے بعد دفن کرنے والے حضرات اپنے ہاتھوں سے مٹی جھاڑ رہے تھے۔

اس مقام میں علماء فرماتے ہیں کہ ہجرت مدینہ کے سترہ ماہ گزرنے کے بعد حضرت رقیہؓ کا انتقال ہوا تھا۔ اور بعض علماء نے اس طرح ذکر کیا ہے کہ ہجرت کو ایک سال دس ماہ گزرنے

تاریخ وفات

۱۔ طبقات ابن سعد ص ۲۴۲ جلد آٹھ تحت ذکر حضرت رقیہؓ۔

۲۔ تفسیر القرطبی ص ۲۴۲ تحت آیتہ قل لا اذواجك وبناتك.....

کے بعد حضرت رقیہؓ کی وفات حسرت آیات ہوئی تھی۔ رانا اللہ وانا
الید ما اجعون۔ ۱۷

بین کرنے اور واویلا کرنے کی ممانعت

چند ایام کے بعد سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں پہنچے تو
جنت البقیع میں قبرِ رقیہؓ پر تشریف لے گئے۔ اور اس موقع پر آنحضرت کی
آمد کی بنا پر مزید عورتیں بھی جمع ہو گئیں اور حضرت رقیہؓ پر رونے لگیں جب عورتوں
کا زیادہ آواز بلند ہوا تو حضرت عمرؓ نے ان کو منع کیا اس وقت جناب رسالت مآب
صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو سختی کرنے سے روک کر عورتوں سے ارشاد فرمایا کہ
شیطانی آواز کرنے سے باز رہو اور ارشاد فرمایا کہ جب تک آنکھ اور قلب سے رونا
صادر ہو تو یہ علامتِ رحمت اور شفقت کی ہے لیکن جب زبان سے واویلا اور
ہاتھ سے جرز و فزع ظاہر ہو تو یہ شیطان کی طرف سے ہے۔

”وبکت النساء علی راقیۃ فجعل عمرؓ ینہاھن ینضوھن
فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما ینہاھن ینضوھن
قال ایا کنّ ونعیق الشیطان فانه مہما یکون من العین
والقلب فمن الرحمة وما یکون من اللسان والید
فمن الشیطان؟“ ۱۸

۱۔ مسند ابی داؤد الطیالسی ص ۳۵۱ تحت مسند ابی یوسف بن مہران عن ابن
عباس۔ طبع اول۔ حیدر آباد دکن۔

۲۔ منحة المعبود فی ترتیب مسند الطیالسی ابی داؤد ص ۱۵۹
۱۷ ذخائر العقبیٰ للمحب الطبری ص ۱۶۳ تحت ذکر وفاتھا۔

حضرت فاطمہؑ کا وفاتِ رقیہؑ پر گریہ کرنا

اس موقع پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے والد شریف کے ساتھ قبر رقیہؑ پر حاضر ہوئیں اور اپنی پیاری بہن کے غم میں ان کی قبر کے کنارے پر بیٹھ کر رونے لگیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ازراہ شفقت فاطمہ الزہراءؑ کے چہرے سے آنسو اپنے ہاتھ سے اور کپڑے سے صاف کرنے لگے اور انہیں تسلی دی اور صبر و سکون کی تلقین فرمائی۔

قال وجعلت فاطمة رضي الله عنها تبكي على شفير قبر رقيةؑ
فجعل رسول الله صلى الله عليه وسلم يمسح الدموع وجهها
باليدين وقال بالثوب له

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) باب الرخصة في البكاء بغیر نوح وصیاح۔ (طبع مصر)

۳۔ طبقات ابن سعد ص ۲۲۷ جلد ثامن تحت ذکر رقیہؑ

۱۔ وفار الوفاء للسہودی ص ۱۹۵ جلد ۳۔ تحت قبر رقیہ بنت الرسولؐ۔

(حاشیہ صفحہ ۱۸) ۱۔ منحة المعبود فی ترتیب مسند الطیالسی

ابی داؤد ص ۱۵۹۔ باب الرخصة في البكاء على الميت بغیر نوح۔

۲۔ السنن الکبریٰ للبیہقی ص ۱۷۱ ج ۴۔ کتاب الجنائز

تحت باب سیاق اخبار تدل علی جواز البكاء بعد الموت

۳۔ طبقات ابن سعد ص ۲۲۷ ج ۸۔ تحت ذکر رقیہؑ طبع لیدن

۴۔ وفار الوفاء للسہودی ص ۱۹۵ ج ۳۔ تحت قبر رقیہ بنت الرسولؐ

”ایک خصوصی ارشاد“

صاحبزادی رقیۃ کا جب انتقال ہو گیا تو رسالہ کتاب صلی اللہ علیہ وسلم نہایت منہموم اور پریشان تھے اور پریشانی کی ایک خاص وجہ یہ بھی تھی کہ آپ کی عدم موجودگی میں ان کا انتقال ہوا تھا اور آنجناب ان آخری لمحات میں اول جنازہ یا کفن و دفن میں شمولیت نہیں فرما سکے تھے۔ جب آپ مدینہ طیبہ میں تشریف لاتے ہیں تو مزار رقیۃ پر تشریف لے گئے وہاں پر آپ نے اپنی پیاری بیٹی حضرت رقیۃ کے حق میں تحسّر کے کلمات ارشاد فرمائے کہ:-

”الحقی بسلفنا عثمان ابن مظعون“ ۱

یعنی اے رقیۃ! تم ہمارے سلف صالح عثمان بن مظعون کے ساتھ لاحق ہو اور ان کے ساتھ جا کر شامل ہو۔

۱۔ طبقات ابن سعد ص ۲۴ جلد ثامن تحت تذکرہ رقیۃ۔

۲۔ الاصابۃ ص ۲۹۷ ج ۳ تحت ذکر رقیۃ۔

۳۔ الزمرقانی شرح مواہب ص ۱۹۹ ج ۳ تحت رقیۃ۔

۴۔ وفاء الوفاء از نور الدین السمہودی ص ۸۹ ج ۳ تحت قبر رقیۃ بنت رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عثمان بن مظعونؓ کا اجمالی تعارف

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک قدیم الاسلام اور بڑے مقتدر صحابی تھے۔ تیرہ افراد کے بعد اسلام لائے تھے اور ہجرت حبشہ کی فضیلت بھی ان کو نصیب ہوئی تھی۔ مدینہ شریف میں مہاجرین میں سے یہ پہلے شخص تھے جنہوں نے انتقال فرمایا اور ”جنت البقیع“ میں مہاجرین میں سے پہلے دفن ہونے والے ہی تھے۔ جب ان کا انتقال ہوا تو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ارتحال کی وجہ سے نہایت غمناک ہوئے تھے اور آنجناب کے آنسو مبارک جاری تھے اور اسی حالت میں آپ نے عثمان بن مظعونؓ کو بوسہ مبارک سے نوازا تھا۔

اس بنا پر حضرت عثمان بن مظعون کو آپ نے اپنے سلف صالحین کے نام سے ذکر فرمایا ہے۔ ۱۔

”شیعہ کی طرف سے تائید“

صاحبزادی رقیۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے احوال جس طرح علماء اہل سنت کی کتب سے مختصراً پیش کیے گئے ہیں اسی طرح شیعہ علماء نے بھی اپنے آئمہ کرام سے اس موقع کے حالات باسند نقل کیے ہیں چنانچہ ہم ان کی اصول کی کتاب ”فروع کافی“ کتاب الجنائز باب المسند فی القبر سے بعض احوال نقل کرتے ہیں اس سے حضرت رقیۃ کا مقام تو قریب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے ہاں تھا وہ واضح ہو جائے گا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اپنی بہن سے قلبی تعلق نمایاں ہو گا اور ان کے باہمی روابط معلوم ہوں گے۔
 شیعہ کے ائمہ فرماتے ہیں کہ جب صاحبزادی رقیۃؓ کا انتقال ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور رقیۃؓ کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ کہ اے رقیۃؓ! تم ہمارے سلف صالح عثمان بن مظعون اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ شامل رہو۔

حضرت فاطمہؓ اپنی ربیاری بہن کی قبر شریف کے کنارے پر تشریف لائیں اور فرط غم کی وجہ سے رونے لگیں اور فاطمہؓ کے آنسو قبر رقیۃؓ میں گر رہے تھے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پاس کھڑے تھے اور اپنے کپڑے سے ان کے آنسو پونچھ رہے تھے وہیں آنجنابؐ نے رقیۃؓ کے حق میں کلمات دعائیہ ارشاد فرمائے۔ آپؐ نے فرمایا کہ رقیۃؓ کی ضعیفی مجھے معلوم ہے میں نے اللہ کریم سے سوال کیا ہے کہ وہ رقیۃؓ کو قبر کی گرفت سے پناہ دے

”قَالَ لِمَا مَاتَ رَقِيَّةُ ابْنَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
 قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ الْحَقُّ يَسْلِفُنَا الصَّالِح
 عُثْمَانُ بْنُ مَظْعُونٍ وَاصْحَابُهُ قَالَ وَفَاطِمَةُ عَلَيْهَا
 السَّلَامُ عَلَى شَفِيرِ الْقَبْرِ تَنْحَدِرُ دُمُوعُهَا فِي الْقَبْرِ وَرَسُولُ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ يَتَلَقَّاهُ بِثَوْبِهِ قَائِمٌ يَدْعُو قَالَ
 أَنِّي لَا أَعْرِفُ ضَعْفَهَا وَسَأَلْتُ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ يُجِيرَهَا
 مِنْ ضَمَةِ الْقَبْرِ“ لہ

اسی کتاب فروع کافی کے ایک دیگر مقام میں امام جعفر صادقؑ سے ایک روایت نقل کی گئی ہے اس میں بھی حضرت رقیہؑ کی وفات کا ذکر ہے اور وہاں امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم رقیہؑ کی قبر پر تشریف لائے آسمان کی طرف سر مبارک اٹھایا اور آپ کے آنسو جاری تھے اور لوگوں سے فرمایا ”مجھے رقیہؑ کی تکلیف یاد آتی ہے اور جو اس کو مصیبت پہنچی ہے۔ میں نے قبر کی گرفت کے متعلق اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ اے اللہ! سر رقیہؑ کو قبر کی تکلیف سے معافی دے دے پس اللہ تعالیٰ نے رقیہؑ کو معافی دیدی ہے۔

”وقف رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ علی قبرہا رفع رأسہ الی السماء فدمعت عیناہ وقال للناس انی ذکر ت ہذہ وما لقی ت فرقت لہا واستوہبتہا من ضمتہ القبر قال فقال اللہم ہب لی ساقیتہ من ضمتہ القبر فوہبہا اللہ لہ“

یہ ایک دور و آیتیں شیعہ کے متقدمین علماء نے ذکر کی ہیں اب ایک آدھ روایت شیعہ کے متاخرین علماء کی ذکر کی جاتی ہے تاکہ احباب کو تسلی ہو جائے کہ حضرت رقیہؑ کی فضیلت کے یہ واقعات متقدمین اور متاخرین سب علماء نے ذکر کیے ہیں۔ (اگرچہ بعض مجلس خوان دوستوں کو نظر نہیں آتے)۔

شیخ عباس قمی چودھویں صدی ہجری کے مشہور و معروف مجتہد ہیں وہ ائمہ کے روایت کا فارسی میں ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :-

”چوں رقیہ دختر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وفات یافت حضرت سؤل اور اخطاب نمود کہ ملحق شو بگذشتگان شائستہ عثمان بن مظعون واصحاب شائستہ اور وجناب فاطمہ علیہا السلام بر کنار قبر رقیہ نشستہ بود و آب از دیدہ اش در قبر می ریخت حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ آب از دیدہ نور دیدہ خود پاک میکرد و در کنار قبر ایستادہ بود و دعا میکرد پس فرمود کہ من دانستم ضعف و توانائی او را و از حق تعالی خواستم کہ او را امان دہد از فشار قبر“ ۱

”یعنی جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی رقیہؓ نے وفات پائی تو آنجناب نے اس کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمارے سلف صالح عثمان بن مظعون اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ تم لاحق ہو اور حضرت فاطمہؓ (اپنی بہن) حضرت رقیہؓ کی قبر کے کنارے بیٹھی رو رہی تھیں اور ان کے آنسو قبر میں گر رہے تھے اور جناب

۱۔ منتہی الآمال للشیخ عباس قمی ص ۱۱۱۔ فصل ہشتم در بیان اولاد امجاد آنحضرت است طبع تہران

۲۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم تو وفات رقیہ کے وقت بدلا میں تھے مندرجہ بالا حالات کیسے صحیح ہوئے؟ تو اس کا مختصر جواب ہمارے علمائے ذکر کیا ہے کہ:-

”یحمل علی انہا فی قبرھا بعد ان جاء من بدر“

”یعنی بدر سے واپس تشریف لانے کے بعد آنجناب قبر رقیہؓ پر پہنچے اور یہ کوائف

و حالات پیش آئے“ ملاحظہ ہو (۱) طبقات ابن سعد ص ۲۵ تحت ذکر رقیہؓ

(۲) الاصابۃ لابن حجر ص ۲۹۷ تحت رقیہؓ

(۳) شوح مواہب اللدنیہ للزرقانی ص ۱۹۹ تحت رقیہؓ۔

شاید شیعہ علماء بھی یہی توجیہ پسند کریں گے یہ ان کی اپنی صواب دید پر موقوف ہے۔ (منہ)

رسول خدا قبر کے کنارے کھڑے ہوئے اپنی نور چشم فاطمہؑ کے آنسو صاف فرما رہے تھے اور دعا کر رہے تھے کہ مجھے رقیہ کی ناتوانی اور ضعف معلوم تھا اور حق تعالیٰ سے میں نے درخواست کی کہ قبر کی گرفت سے رقیہ کو امان دے دیں۔“

حاصل کلام | مختصر یہ ہے کہ مذکورہ بالا شیعی روایات میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت رقیہؑ کی وفات کے حالات، مذکور ہوئے ہیں ان میں مندرجہ ذیل نکات آشکارا ہیں۔

✧ حضرت رقیہؑ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادی تھیں۔
✧ آپؐ نے ان کو اپنے سلف صالحین کے ساتھ لاحق ہونے کا خطاب فرمایا۔

✧ حضرت فاطمہؑ اپنی بہن کے دفن کے وقت قبر پر حاضر ہوئیں۔
اور گریہ و زاری کی۔

✧ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی رقیہؑ کے حق میں دعائیں فرمائیں اور وہ یقیناً مقبول و منظور ہوئیں۔

حضرت رقیۃؓ پر درود بھیجنے کا حکم

مندرجہ بالا حالات ذکر کرنے کے بعد اب ہم شیعہ بزرگوں سے ایک دوسرا مسئلہ نقل کرتے ہیں ان کے شیعہ علماء نے اپنے ائمہ سے ذکر کیا ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں صاحبزادیوں (حضرت رقیۃؓ اور حضرت ام کلثومؓ) پر درود و صلوٰۃ بھیجا جائے چنانچہ ہم درود و صلوٰۃ کے یہ صیغے ان کے اصل الفاظ کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو ہدایت نصیب فرمائے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقارب اور رشتہ داروں کے ساتھ صحیح عقیدت و محبت عطا فرمائے۔ آمین۔

اصول اربعہ کی مشہور کتاب ”تہذیب الاحکام“ کتاب الصلوٰۃ میں تسبیحات و درود رمضان کے تحت لکھا ہے کہ :-

”اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى الْقَاسِمِ وَالطَّاهِرِ ابْنِ نَبِيِّكَ - اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى رَقِبَةَ بِنْتِ نَبِيِّكَ وَالْعَنَ مَنْ آذَى نَبِيِّكَ - فِيهَا اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى امِّ كَلْثُومَ بِنْتِ نَبِيِّكَ وَالْعَنَ مَنْ آذَى نَبِيِّكَ فِيهَا“ ۱

اور یہی درود و صلوٰۃ ان کی متعدد معتبر کتابوں میں موجود ہے ہم صرف تائیداً ایک اور کتاب ”تحفۃ العوام“ کا نقل کر رہے ہیں تاکہ لوگوں پر واضح ہو جائے کہ یہ حضرات اپنی اصول اربعہ کی کتب سے لیکر تحفۃ العوام تک لعن و طعن کے کلمات

بڑے التزام کے ساتھ لکھتے چلے آ رہے ہیں۔

”اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى الْقَاسِمِ وَالطَّاهِرِ ابْنِ نَبِيِّكَ۔
اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى رَقِيَّةَ بِنْتِ نَبِيِّكَ وَالْعَنِ مَنْ آذَى
نَبِيَّكَ فِيهَا اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى امِّ كَلْثُومَ بِنْتِ نَبِيِّكَ وَالْعَنِ
مَنْ آذَى نَبِيَّكَ فِيهَا“۔

اہل علم حضرات تو عبارت بالا کا ترجمہ اور مفہوم خوب سمجھتے ہیں لیکن عوام دوستوں کے لیے اس عبارت کا ترجمہ پیش خدمت ہے۔

”..... اے اللہ! تو اپنے نبی کے دونوں فرزندوں قاسم اور طاہر پر درود و صلوة بھیج اے اللہ! اپنے نبی کی بیٹی رقیہ پر درود و صلوة بھیج اور جس شخص نے تیرے نبی کو رقیہ کے حق میں اذیت پہنچائی“۔
اس پر لعنت کر (نعوذ باللہ) اے اللہ! اپنے نبی کی بیٹی ام کلثوم پر درود و صلوة بھیج اور اس شخص پر جس نے تیرے نبی کو ام کلثوم کے حق میں اذیت پہنچائی۔ اس پر لعنت کر (نعوذ باللہ)

عبارت مندرجہ بالا میں ان الفاظ پر غور کیجئے ”جس شخص نے تیرے نبی کو رقیہ / ام کلثوم کے حق میں اذیت پہنچائی۔ اس پر لعنت کر“۔
ان صاحبزادیوں کو اس سے زیادہ کس بات سے اذیت ہوگی کہ انہیں کہہ دیا جائے کہ یہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں ہی نہ تھیں ہر وہ شخص جو ان صاحبزادیوں کو اس طرح اذیت پہنچاتا ہے وہ یقیناً اس بددعا کے تحت آتا ہے۔

سوانح حضرت رقیہؓ کا اجمالی خاکہ

- ۱۔ — صاحبزادی حضرت سیدہ رقیہؓ حضرت سیدہ زینبؓ سے تین برس بعد میں پیدا ہوئیں۔
- ۲۔ — اپنے والد شریفؓ اور خدیجۃ الکبریٰؓ کے زیر نگرانی رقیہؓ نے تربیت پائی اور جوان ہوئیں۔
- ۳۔ — اپنی والدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے ساتھ ایمان لائیں اور بیعت نبویؐ ان کو نصیب ہوئی۔
- ۴۔ — نو عمری میں ابولہب کے لڑکے "عتبہ" کے ساتھ ان کا نکاح ہوا۔ پھر اسلام کے ساتھ غناد کی وجہ سے رخصتی سے قبل اس نے طلاق دے دی۔
- ۵۔ — اس کے بعد حضرت عثمانؓ کے ساتھ حضرت رقیہؓ کا نکاح ہوا۔ اور امر الہی کے تحت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نکاح کر دیا۔
- ۶۔ — قریش کی عورتوں نے حضرت رقیہؓ کے حسن و جمال کی تعریف کی۔
- ۷۔ — ہجرت حبشہ کی فضیلت حضرت رقیہؓ اور حضرت عثمانؓ دونوں کو نصیب ہوئی۔ خدا کی راہ میں تکلیف اٹھا کر اولین ہاجرین میں شمار ہوئے اور آخرت میں ثواب و اجر کے مستحق ہوئے۔

۸ — اس دوران سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے احوال کی دریافت کرتے

اور کلمات دُعا فرماتے تھے کہ ”اللہ تعالیٰ ان کا ساتھ ہی ہو“

۹ — ایک مدت کے بعد ہجرت حبشہ سے واپسی ہوئی پھر اس کے بعد ہجرت

مدینہ ”ان کو حاصل ہوئی گویا دو ہجرتوں سے میاں بیوی دونوں مشرف

ہوئے۔

۱۰ — حضرت رقیہؓ کی اولاد ہوئی۔ ”عبداللہ“ پیدا ہوئے پھر چند برس کے بعد

سکھ میں مدینہ طیبہ میں عبداللہ کی وفات ہوئی غسل کفن دفن وغیرہ

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی میں اتمام پذیر ہوا۔

۱۱ — ایک خادمہ (ام عیاش) آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی سیدہ

رقیہؓ کو ہدیہ عنایت فرمائی۔

۱۲ — آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم حضرت رقیہؓ کے گھر سچتہ طعام بطور ہدیہ کے

ارسال فرماتے تھے۔

اور حضرت عثمانؓ کی جانب سے بھی آنجناب کی خدمت اقدس میں ہدیہ

طعام پیش کیا جاتا تھا۔

۱۳ — حضرت رقیہؓ اپنے خاوند کی بہت خدمت گزار خاتون تھیں اس

مسئلہ پر ان کے والد شریف نے انہیں خاص ہدایت فرمائی۔

۱۴ — ۲۰ ایام بدر میں حضرت رقیہؓ بیمار ہوئیں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم

غزوہ ہذا میں تشریف لے گئے اور حضرت عثمانؓ کو ان کی تیمارداری

کے لئے مقرر فرما کر ٹھہرایا۔ اور عثمانؓ کو اجر و ثواب بدری صحابہ کے

برابر حاصل ہوا۔ غنائم بدر سے بھی ان کو دیگر حضرات کے مساوی حصہ

عنایت فرمایا گیا۔

- ۱۵ — حضرت عثمانؓ کے حق میں بدر میں غیر حاضری کی ایسی ہی نوعیت تھی جیسا کہ غزوہ تبوک میں حضرت علیؓ کی غیر حاضری۔
- ۱۶ — حضرت سیدہ رقیہؓ اسی دوران فوت ہو گئیں۔ ہجرت مدینہ کے سترہ روز گزرنے کے بعد ۲ھ میں ان کا انتقال ہوا۔
- ۱۷ — ان کی وفات کے بعد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم قبر رقیہؓ پر تشریف لے گئے ساتھ مدینہ کی عورتیں بھی تھیں ان کو دایا کرنے اور بہن و نوحہ کرنے سے منع فرما دیا۔
- ۱۸ — حضرت فاطمہ الزہراءؓ اپنی بہن کی قبر پر حاضر ہوئیں اور گریہ کرنے لگیں۔
- ۱۹ — اس موقع پر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رقیہؓ کے حق میں ارشاد فرمایا کہ ”تم ہمارے سلف صالح عثمان بن مظعون کے ساتھ لاحق ہو۔“
- ۲۰ — حضرت رقیہؓ پر درود و صلوٰۃ بھیجنے کا مسئلہ (یہ صرف شیعہ کتب سے منقول ہے۔)
- اس کے بعد ازالہ شبہات کا عنوان پیش خدمت ہے۔

ازالہ شہادت

شیعہ دوستوں کے طعنوں سے حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حق میں کئی شہادتیں ذکر کئے جاتے ہیں۔ حضرت رقیہؓ کے سوا خ ذکر کرنے کے بعد اب ان شہادتوں کا ازالہ کر دینا مناسب خیال کیا گیا ہے۔



ایک تو یہ کہا جاتا ہے کہ صاحبزادی رقیہؓ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادی نہیں بلکہ حضرت خدیجہؓ کے سابق ازواج کی اولاد ہیں اور بعض دفعہ یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ یہ خدیجہؓ کی خواہر زادہ ہیں۔

محققین کی یہ دونوں باتیں درست نہیں ہیں۔

قبل ازیں ہم نے یہ بحث ابتدائے کتاب ہذا میں مفصل ذکر کر دی ہے یعنی حضرت خدیجہؓ کے سابق ازواج سے اولاد کی بحث اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو خدیجہؓ کی اولاد ہوئی ان دونوں امور کو پوری تفصیل کے ساتھ وہاں بیان کر دیا گیا ہے اور دونوں فریق کی کتابوں سے اس مسئلہ کو مدلل کیا گیا ہے اور اس شبہ کا جواب تمام کر دیا ہے دوبارہ ذکر کرنے کی یہاں حاجت نہیں۔ ابتدائی مباحث

کی طرف رجوع کر لیں تشفی ہو جائے گی۔

— :: ۲ :: —

دوسری یہ چیز ذکر کرتے ہیں کہ حضرت رقیہؓ کے لئے کوئی ”فضیلت“ اسلامی کتب میں مذکور نہیں نہ کسی شیعہ کتاب میں فضیلت پائی جاتی ہے نہ کسی سنی کتاب میں درج ہے۔

یہ چیز بالکل خلاف واقعہ ہے اور محض عناد کی بنا پر اس کو نشر کیا جاتا ہے۔ ورنہ حقیقت حال یہ ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی اولاد مبارک ہونے کا انہیں شرف حاصل ہے۔ ان کے سوانح جو ماقبل میں ہم نے مفصل ذکر کئے ہیں وہ اس بات پر شاہد عادل ہیں۔

حضرت رقیہؓ کے سوانح کا ایک ایک عنوان آپ ایک دفعہ پھر ملاحظہ فرمادیں (جو کم و بیش بیس عدد ذکر کئے گئے ہیں) تو آپ کو یقین آجائے گا کہ علم ذکر فضیلت رقیہؓ کا جو اعتراض ذکر کیا جاتا ہے وہ سراسر غلط اور بے بنیاد ہے اور لطف یہ ہے کہ ہم نے بیشتر مقامات میں شیعہ احباب کی معتبر کتابوں سے بھی حضرت رقیہؓ کے احوال و سوانح درج کیے ہیں تاکہ کسی فریق کو کلام کرنے کی گنجائش نہ رہے۔ تمام سوانح مذکورہ مندرجہ ملاحظہ کرنے کی فرصت نہ ہو تو صرف ”سوانح حضرت رقیہؓ کا اجمالی خاکہ“ پر نظر کر لیں جو ان کے حالات کے آخر میں مندرج ہے تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ جن دوستوں نے یہ لکھا ہے کہ ”رقیہؓ کے لئے کوئی فضیلت کتابوں میں نہیں ملتی الخ۔“

انہوں نے یہ کتنا قدر ”با برکت“ جھوٹ بولا ہے اور عوام کو دھوکہ میں ڈالا ہے۔ اور اپنے نبی مقدس صلعم کی اولاد شریف پر کس قدر افسوس کیا ہے۔ اور تاریخ اسلامی کو کس

طرح مسخ کر ڈالا ہے ؟؟



تیسری چیز یہ ذکر کیا کرتے ہیں کہ حضرت عثمان نے حضرت رقیہؓ پر بڑے مظالم کئے ان کو زد و کوب کیا اور ان کو سخت ایذا میں پہنچائیں حتیٰ کہ ان کا انہیں حالات میں انتقال ہو گیا۔ اور اسی وجہ سے حضرت عثمانؓ پر یہ لوگ لعن و طعن کرتے ہیں۔ ناظرین کرام! حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا پر مظالم کی یہ داستان سراسر بہتان اور بے اصل ہے اور واقعہ کے برخلاف ہے۔ کوئی بھی عقل مند آدمی اس کو صحیح تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ :-

- ۱۔ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کو غنائم بدر سے باقی اہل بدر کے ساتھ مساوی حصہ عطا فرمایا تھا اور اجر و ثواب میں بھی ان کو شریک ٹھہرایا۔ اور حضرت رقیہ کا ان ہی ایام میں انتقال ہو چکا تھا۔ اگر حضرت رقیہؓ کا انتقال حضرت عثمانؓ کی ایذا رسانی کی وجہ سے ہوا تھا تو پھر یہ غنائم بدر سے حصہ دینا اور اجر و ثواب میں شریک ٹھہرانا کیسے درست ہوا ؟؟
- ۲۔ حضرت رقیہؓ کی وفات کے بعد جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثومؓ کو حضرت عثمانؓ کے نکاح میں دے دیا (جیسا کہ عنقریب حضرت ام کلثومؓ کے سوانح میں اس کا مفصل ذکر آ رہا ہے)۔

قابل غور بات یہ ہے کہ اگر پہلی صاحبزادی کے ساتھ ایذا رسانی کی گئی اور اس پر مظالم کیے گئے جن کی وجہ سے وہ وفات پا گئیں تو دوسری صاحبزادی کو ایسے ظالم داماد کے نکاح میں دے دینا عقل و عادت کے برخلاف ہے اور

معززین شرفاء کے طریقہ کے برعکس ہے۔

۳۔ نیز حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں بے شمار مقامات میں مدائح اور فضائل ذکر فرماتے ہیں اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ پر رضا مندی کا اظہار دواماً فرمایا ہے۔ اس کے متعلق چند چیزیں یہاں درج کی جاتی ہیں مثلاً فرمایا کہ :-
(۱) اِنَّ لِّكُلِّ نَبِيٍّ رَّافِقًا وَاِنَّ رَفِيقِيْ فِي الْجَنَّةِ عَثْمَانٌؓ
یعنی ہر نبی کے لئے ایک رفیق ہوتا ہے اور میرے رفیق جنت میں عثمان ہیں۔

نیز ارشاد فرمایا کہ :-

(۲) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنِ عَوْفٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ابُو بَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ وَعَثْمَانُ فِي الْجَنَّةِ وَعَلِيٌّ فِي الْجَنَّةِ الخ۔
یعنی فرمایا کہ ابو بکر جنت میں ہوں گے۔ عمر جنت میں ہوں گے عثمان جنت میں ہوں گے۔ علی جنت میں ہوں گے۔ الخ۔

۱۔ (۱) مشکوٰۃ شریف ص ۵۶۱ باب مناقب عثمانؓ - الفصل الثانی،

طبع نور محمدی، وھلی

(۲) کنز العمال ص ۱۵۱ تحت فضائل عثمان ذی النورینؓ

روایت ۲۴۴۳، ۲۴۴۴، طبع اول دکن۔

۲۔ مشکوٰۃ شریف بحوالہ ترمذی و ابن ماجہ ص ۵۶۱ طبع نور محمدی

باب المناقب العشرة المبشرة - الفصل الثانی۔

یہ چند مرفوع روایات ہیں جو اوپر پیش کی گئی ہیں ان میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا جنت میں رفیق ہونا بتلایا گیا ہے اور جنت وہ مقام ہے جو مومن کو اللہ اور اس کے رسول کی رضا مندی کے ثمرہ میں حاصل ہوتا ہے تو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر رضا مند تھے تب ہی تو ان کو جنت میں رفاقت کی بشارت دی گئی۔

اور اگر حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر کسی وجہ سے ناراض تھے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ بشارت نہیں نصیب ہو سکتی تھی۔ نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی رضا مندی کا یہ مسئلہ مروی ہے وہ ملاحظہ فرمادیں۔

۳۔ عن عمر رضی اللہ عنہ قال ما أحد أحق بهذا الأمر من هؤلاء النفر الذين توفى رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو عنهم راضٍ فسمي علياً وعثمان والزبير وطلحة وسعداً وعبد الرحمن رضی اللہ عنہ (رواه البخاری) یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خلافت کا ان لوگوں سے زیادہ کوئی حقدار نہیں جن لوگوں سے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رضا مند ہو کر اس عالم سے رخصت ہوئے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے نام ذکر کئے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ، زبیر رضی اللہ عنہ، طلحہ رضی اللہ عنہ، سعد رضی اللہ عنہ اور عبد الرحمن رضی اللہ عنہ ابن عوف تھے۔

۱۔ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۶ باب مناقب العشرة رضی اللہ عنہم الفصل الاول۔

۲۔ طبقات ابن سعد ص ۴۲ تذکرہ عثمان رضی اللہ عنہ ج ۳۔

تحت ذکر الشورى وما كان من امرهم۔ طبع لیدن۔

۴۔ اور خود حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اپنے متعلق ذکر فرمایا ہے کہ :-

”و توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وهو عنی راضی“^۱
اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اس عالم سے انتقال ہوا۔ در آنحال کہ آنجناب مجھ سے راضی اور خوش تھے۔“

مختصر یہ ہے کہ مندرجات بالا کے ذریعہ واضح ہو گیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم راضی تھے آپ سے کسی قسم کی نا فکلی اور ناچاکی پیش نہیں آئی تھی۔ اور مدت العمر حضرت عثمانؓ کے ساتھ آنجناب کے تعلقات شائستہ رہے اور اسی پر خاتمہ بالخیر ہوا۔

اگر ان صاحبزادیوں (رقیہؓ و ام کلثومؓ) کے ساتھ حضرت عثمانؓ نے براسلوں کیا تھا اور ان کے حق میں اس قدر ایذا رسانی کی تھی کہ ان کی موت واقع ہو گئی۔ تو اس کا احساس نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور ہونا چاہئے تھا اور حضرت علیؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ کو یقیناً اس کا صدمہ پہنچنا چاہیے تھا۔

اگر ایسا ہوتا تو اس کی پاداش میں حضرت عثمانؓ سزا کے مستحق ہوتے۔ اور کچھ بھی نہ ہوتا تو کم از کم زبانی کلامی سرزنش اور عقاب تو ضرور کیا جاتا۔ اور باہمی تعلقات ناخوشگوار ہو جاتے اور روابط ختم کر لئے جاتے۔

لیکن ان تمام چیزوں کے برخلاف یہاں تو آپس میں رضامندی ہے حضرت

عثمانؓ کا صحیح اور فضائل بیان ہوتے ہیں ان کے کردار و اعمال پر بشارتیں دی جاتی ہیں جو ان کی قبولیت کی علامت ہیں۔
 اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ صاحبزادیوں کو ایذا رسانی کے قصے تصنیف شدہ ہیں۔ جو حضرت عثمانؓ کے حق میں سونپنی نشر کرنے کے لئے مرتب کئے گئے ہیں۔ ان میں حبہ بھر صداقت نہیں ہے۔

۵۔ ایک اور قابل غور چیز

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق شیعہ کے اکابر مؤرخین نے چند ایسی مالی صفات ذکر کی ہیں جن کے آئینہ میں حضرت عثمانؓ کا اعلیٰ کردار صاف نظر آتا ہے اور ان کا فضل و کمال سورج بن کر چمکتا ہے۔ چنانچہ مسعودی نے اپنی مشہور تصنیف ”مروج الذهب“ میں (ذکر ذی النورین کے تحت) حضرت عثمان بن عفانؓ کی صفات مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کی ہیں۔

”وكان عثمان في نهاية الجود والكرم والسماحة

والبذل في القريب والبعيد“ ۱

”یعنی عثمانؓ نہایت سخی اور مہربان تھے اور نرم برتاؤ اور فیاضی کرنے

والے تھے اور قریب اور بعید رشتہ داروں میں بہت خرچ کرنے

والے تھے۔“

مسعودی شیعہ کے اس بیان سے واضح ہو گیا کہ حضرت عثمانؓ نہایت عمدہ صفات

کے حامل تھے اور نرم معاملہ اور نرم برتاؤ کرنے والے تھے اور اپنے رشتہ داروں میں قریبی ہوں یا غیر قریبی ان سب پر خرچ کرنے والے تھے۔ یہ صفات بتلا رہی ہیں کہ حضرت عثمانؓ سفاک اور قاتل نہیں تھے اور نہ ہی اپنوں پر ظلم کرنے والے تھے۔ جن لوگوں نے اپنی اہلیہ پر ظلم اور تشدد کرنے کا ان پر الزام لگایا ہے وہ سراسر کذب و افتراء ہے۔ اور ایسا مبارک دروغ تصنیف کیا ہے جس کو کوئی باشعور منصف مزاج آدمی تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ اور خود شیعہ کے مندرجات بالا اس کی تردید کرتے ہیں۔ اور شیعہ کے اعظم و اکابر علماء ذوالنورین کے عنوان کو حضرت عثمانؓ کے لئے بطور لقب کے استعمال کرتے تھے۔ یہ لقب صاحبزادیوں کی عظمت کی بنا پر مستعمل ہے۔

(اس کے بعد صاحبزادی حضرت ام کلثومؓ کے سوانح ذکر کئے جاتے ہیں)



سوانح صاحبزادی حضرت سیدہ ام کلثوم

رضی اللہ تعالیٰ عنہا

اسم گرامی | سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تیسری صاحبزادی ہیں۔ ان کی والدہ محترمہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔ ان کا اسم گرامی "ام کلثوم" ہے اور اسی کنیت کے ساتھ مشہور ہے اور کوئی الگ نام معروف نہیں ہے بہت سے علماء نے اس چیز کی وضاحت کر دی ہے ذیل مقامات ملاحظہ ہوں۔

..... دہی من عرف بکنیتہ ولہ یعرف لہا اسم^۱
ولادت باسعادت | اکثر علماء کے نزدیک حضرت ام کلثوم اپنی بہن حضرت فاطمۃ الزہراء سے بڑی اور اپنی بہن حضرت رقیہ سے چھوٹی تھیں اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ حضرت رقیہ سے بڑی تھیں لیکن

۱۔ (۱) تاریخ الخمس ۲۵۵ ج ۱ تحت ذکر ام کلثوم بنت رسول اللہ صلعم

(۲) الزہراء فی شرح مواہب اللدنیہ ص ۱۹۹ ج ۳ - {
 تحت ذکر ام کلثوم رض۔

(۳) ذخائر العقبیٰ لاحمد ابن عبد اللہ الطبری ص ۱۶۴ {
 تحت فصل السادس فی ذکر ام کلثوم بنت رسول اللہ صلعم

یہ قول شاذ ہے پہلی چیز تذکرہ نویسوں میں زیادہ مشہور ہے اور اسی پر اعتماد کیا گیا ہے۔^۱

اسلام لانا اور بیعت کرنا

قبل ازیں حضرت ام کلثومؓ کی بہنوں کے تذکرہ میں یہ بات گزر چکی ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی نگرانی میں انہوں نے ہوش سنبھالا اور اس بابرکت تربیت میں جوانی کو پہنچیں۔ پھر جس وقت جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا تو یہ تمام بہنیں اپنی والدہ کے ہمراہ اسلام لائیں اور بیعت کے موقعہ پر انہوں نے اپنے والد شریف کے ساتھ بیعت کی اور دیگر عورتوں نے بھی بیعت کی۔ اور ہجرت تک مکہ شریف میں ان کا قیام رہا۔

.....” فلو نزل بمكة مع رسول الله صلى الله عليه وسلم

واسلمت حين اسلمت امها وبايعت رسول الله صلى

الله عليه وسلم مع اخواتها حين بايعه النساء“^۲

۱ (۱) اسد الغابہ ص ۶۱۲ ج ۵ - تحت ذکر ام کلثومؓ

{ (۲) تاریخ الخميس للديار البكري ص ۲۴۵ ج ۱ - اول
تحت ذکر ام کلثومؓ

۲ (۱) تفسیر احکام القرآن للقرطبي ص ۲۴۲ ج ۴ - جلد رابع عشر
تحت آية قل لا اذواجك وبناتك -
(سورة احزاب)

{ (۲) طبقات ابن سعد ص ۲۵ ج ۸
تحت ام کلثومؓ

حضرت اُمّ کلثوم کا نکاح اول

اور طلاق

اعلانِ نبوت سے پہلے اس دور کے دستور کے مطابق نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی ام کلثومؓ کا نکاح اپنے چچا ابولہب کے لڑکے عتبہ کے ساتھ کر دیا تھا اور حضرت رقیہ کا نکاح عتبہ کے ساتھ کیا تھا۔

لیکن جب اسلام کا دور آیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلانِ نبوت فرمایا اور قرآن مجید کا نزول شروع ہوا۔ قرآن مجید میں شرک کی مذمت کی گئی اور مشرکین کا برا انجام واضح کیا گیا ان دنوں ابولہب اسلام دشمنی میں پیش پیش تھا۔ ابولہب کی مذمت میں اللہ تعالیٰ نے ایک مکمل سورت (سورۃ تبت ید ابی لہب ...) نازل فرمائی۔ ابولہب اور اس کی بیوی (ام جمیل) دونوں کی اس مختصر سورۃ میں قباحت واضح کی گئی تھی۔

اس وقت ابولہب اور ام جمیل میاں بیوی دونوں نے اپنے لڑکے عتبہ کو مجبور کیا کہ ”مُحَمَّدٌ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی لڑکی ام کلثوم کو طلاق دیدے۔ اور ام جمیل اپنے دونوں بیٹوں عتبہ اور عتبہ کو کہنے لگی کہ محمد بن عبد اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دونوں لڑکیاں رقیہ اور ام کلثوم (رضی اللہ تعالیٰ عنہن) بے دین ہو گئیں ہیں اور قدیمی مذہب چھوڑ چکی ہیں۔ فلہذا ان دونوں لڑکیوں کو تم دونوں بھائی طلاق دے دو۔ پس انہوں نے اپنے والدین کے مجبور کرنے پر دونوں صاحبزادیوں کو بلا وجہ طلاق دے دی اللہ تعالیٰ کو منظور یہی تھا۔

یہ پاک بیبیاں ان ناپاک مشرکین کے گھر نہ جائیں سو عتبہ نے حضرت رقیہؓ کو اور عتبہ نے حضرت اُم کلثومؓ کو چھوڑ دیا۔ اور یہ طلاق ان کی رخصتی سے قبل واقع ہوئی تھی۔
 قالت ام حبیل..... لا بنیہا ان رقیہ وام کلثوم قد صبتا
 فطلقا ہما ففعلا فطلقا ہما قبل الدخول بہاؑ ۱

قبل ازیں حضرت رقیہؓ کے سوانح میں ذکر کیا گیا ہے ان صاحبزادیوں رقیہؓ وام کلثوم رضی اللہ عنہما کو بلا وجہ طلاق دے دی گئی تھی ان کا کوئی قصور نہ تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھ دینے کے لئے اور اسلام دشمنی کی وجہ سے ابو لہب کے بیٹوں نے یہ ستم روا رکھا تھا۔ اور اسلام کی خاطر ہی ان پاک دامنوں نے یہ مصیبت اٹھائی۔ ان بات رسول نے نہایت صبر کے ساتھ یہ مراحل طے کئے

سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان معصوم صاحبزادیوں نے یہ صدمے صرف دین کی خاطر برداشت کئے اور اجر و ثواب کی مستحق ہوئیں اور صبر و استقامت کے ساتھ اپنے والد شریف کی خدمت میں مقیم رہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا بہت بڑا مقام ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہا وعن اخواتہا وعن امہا۔

۱۔ (۱) اسد الغابۃ لابن اثیر الجزری ص ۶۱۲ ج ۵۔
 تحت ذکر ام کلثوم رض

(۲) البدایۃ لابن کثیر ص ۳۰۹ ج ۵۔
 تحت فصل اولاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

(۳) تفسیر القرطبی ص ۲۴۲ جلد رابع عشر
 تحت ایتہ قل لا اذواجک وبناتک۔ (سورۃ احزاب)

مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنا

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے اذن سے مکہ شریف سے مدینہ شریف کی طرف ہجرت فرمائی سفر ہجرت میں آنجناب کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رفیق سفر تھے اور ابتدائی ایام میں ابوالیوب انصاریؓ کی منزل پر مدینہ میں قیام تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے اہل و عیال تا حال مکہ شریف میں مقیم تھے اپنی ہجرت کے کچھ مدت بعد جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ باقی گھر والوں کو بھی یہاں مدینہ شریف بلوایا جائے

آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے ابورافع اور زید بن حارثہ کو اس کام کے لئے تیار کر کے مکہ شریف روانہ فرمایا اور سواریاں بھی ساتھ دیں اور کچھ دراہم آمد و رفت کے کے مصارف کے طور پر عنایت فرمائے۔

بعض علماء نے تصریح کی ہے کہ آنجناب نے سواری کے لئے دواونٹ ارسال کئے اور خرچ کے لئے پانچ سو درہم عنایت فرمائے تھے اور یہ درہم آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے پیش کئے تھے۔ آپ نے ابورافع اور زید بن حارثہ کو ارشاد فرمایا کہ مکہ شریف پہنچ کر ہمارے اہل و عیال کو ساتھ لائیں۔

ان کے ساتھ ہی حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عبداللہ ابن اریقط الدہلی کو دواونٹ دے کر بھیجا اور اپنے بیٹے عبداللہ بن ابی بکر کی طرف لکھ بھیجا کہ وہ بھی ان کے گھر والوں کو ان کے ساتھ روانہ کرے یعنی یہ دونوں گھرانے ایک دوسرے کے ساتھ ہو کر ہجرت کر کے مدینہ شریف آئیں۔

چنانچہ زید ابن حارثہ اور ابو رافعؓ مکہ شریف پہنچے اور سفر ہجرت کی تیاری کر کے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں یعنی ام المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہ اور حضرت ام کلثوم اور حضرت فاطمہ کو لے کر مدینہ شریف کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت زید ابن حارثہ نے اپنی بیوی ام امین اور اپنے لڑکے اسامہ بن زید کو بھی ساتھ لیا۔ اور یہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل و عیال کے ساتھ رہتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق کے صاحبزادے عبداللہ ابن ابی بکر صدیقؓ حضرت صدیق اکبرؓ کی زوجہ محترمہ ام رومان اور اپنی دونوں بہنوں حضرت عائشہ اور حضرت اسماء کو ساتھ لے کر ہجرت کے لئے نکلے اور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل و عیال کے ساتھ ہم سفر ہو کر مدینہ شریف جا پہنچے۔ اس وقت نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبویؐ کی تعمیر میں مصروف تھے اور مسجد کے آس پاس اپنے حجرات کی تعمیر کرا رہے تھے۔ آنجناب نے اپنے اہل خانہ کو اس موقع پر حارثہ بن نعمان کے مکان پر بٹھرایا تھا اور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کے لئے وہ حجرہ بنوایا جس میں آنجناب کا مزار اقدس ہے۔ اور آپ اس میں مدفون ہیں آپ نے اس حجرہ مبارک کا ایک دریچ مسجد نبویؐ کی جانب بنوایا تھا جس سے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے مسجد نبویؐ کی طرف تشریف لے جایا کرتے تھے۔

صاحبزادی حضرت زینبؓ کو اس کے زوج ابو العاص بن ربیع نے روک لیا تھا اس بنت رسولؐ نے بعد میں ہجرت کی تھی۔ اور حضرت سیدہ رقیہؓ نے اپنے زوج حضرت عثمانؓ کے ساتھ مدینہ شریف کی طرف ہجرت کی تھی۔ (جیسا کہ قبل ازیں تحریر کیا گیا ہے)۔

اور بعض روایات میں منقول ہے کہ جس وقت زید بن حارثہ اور اس کے ساتھی مکہ شریف پہنچے تو طلحہ بن عبید اللہ سے ملاقات ہوئی حال احوال بیان کئے تو معلوم ہوا کہ طلحہ بھی سفر ہجرت کے لئے تیار ہیں چنانچہ مندرجہ بالا تمام حضرات اور طلحہ بھی عبید اللہ سفر ہجرت کے لئے مل کر نکلے اور مدینہ طیبہ پہنچ گئے۔

مندرجہ واقعات سے معلوم ہوا کہ —

۱۔ جس طرح جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر ہجرت میں حضرت صدیق اکبرؓ آنجناب کے ہم سفر تھے اسی طرح آنجناب کے اہل و عیال (دو صاحبزادیاں حضرت فاطمہ و ام کلثوم اور ام المؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ سفر ہجرت میں صدیق اکبرؓ کے اہل و عیال شامل تھے یہ چیز دونوں خاندانوں کے تعلقات کی رگائنگت ظاہر کرتی ہے اور خوشی اور غمی کے معاملات میں کامل اتفاق و اتحاد کا پتہ دیتی ہے۔

۲۔ آنحضرتؐ کے اہل و عیال کے سفر ہجرت کے مصارف حضرت صدیق اکبرؓ نے پیش خدمت کئے تھے اور ثواب دارین حاصل کیا تھا۔

۳۔ اور حضرت فاطمہؓ اور حضرت ام کلثومؓ نے ہجرت مدینہ کا سفر مل کر کیا تھا۔ ان

(حوالہ جات صفحہ گذشتہ)

تحت ذکر منازل ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۲) البدایہ لابن کثیر ص ۲۲۲ ج ۳ جلد ثالث فصل فی دخولہ علیہ السلام المدینۃ النبی

(۳) انساب الاشراف للبلاذری ص ۲۶۹ جزہ اول

(حوالہ صفحہ ہذا) مجمع الزوائد للہیثمی ص ۲۲۷ ج ۹ - ۹
باب فی فضل عائشہ ام المؤمنینؓ (ترزو بچہا۔)

دونوں بہنوں کی ہجرت ایک سفر میں ہوئی تھی یہ دونوں بہنیں اپنی دو بڑی بہنوں
 حضرت زینبؓ و حضرت رقیہؓ سے ہجرت میں اسبق رہیں۔ مہاجرین
 کے فضائل جو اسلام میں منقول ہیں اور جو آیات ان کے حق میں موجود ہیں، وہ
 ان دونوں صاحبزادیوں کے لئے بھی ثابت ہیں اور ہجرت۔ کہ اجر و ثواب
 میں یہ دونوں برابر کی شریک ہیں۔

حضرت ام کلثوم کی تزویج

پہلے ایک تمہیدی روایت تحریر کی جاتی ہے اس کے بعد دیگر روایات پیش خدمت ہونگی۔

۱۔ پہلی روایت میں اس طرح مذکور ہے کہ ایک موقع پر نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادیوں کے نکاح اور تزویج کے متعلق ارشاد فرمایا کہ :-

..... ما انا ازواج بناتی ولكن الله تعالى يزوجهن “

”یعنی میں اپنی بیٹیوں کو اپنی مرضی سے کسی کی تزویج میں نہیں دیتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے نکاحوں کے فیصلے ہوتے ہیں“۔

یہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اپنی بیٹیوں کو میں کسی کے نکاح میں نہیں دیتا بلکہ اللہ تعالیٰ ان کی تزویج کا امر فرماتا ہے اس روایت سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ حضرت عثمانؓ کے ساتھ حضرت ام کلثومؓ کا نکاح اللہ تعالیٰ کے اذن کے موافق ہوا تھا۔ اور باقی صاحبزادیوں (حضرت زینبؓ حضرت رقیہؓ حضرت فاطمہؓ) کے نکاح بھی امر الہی کے تحت ہی سرانجام پائے تھے۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کے حق میں گویا یہ ایک خصوصیت پائی جاتی ہے کہ ان کا نکاح بامر خداوندی ہوتا ہے اور ان کے نکاح کے ساتھ کسی دوسری عورت کو نکاح میں نہیں لیا جاتا۔ چنانچہ اس مسئلہ

کو بعض علماء نے بحوالہ ابن حجر نقل کیا ہے فرماتے ہیں کہ
 ”قال ابن حجر لا یبعد ان یکون من خصائصه صلی اللہ
 علیہ وسلم منع التزویج علی بناتہ“
 یعنی یہ چیز کچھ بعید نہیں کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے حق
 میں یہ خصوصیت ہو کہ آنجناب کی صاحبزادیوں کے نکاح کے ساتھ کسی
 دوسری بیوی کو ان کے نکاح میں جمع نہ کیا جائے۔ ۱۔

۲۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں پہلے حضرت رقیہ بنت
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھیں ان کا انتقال جنگ بدر کے موقع پر ہو گیا جیسا
 کہ حضرت رقیہ کے سوانح میں یہ بیان کیا جا چکا ہے۔
 اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس چیز کے خواہشمند اور متمنی
 تھے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رشتہ دامادی قائم رہتا تو بہتر
 تھا۔ حضرت رقیہ کے انتقال کی وجہ سے آپ نہایت غمگین رہتے تھے، اور
 پریشانی کے عالم میں تھے۔

چنانچہ ام عیاش ذکر کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ ارشاد
 فرمایا کہ میں نے اپنی بیٹی ام کلثومؓ سے حضرت عثمانؓ ابن عفان کے نکاح میں دینے
 کا ارادہ کیا ہے اور یہ چیز وحی آسمانی کے مطابق عمل میں آئے گی۔ ام عیاش وہ
 عورت ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رقیہؓ کو بطور خادمہ عنایت
 فرمائی تھی اور ام عیاش نبی اقدس کو دھوکے کی خدمت
 سجالا تھیں (قبل ازین ان کا ذکر حضرت رقیہؓ کے تذکرہ میں گذر چکا ہے)
 اصل روایت کے الفاظ اس طرح مروی ہیں۔

۱۔ الاختصاص الکبریٰ للسیوطی ص ۲۵۵ الجزء الثانی۔ طبع اول دکن
 ج ۲۔ باب اختصاصہ صلحہ بان بناتہ لا یتزوج علیہن۔

عن امر عیاش وكانت امة لرقبة بنت رسول الله
عليه وسلم قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
ما زوجت امر كلثوم من عثمان الا بوحى من السماء وبهذا
الاسناد عن ام عیاش قالت وضأت رسول الله صلى الله
عليه وسلم وانا قائمة وهو قاعد ۛ

ۛ۔ اور تیسری روایت میں اس طرح ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے
حضرت عثمان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے عثمان! یہ حضرت جبرائیل ہیں
خبر دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں ام کلثومؓ کو آپ کے
نکاح میں دوں اور جو مہر رقیہؓ کے لئے مقرر ہوا تھا اسی کے موافق ام کلثومؓ
کا مہر ہو اور ان کی مصاحبت اور رفاقت بھی انہیں کے مطابق ہوگی ۛ

ۛ (۱) التاریخ الكبير امام بخاری ص ۲۸۱ القسم الاول تحت باب روح۔

(۲) كنز العمال ص ۱۴۸ ج ۶ روایت ۲۲۱۸ طبع اول دکن

{ بحوالہ (طب عن ام عیاش) تحت فضائل ذی النورین عثمان (۲)

(۳) كنز العمال ص ۱۴۹ ج ۶ روایت ۲۲۳ طبع اول دکن

{ تحت فضائل ذی النورین عثمان بحوالہ (ابن مندہ - طب - خطیب - ابن عساکر

(۴) شروح مواہب اللدینہ للزرقانی ص ۲۱ ج ۲ جلد ثالث تحت ذکر ام کلثومؓ

(۵) تاریخ بغداد للخطیب بغدادی ص ۳۶۴ تذکرہ فضل ابن جعفر بن عبد اللہ

(۶) مجمع الزوائد للہیثمی ص ۸۳ ج ۹ تذکرہ ام کلثومؓ (۲)

ۛ (۱) اسد الغابہ ص ۶۱۳ ج ۵ تذکرہ ام کلثومؓ

(باقی ماسیہ اگلے صفحہ پر دیکھیں)

۴۔ اور بعض روایات میں حضرت ام کلثومؓ کے نکاح کا مسئلہ اس طرح مذکور ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت حفصہؓ کا سابقہ خاوند فوت ہو گیا اور حضرت عثمانؓ کی زوجہ حضرت رقیہؓ بھی فوت ہو گئیں تو کچھ مدت کے بعد حضرت عمرؓ نے اپنی دختر حضرت حفصہؓ کے نکاح کے لیے حضرت عثمانؓ کو پیش کش کی لیکن حضرت عثمانؓ نے فی الحال نکاح لینے سے مندرت کی۔ پھر حضرت عمرؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر بطور اظہار افسوس کے ذکر کیا تو آنجنابؐ نے (اطمینان دلاتے ہوئے) ارشاد فرمایا کہ حفصہؓ کو وہ زوج نکاح کر لے گا جو عثمانؓ سے بہتر ہوگا اور عثمانؓ اس عورت سے نکاح کریں گے جو حفصہؓ سے بہتر ہوگی۔

فرضها علی عثمان حین ماتت رقیة بنت النبی صلی اللہ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی ص ۱۶۵ الحافظ
 (۲) محب الدین احمد بن عبد اللہ الطبری المتوفی ۴۹۴ھ
 طبع مصری (الفصل السادس فی ذکر ام کلثومؓ)
 (قال المحب الطبری) خرج ابن ماجه القزوينی والحافظ ابو القاسم الدمشقی
 والامام ابو الخیر القزوينی المالکی۔

(۳) کتاب المعرفة والتاریخ جلد ثالث ص ۱۵۹ لا بی یوسف یعقوب بن
 سفیان البسوی۔

(۴) کنز العمال ص ۲۷۵ روایت ۵۸۲۵ تحت فضائل ذی النورین عثمان ۲۔

(۵) المستدرک للحاکم ص ۴۹ جلد رابع تذکرہ ام کلثوم بنت الرسولؐ۔

(۶) کنز العمال ص ۱۴۹ تحت فضائل عثمانی روایت ۲۲۲۹

علیہ وسلم ما اريد اتزوج اليوم فذاكر عمر بن الخطاب رضي الله
 صلى الله عليه وسلم قال ينزوج حفصة من هو خير من
 عثمان ويتزوج عثمان من هي خير من حفصة " له
 چنانچہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق حضرت حفصہ رضی اللہ
 عنہا کو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح میں لیا اور وہ ازواجِ مطہرات میں
 داخل ہوئیں اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا
 عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دی۔

اس طرح حضرت عثمان نے آنجناب کے دوہرے داماد ہونے کا شرف
 حاصل کیا۔ اور اس نکاح اور تزویج کے حق میں جو ارشادات خداوندی ہو چکے تھے
 وہ پورے ہوئے۔

نیز مندرجہ بالا مقام میں حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے حق میں "لفظ خیر"
 کا استعمال فرمایا گیا۔ یہ چیز ام کلثوم کے لیے بڑے اعزاز و اکرام کی ہے۔
 جن لوگوں کے دل میں اپنے نبی مقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف کا احترام
 ہے وہ اس کلمہ کی قدر دانی کرتے ہیں اور اس کے وزن کو سمجھتے ہیں۔ اور جو لوگ
 "بات ثلاثہ" کو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد سے خارج کرنے پر کمر بستہ
 ہیں ان کی نگاہ میں ان کا کیا احترام ہو سکتا ہے ؟ ؟

۱۔ الاصابة ۲۶۲ تحت حفصة بنت عمر رضی اللہ عنہ

(۲) شرح مواہب اللدنیہ للزرقانی ص ۲۱۲ تحت ذکر ام کلثوم رضی

(۳) تاریخ الخميس ۲۶۶ تحت ذکر ام کلثوم رضی

(۴) نسب قریش ص ۳۵۲ تحت حفصة بنت عمر رضی

مندرجات بالا سے ذیل چیزیں ثابت ہوتی ہیں۔

۱۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے متعلق متعدد روایات حدیث اور تاریخ کی کتابوں سے دستیاب ہیں جن میں سے چند حوالہ جات اوپر پیش کر دیئے ہیں۔ ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بابرکت رشتہ نکاح امر خداوندی کے تحت ہوا تھا۔ اور یہ چیز زوجین (حضرت عثمانؓ اور حضرت ام کلثومؓ) دونوں کے حق میں بڑی عالی منقبت ہے۔

۲۔ نیز یہ چیز واضح ہوئی کہ حضرت ام کلثومؓ کے نکاح میں وہی مہر رکھا گیا جو حضرت رقیہؓ کے لئے تجویز کیا گیا تھا اور ان کے ساتھ بہتر مصاحبت اور عمدہ رفاقت کی بھی وہی حدود ملحوظ رکھی گئیں جو حضرت رقیہؓ کے حق میں ملحوظ خاطر رہی تھیں۔

ان حالات سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت رقیہؓ پر ظلم و ستم کی داستانیں جو مخالف لوگ تیار کرتے ہیں وہ بالکل غلط اور بے حقیقت ہیں۔

۳۔ نیز اس مقام سے حضرت عثمانؓ کی فضیلت اور برتری اعلیٰ درجے کی ثابت ہوتی ہے کہ ایک صاحبزادی کے انتقال فرمانے کے بعد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دوسری لخت جگر حضرت عثمانؓ کے نکاح میں دیتے ہیں اور یہ سارا معاملہ وحی آسمانی کے تحت سرانجام پاتا ہے جیسا کہ حضرت فاطمہؓ کا نکاح حضرت علیؓ کے ساتھ وحی آسمانی کے تحت ہوا تھا اسی طرح یہ بھی ہوا ہے۔ اس بنا پر امت مسلمہ نے حضرت عثمانؓ کے لئے ذوالنورین کا صحیح لقب تجویز کیا ہے۔ اور وہ اس اعزاز کے بجا طور پر مستحق ہیں اور یہ ایسا اعزاز ہے جس میں ان کے ساتھ اور کوئی صحابی شریک نہیں ہے۔

نایخ نزیج سید ام کلثوم رضی

علماء نے لکھا ہے کہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ربیع الاول ۳ھ میں ہوا تھا اور چند ماہ کے بعد یعنی ماہ جمادی الاخریٰ ۳ھ میں رخصتی ہوئی تھی اور اس طرح قلیل مدت میں یہ تقریب سعید پوری ہوئی۔

..... وكان نكاحه اياها في ربيع الاول من سنة ۳ ثلاث وبتى بهاقى الجسادی الاخری من السنة ثلاث ۱

شیعہ علماء کی طرف سے تائید | شیخ نعمت اللہ الجزائری نے اپنی کتاب الانوار النعمانیہ

میں لکھا ہے کہ صاحبزادی رقیہ کے بعد حضرت عثمان ابن عفان نے ان کی بہن حضرت ام کلثوم کے ساتھ نکاح کیا اور حضرت ام کلثوم حضرت عثمان کے نکاح میں ہی فوت ہوئیں۔

..... واما ام کلثوم فتزوج ایضاً عثمان بعد اختها

۱۔ اسد الغابہ لابن اثیر الجزری ص ۶۱۲ ج - ۵

(۱) تحت ذکر ام کلثوم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۲) طبقات ابن سعد ص ۲۵۸ تحت ذکر ام کلثوم رضی

رقیۃ و توفیت عندا ۱۱ لہ

عدم اولاد | اللہ تعالیٰ اپنے تکوینی مصالح آپ ہی جانتا ہے نظام عالم کے یہ امور اس کے اپنے قبضہ قدرت میں ہیں۔ ہماری عقل نارسا انہیں پا نہیں سکتی یہ چیزیں عقول عامہ سے بالاتر ہیں اور فہم قاصر سے بعید ہیں۔ چنانچہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ان صاحبزادیوں سے بعض کی اولاد ہوئی ہی نہیں اور بعض سے اولاد شریف ہوئی لیکن کچھ مدت کے بعد اس کا انتقال ہو گیا البتہ حضرت سیدہ فاطمہ الزہراءؑ سے جو اولاد ہوئی تھی اس سے آنجناب کی نسل مبارک چلی۔ جیسا کہ عنقریب ہم تذکرہ سیدہ فاطمہؑ میں ذکر کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

ہر ایک صاحبزادی کے تذکرہ کے تحت ان کی اولاد کا ذکر جس صورت میں پایا جاتا ہے وہ بیان کر دیا ہے۔

حضرت ام کلثومؑ کے متعلق یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ پہلے نکاح (جو عتیہ بن ابی لہب سے ہوا تھا) میں رخصتی ہی نہیں ہوئی تھی اور شادی کی رسم نہیں ادا کی گئی تھی۔ اس سے اولاد کا نہ ہونا تو ظاہر بات ہے۔

پھر اس کے بعد حضرت عثمان کے ساتھ ان کی تزویج ہوئی اور رخصتی بھی ہوئی اور زوجین کے ازدواجی تعلقات بھی درست رہے لیکن حضرت ام کلثومؑ سے حضرت عثمان کی کوئی اولاد نہیں ہوئی بنا بریں اس عنوان کے تحت یہ تصریح کر دی گئی ہے۔

ایک انتباہ

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اخلاق بہت بلند تھا نہایت کریم النفس اور شریف الطبع تھے۔ آپ کے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رشتہ داری کے مراسم نہایت مخلصانہ تھے اس بنا پر حضرت عثمانؓ کے نکاح میں جب تک حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ (یکے بعد دیگرے) زندہ رہیں تو انھوں نے کوئی دوسرا نکاح اور شادی نہیں کی۔ کیونکہ ضرارہ یعنی سوکنوں میں عموماً چپقلش ہو جاتی ہے اور تنازعات پیدا ہو جاتے ہیں اور کئی قسم کے باہمی مناقشات چل نکلتے ہیں اپنے اہل خانہ کو ان تمام چیزوں سے بچانے کے لئے یہی طریق اسلم تھا جو حضرت عثمانؓ نے اختیار فرمایا اور صرف آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام و اکرام کے پیش نظر نکاح ثانی کا ارادہ تک نہیں کیا۔ حالانکہ حضرت عثمانؓ نے ان صاحبزادیوں کے انتقال کے بعد متعدد خواتین سے نکاح سکئے اور ان سے ان کی اولاد بھی ہوئی۔ مثلاً فاختہ بنت غزوٰن۔ فاطمہ بنت ولید۔ رملہ بنت شیبہ۔ نائلہ بنت فرافضہ وغیرہا۔ حضرت عثمانؓ کے نکاح میں آئیں۔

”بہش قیمت چادر کا استعمال“

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص خادم حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ ”میں نے حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر ایک بیش قیمت چادر دیکھی جو ریشم کی دھاریوں سے بنی ہوئی تھی“

اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ام کلثومؓ کا لباس عمدہ ہوتا تھا حضرت عثمانؓ غنی جیسے خاوند کے ساتھ رہتے ہوئے یہ انداز معاشرت لازمی تھا آپ اس طرح کے اچھے لباس کو استعمال فرماتی تھیں یہ حالات ان کی معاشرتی خوشحالی پر بھی دلالت کرتے ہیں اور ان سے زوجین کے درمیان تعلقات کی شائستگی بھی معلوم ہوتی ہے۔ روایت کے الفاظ ذیل میں منقول ہیں۔

”اخبرني انس بن مالك انه راى على ام كلثوم بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم برد حرير سيراۓ“

-
- ۱۔ بخاری شریف ص ۸۶۸ کتاب اللباس باب الحریر النساء
- ۲۔ السنن للنسائی ص ۲۵۲ باب ذکر الرخصة النساء فی لبس السیراء
- ۳۔ طبقات ابن سعد ص ۲۵ تحت ذکر ام کلثومؓ
- ۴۔ کتاب المعرفة والتاریخ للبسوی ص ۱۶۲ ج ۳
- ۵۔ الاصابہ فی تمييز الصحابة لابن حجر ص ۴۶۶ ج ۴
- تحت ام کلثوم بنت رسول اللہ صلعم۔

حضرت ام کلثومؓ کا انتقال

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت رقیہؓ کا انتقال ۳۷ھ میں ہو گیا تھا (جیسا کہ حضرت رقیہؓ کے حالات میں ذکر کیا گیا) اور حضرت زینبؓ کا انتقال ۳۸ھ میں ہوا تھا جیسا کہ یہ بات ان کے حالات میں ذکر کی جا چکی ہے۔

قدرت کاملہ کی طرف سے حالات کی یہی صورت فیصلہ تھی اور اللہ تعالیٰ کو اسی طرح منظور تھا کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری صاحبزادی حضرت ام کلثومؓ کا انتقال بھی آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک میں ہی ہو چنانچہ ماہ شعبان ۹ھ میں آپ بھی اپنے سفر آخرت پر چلی گئیں۔

..... وتوفيت ام كلثوم في حيات النبي صلى الله عليه

وسلم في شعبان سنة تسع من الهجرة ۹ھ

سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی ان تینوں صاحبزادیوں کا جناب کی حیات

تفسیر القرطبی ص ۲۴۲ جلد رابع عشر

۱) تحت ایتہ قل لا زواجك وبنات الخ سورة احزاب۔

۲) کتاب الثقات لابن حبان ص ۵۵۸ تحت سنة التاسع

۳) البدایہ لابن کثیر ص ۳۹ تحت سنة تاسع

۴) طبقات ابن سعد ص ۲۵۱ تحت ذکر ام کلثومؓ۔

میں ہی انتقال کر جانا عجیب اتفاقات قدرت میں سے ہے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادگان بھی آنجناب کی حیات طیبہ میں ہی فوت ہو گئے تھے۔ اندریں حالات آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی غمگینی و اندوہنا کی ایک فطری امر تھا اور انسانی تعاضلوں کے عین مطابق تھا مگر حضرات انبیاء علیہم السلام اپنے مالک کریم کے فرمان کے تحت نہایت صابر و شاکر ہوتے ہیں اور اپنی امت کو بھی برداشت مصائب کی تلقین فرمایا کرتے ہیں۔ اس بنا پر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی پیاری صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی وفات پر پوری طرح صابر و شاکر تھے آنجناب کی اولاد شریف میں سے اب صرف ایک صاحبزادی سیدہ فاطمہؓ زندہ تھیں باقی تمام صاحبزادے اور صاحبزادیاں انتقال فرما گئیں۔ (إِنَّا إِلَيْهِ رَاغِبُونَ)

حدیث شریف میں مذکور ہے :-

”أشد الناس بلاءاً إلا نبياء الأمثل فالأمثل“ (ادکما ذکر فی الحدیث)

یعنی انبیاء علیہم السلام لوگوں کے اعتبار سے زیادہ آزمائش میں ہوتے ہیں پھر جوان کے زیادہ مشابہ ہوا۔

اس مقام میں بھی اسی چیز کا مظاہرہ ہوا۔ اور امت کے لئے تسکین و تسلی کا ایک طرح یہ نمونہ قائم ہوا کہ جب ہمارے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف کے معاملہ میں یہ صورت پیش آئی اور ایک صاحبزادی کے بغیر باقی اولاد زندہ نہ رہی تو ہمارے لئے ایسی صورت ہو تو ہمیں بھی صبر و سکون سے کام لینا چاہئے اور رضا الہی پر راضی رہنا چاہئے۔ (لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ) ”یعنی فرمان خداوندی ہے کہ تمہارے لئے اللہ کے رسولؐ میں اسوۃ حسنہ ہے۔ اس کے موافق عمل پیرا ہونا چاہئے۔“

حضرت عثمانؓ کی تسکین خاطر

روایات کی کتابوں میں یہ چیز بھی ملتی ہے کہ جب حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس انقطاع صہریت پر نہایت غم زدہ اور پریشان خاطر تھے۔ ان حالات میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کی تسکین خاطر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ :-

”لو كن عشرًا لزوجهن عثمان“ ۱

یعنی اگر میرے پاس دس بیٹیاں ہوتیں تو میں (یکے بعد دیگرے) عثمانؓ کی تزویج میں دے دیتا۔

اور بعض روایات میں اس سے زیادہ تعداد بھی منقول ہے۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ حضرت عثمانؓ کے ساتھ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے کتنے عمیق تعلقات تھے اور اس رشتہ کے منقطع ہونے پر جانبدار میں کس قدر قلبی اضطراب پیدا ہوا۔

نیز واضح ہوا کہ حضرت رقیہؓ اور ام کلثومؓ پر ظلم و ستم کتنے جانے کے قصے جو لوگوں نے وضع کیے ہوئے ہیں وہ سراسر جعلی اور بے بنیاد ہیں اگر ان میں سے کوئی بات صحیح ہوتی تو حضرت عثمانؓ اور نبی اقدسؐ کے درمیان تعلقات کشیدہ ہونے چاہیے تھے۔ لیکن یہاں معاملہ برعکس ہے۔

۱ (۱) طبقات ابن سعد ص ۲۵ ج ۸ تحت ذکر ام کلثوم
 (۲) مجمع الزوائد للہیثمی ص ۲۱۹ ج ۹ تحت ما جاء فی رقیۃ او اختہا ام کلثومؓ

حضرت ام کلثومؓ کے غسل کا بیان

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد ان کے غسل اور کفن کے انتظامات سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمائے اور جو عورتیں حضرت ام کلثومؓ کے غسل دینے میں شریک ہوئی تھیں ان کا ذکر متفرق روایات میں پایا جاتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ام کلثومؓ کے غسل دینے میں حضرت صفیہؓ بنت عبدالمطلب اور اسماء بنت عمیس اور لیلیٰ بنت قانف الشقیہ اور ام عطیہؓ انصاریہ شامل تھیں اور انہوں نے ام کلثومؓ کا غسل حسب دستور سرانجام دیا۔ ام عطیہؓ کہتی ہیں کہ صاحبزادی ام کلثومؓ کے غسل دلانے میں میں بھی موجود تھی۔

۱۔ قولہ ام عطیہؓ انصاریہ کے ذکر میں ایک تھوڑی سی تشریح کی ضرورت ہے۔ کہ صاحبزادی حضرت زینبؓ کے غسل کے موقع پر بھی ام عطیہؓ انصاریہ کے متعلق منقول ہے کہ یہ حضرت زینبؓ کے غسل دلانے میں شامل تھیں اور کفن کے کپڑوں کی تفصیلات ابھی انہوں نے ذکر کی ہیں (جیسا کہ حضرت زینبؓ کے حالات میں بخاری شریف اور مسلم شریف کے حوالہ جات سے ذکر کیا گیا ہے)۔ تو ام عطیہؓ انصاریہ کے متعلق علماء فرماتے ہیں کہ :-

”و یکن الجمع بان تكون حضرتہما جمیعاً“

(فتح الباری شرح بخاری ص ۹۹ باب غسل المیت ووضوہ)

یعنی ہو سکتا ہے کہ ام عطیہؓ انصاریہ حضرت زینبؓ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اور حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ارشاد فرمایا کہ بیری کے پتوں والے پانی سے تین پانچ یا سات بار غسل دلاتیں اس کے بعد آخر میں کافور کی خوشبو لگائیں اس کے بعد مجھے اطلاع کریں۔ پس ہم نے اسی طرح کیا اور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اطلاع کی تو آپ نے ہمیں کفن کے کپڑے اس ترتیب سے پکڑانے کہ پہلے ایک چادر پھر ایک قمیص اور پھر ایک اوڑھنی اور اس کے بعد ایک چادر اور پھر ایک بڑی چادر جس میں تمام جسم کو لپیٹ دیا گیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس مکان کے دروازے پر تشریف فرما تھے آنجناب کے پاس یہ کپڑے تھے جو آپ نے ایک ایک کر کے ہمیں پکڑائے۔ اور آنجناب کے ارشاد کے مطابق ان کو استعمال میں لایا گیا۔ اور ام کلثوم کی کفن پوشی کا کام سرانجام پایا۔

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

اور حضرت ام کلثومؓ دونوں کے انتقال کے بعد غسل میں شریک ہوئی ہوں۔ اور یہ بھی علامہ ابن عبد البر نے ام عطیہ کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ :- بانہا كانت غاسلة الميتات - یعنی ام عطیہ انصاریہ میتوں کے غسل دینے میں ہمیشہ شریک ہوتی تھیں۔ "فلذا ام عطیہ کا متعدد غسلوں میں شریک ہونا کوئی قابل اشکال نہیں ہے۔ (منہ)

- (۱) شرح مواہب اللدنیہ للزرقانی ص ۲۱۱ تحت ذکر ام کلثومؓ
(۲) تہذیب الاسماء واللغات للنووی ص ۲۶۴ تحت ام عطیہ

(حرف العین)

ذیل مقامات میں یہ مضمون منقول ہے اہل علم رجوع فرما سکتے ہیں :-

- ۱۔ مسند احمد ص ۳۸ تحت حدیث لیلیٰ بنت قائف الشقیہ۔
 - ۲۔ السنن الکبریٰ للبیہقی ص ۶-۷ باب کفن المرأة
 - ۳۔ شرح السنۃ للبقوی ص ۳۱۳ جلد خامس باب التکفین۔
 - ۴۔ البدایۃ لابن کثیر ص ۳۹ تحت ۹۔
 - ۵۔ اسد الغابۃ ص ۶۱۲ تذکرہ ام کلثوم
 - ۶۔ ذخائر العقبیٰ للمحب الطبری ص ۱۶۶ تحت ذکر وفات ام کلثومؓ۔
- ان روایات سے فقہار کرام نے غسل اور کفن کے مسائل استنباط کر کے کتب فقہہ میں درج کئے ہیں۔

حضرت سید ام کلثوم کی نماز جنازہ

جب حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا غسل اور کفن ہو چکا تو ان کے جنازہ کے لئے سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ تشریف لائے اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ خود پڑھائی اور آنجناب کے معیت میں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے وہ تمام شامل ہوئے۔

”قال ابن سعد و صلی علیہا ابوہا صلی اللہ علیہ وسلم“^۱

حضرت ام کلثوم کے لئے یہ ایک فضیلتِ عظمیٰ ہے کہ ان پر نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نماز جنازہ پڑھی اور ان کے لئے مغفرت کی دُعائیں فرمائیں اور آپ کے ساتھ باقی صحابہ کرام بھی دُعا کرنے میں شامل اور شریک رہے۔ یہ تمام چیزیں ”قرائنِ اجابت ہیں اور ”حسنِ مال“ پر دال ہیں۔ غفر اللہ تعالیٰ لہا ولاخواتہا۔

۱ (۱) شرح مواہب اللدنیہ للزرقانی ص ۲۳۰
تحت ذکر ام کلثوم رضی اللہ عنہا

(۲) تاریخ الخمیس للذیاری البکری ص ۲۶۶ ج ۱-۱
تحت ذکر ام کلثوم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۳) طبقات ابن سعد ص ۲۶ ج ۸
تحت ذکر ام کلثوم رضی اللہ عنہا

حضرت ام کلثوم کا دفن

جب حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ ہو چکی تو اس کے بعد آپ کو دفن کرنے کے لئے جنت البقیع میں لایا گیا اور سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لائے اور جب قبر تیار ہو چکی تو ام کلثومؓ کو دفن کرنے کے لئے ابو طلحہ انصاریؓ قبر میں اترے اور بعض روایات میں ہے کہ حضرت علیؓ اور الفضل بن عباس اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم بھی ان کے ساتھ قبر میں اترے اور دفن کرنے میں معاونت کی۔

آنحضرت صلعم
کا غم و اندوہ

خادم نبوی حضرت انسؓ ذکر کرتے ہیں کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کے دفن کے موقع پر ہم حاضر تھے اور سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم قبر پر تشریف فرما تھے اور میں نے دیکھا کہ آنجناب

صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو مبارک (فرطِ غم کی وجہ سے) جاری تھے۔

”عن انس رضی اللہ قال شہدنا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تدفن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جالس علی القبر فرایت عینہ تد معان“ لہ

لہ (۱) مشکوٰۃ شریف ص ۱۲۹ تحت باب دفن المیت الفصل الثالث

(بقیہ اگلے صفحہ پر دیکھیں)

مختصر یہ ہے کہ صاحبزادی ام کلثومؓ کے انتقال اور غسل و کفن و جازہ و دفن کے تمام مراحل میں سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود موجود تھے اور شریک حال اور نگران کار تھے اور یہ تمام امور جناب کے ارشادات کے تحت سرانجام پائے ام کلثومؓ کے حق میں یہ بہت بڑی عظمت کی چیز ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا و عن اخواتہا و عن امہاتہا۔

اب اس کے بعد ”ازالہ شبہات“ تحریر کیا جاتا ہے جیسا کہ سابقہ عنوان سوانح کے آخر میں درج کیا جا رہا ہے۔

(بقیہ ماشیہ صفحہ گذشتہ)

(۲) شرح السنۃ للبخاری ص ۲۹۲ باب نزول الرجل فی قبر المرأة۔

(۳) طبقات ابن سعد ص ۲۶ تحت ذکر ام کلثومؓ۔

(۴) تفسیر القرطبی ص ۲۴۲ جلد رابع عشر تحت آیت قل لا تروا جک.....

(سورۃ الاحزاب)

ازالہ شہت

۱

بعض لوگوں کے طرف سے یہ شہتہ ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت ام کلثومؓ، ام المؤمنین ام سلمہؓ کی لڑکی تھیں اور ان کے سابق زوج ابوسلمہ کی اولاد میں سے تھیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں پرورش پانے کی بناء پر ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کہا گیا ہے۔ یعنی ام کلثومؓ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی لے پالک بیٹی ہیں جسے عربی زبان میں ”ربیبہ“ کہتے ہیں۔

جواباً گذارش ہے کہ:-

حضرت ام سلمہؓ کی اولاد جو ابوسلمہ سے تھی اس میں بیشتر علماء نے تو ام کلثومؓ نامی کوئی لڑکی ذکر ہی نہیں کی۔ ابوسلمہ کی اولاد میں دو لڑکے سلمہ اور عمر اور دو لڑکیاں زینب اور درہ ذکر کی گئی ہیں البتہ بعض علماء نے ابوسلمہ کی ایک لڑکی ”ام کلثوم“ بھی ذکر کی ہے۔ لیکن یہ قول شاذ ہے اگر اسے درست بھی تسلیم کر لیا جائے کہ ام سلمہؓ کی ایک لڑکی ام کلثوم بھی تھیں تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہی ام کلثوم حضرت عثمانؓ کی زوجہ بنیں حضرت ام سلمہؓ کی لڑکی اگر ہے بھی تو وہ ام کلثوم دوسری ہے اس کی ماں کا نام ام سلمہ ہے اور اس ام کلثوم کی والدہ کا نام حضرت خدیجہؓ ہے

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا یہ ایک دوسری شخصیت ہے حضرت ام سلمہؓ کی بیٹی نہیں۔ جیسا کہ ہم نے حضرت خدیجۃ البکریؓ کی اولاد کی تفصیلات کے تحت قبل ازیں مفصل ذکر کر دیا ہے۔

سوائس اعتراض کی بنیاد صرف تشابہ لفظی پر ہے کہ دونوں لڑکیوں کا نام ام کلثوم ہے محض مشابہت اسمی کی وجہ سے اعتراض پیدا کر لیا گیا ہے ورنہ اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ اتنی اہم تاریخی بات کا فیصلہ کرنے کے لئے محض اس قسم کے احتمالات اور لفظی شبہات کوئی وزن نہیں رکھتے۔



معارضے دوستوں نے ایک یہ اعتراض بھی نشر کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان تینوں صاحبزادیوں (حضرت زینبؓ، حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہن) کی کوئی فضیلت کی چیز اسلامی کتب میں نہیں پائی جاتا، شیعہ و سنی علماء کی تصانیف کا ہر صفحہ ان کے ذکر فضیلت سے کورا نظر آیا اور نبی پاکؐ اور ان بیٹیوں کے درمیان الفت و محبت کا مظاہرہ کہیں نظر نہیں آتا۔“ وغیرہ وغیرہ۔

اس اعتراض کے جواب کے لئے اس چیز کی ضرورت ہے کہ ہر صاحبزادیوں کے مذکورہ سوانح پر ایک نظر ڈال لی جائے اور ایک ایک عنوان کے سامنے رکھا جائے تو یہ مسئلہ صاف ہو جاتا ہے اور اس

اعتراض کا بے بنیاد ہونا از خود واضح ہو جاتا ہے۔
ناظرین کرام کی توجہ کے لئے چند معروضات ذیل
میں پیش کی جاتی ہیں۔ ان پر غور فرمائیں۔

① پہلی بات یہ ہے کہ ان تینوں صاحبزادیوں کے احوال و سوانح ہم نے قریباً اڑتیس عدد اپنی کتب سے اور ساتھ ہی کم و بیش چوبیس عدد شیعہ اکابر علماء کی کتب سے پیش کئے ہیں جن کے اسماء کی فہرست اس کتاب کے اول میں یا آخر میں شامل کر دی گئی ہے۔ ان کتابوں کے ذخیرہ سے ہر سہ صاحبزادیوں کے احوال بقدر ضرورت ہم نے نقل کر دیئے ہیں اور بیشتر مقامات میں ان کی اصل عبارات بھی ذکر کر دی ہیں تاکہ ناظرین کرام کے لئے پوری طرح تسلی کا سامان ہو جائے۔

اہل علم و دانش ان تفصیلات کے مطالعہ سے بخوبی معلوم کر سکتے ہیں کہ معتز ضیہ کا یہ دعویٰ کہ ”سنی و شیعہ کتب ان کے ذکر فضیلت سے خالی ہیں“ کہاں تک درست ہے؟ اور ”بنات ثلاثہ“ کے ذکر فضیلت کا کتب تاریخ و روایات میں نہ پائے جانے کا بلند بانگ دعوئے کتنا قدر صحیح ہے؟؟ اور اس میں کیا کچھ صداقت ہے؟؟

② دوسری چیز یہ ہے کہ ان تینوں صاحبزادیوں کے احوال کا ایک مختصر خاکہ آپ مندرجہ ذیل صورت میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں مثلاً ان تینوں صاحبزادیوں (حضرت زینبؓ، حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ) کا :-

۱۔ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ”نسب مبارک“ اور اولاد شریف میں سے ہونا۔

- ۲۔ آنجناب کے خانہ مبارک میں پرورش پانا اور تربیت حاصل کی۔
- ۳۔ اسلام لانا اور دین کی دولت سے مشرف ہونا۔ اور بیعت نبویؐ سے سرفراز ہونا۔
- ۴۔ حضرت رقیہؓ کا دو ہجرتوں اور زینبؓ و ام کلثومؓ کا ایک ایک ہجرت کے مصائب اٹھانا اور شرف ثواب حاصل کرنا اور مہاجرین کے فضائل سے بہرہ ور ہونا۔
- ۵۔ آنجناب کا ان کے حق میں نکاح و تزویج کے سامان کرنا اور ان کے ساتھ مہر و الفت کے شائستہ تعلقات قائم رکھنا۔
- ۶۔ پھر ان بیبیوں سے جو اولاد ہوئی اس کے ساتھ آنجناب کا محبت و الفت کا سلوک کرنا۔
- ۷۔ ان بنات طیبات کے حق میں آنجناب کا ”کلمات خیر“ فرمانا۔
- ۸۔ حضرت رقیہؓ کے بغیر باقی دونوں صاحبزادیوں (حضرت زینب و حضرت ام کلثومؓ) کی وفات کے موقع پر آنجناب کا موجود ہونا اور رنج و الم کے واقعات میں شرکت کرنا اور حضرت رقیہؓ کی قبر پر تشریف لے جانا۔
- ۹۔ ان پیارنی صاحبزادیوں کے غسل و کفن کے انتظامات خود مکمل کرنا اور بعض دفعہ اپنی چادر مبارک ان کے کفن میں شامل کرنا۔
- ۱۰۔ ان کی نماز ہائے جنازہ خود پڑھانا اور ان کے حق میں مغفرت کی دعائیں فرمانا۔
- ۱۱۔ اس کے بعد اپنی نگرانی میں ان کے دفن کے انتظامات کرنا اور قبر میں اُتر کر خصوصی دعائیں فرمانا۔
- ۱۲۔ حضرت فاطمہ الزہراءؓ کا اپنی پیاری بھینوں کے ان اندوہناک مواقع میں غمگساری کے طور پر شریک و شامل ہونا وغیرہ وغیرہ۔

مذکورہ بالا امور اہل علم اور دیندار و منصف مزاج لوگوں کے نزدیک خیر و برکت کے شمار ہوتے ہیں اور فضیلت اور عظمت کے واقعات سمجھے جاتے ہیں۔ ان تمام احوال سے صرف نظر کر کے بعض لوگوں کا یہ کہہ دینا کہ ان محترم بیبیوں کے حق میں کوئی فضیلت کی چیز کتابوں میں دستیاب نہیں ہوتی اور یہ نبی کی رواجی بیٹیاں تھیں یہ نبی کی روایتی بیٹیاں تھیں۔ نیز یہ کہنا کہ آنجناب کے ان بیٹیوں سے انس و محبت کے فطری تعلقات کا کوئی ذکر نہیں پایا جاتا۔ یہ امر واقع کے بالکل برعکس ہے اور سیرت نبوی کے واقعات کے من و عن بر خلاف ہے۔ اسلامی تاریخ کے بیانات کے ساتھ تضاد ہے۔

اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف کے ساتھ سراسر ظلم اور انصافی ہے اور آنجناب کی مقدس نسل کے ساتھ خاص قلبی عداوت ہے اور حضرت فاطمہ الزہراء کے ساتھ بظاہر دوستی کی شکل میں دشمنی ہے کہ ان کی حقیقی بہنوں کے نسب مبارک کا انکار کیا جا رہا ہے اور ان بیبیوں کے فضائل و مکارم کی نفی کر کے خاندان نبوی کے ساتھ ستم روا رکھا جا رہا ہے جس کی وجہ سے اہل اسلام اور اہل ایمان کے قلوب مجروح ہوتے ہیں۔ (فیہ اسفاہ)

یہاں حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے متعلقات اختتام پذیر ہیں اسکے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حالات ذکر کئے جاتے ہیں۔ (بعونہ تعالیٰ)۔

سوانح حضرت سید فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ما قبل میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر سہ صاحبزادیوں (حضرت زینب، حضرت رقیہ و حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہن) کے احوال اور سوانح بقدر ضرورت ذکر کئے ہیں۔ اس سے ان طبیبات طاہرات کی عظمت اور منہرلت پورے طور پر نمایاں ہوتی ہے۔ اس کے بعد آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی چہارم صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے احوال زندگی ذکر کئے جاتے ہیں۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد کی تفصیلات کے تحت گذشتہ اوراق میں ان کے اجمالی ذکر و اذکار آگئے تھے لیکن یہاں ان کے مستقل سوانح حسب ترتیب درج کرنا مطلوب ہیں اب وہ تحریر کئے جاتے ہیں۔ فضائل و مناقب (جو عند الجمهور صحیح ہوں) وہ بھی ذکر کئے جائیں گے اور خاص طور پر اخلاق و کردار اور عملی و معاشرتی زندگی کے پہلو زیادہ واضح کرنے کا ارادہ ہے۔ (بعونہ تعالیٰ)

ولادت باسعادت

سیرت نگاروں کے نزدیک سیدہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سن ولادت میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض حضرات لکھتے ہیں کہ جس زمانہ میں قریش مکہ کعبہ شریف کی بنا کر رہے تھے اس زمانہ میں حضرت فاطمہؑ کی ولادت باسعادت حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کے بطن مبارک سے ہوئی اور اس وقت آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک پینتیس سال کو پہنچ چکی تھی۔ اور یہ واقعہ نبوت سے قریباً پانچ برس پہلے کا ہے۔^۱

اور بعض علماء کے نزدیک ان کی ولادت بشت نبویؐ کے قریب ہوئی اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک اس وقت اکتالیس سال تھی۔ اسی طرح مزید اقوال بھی اس مقام میں منقول ہیں۔^۲

سیدہ فاطمہؑ کا اسم گرامی اور القاب

آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں مشہور قول کے مطابق حضرت فاطمہ

۱۔ طبقات ابن سعد ص ۱۱۱ تحت ذکر فاطمہؑ۔ طبع لیڈن۔

۲۔ الاصابہ لابن حجر ص ۳۶۵ تحت ذکر فاطمہؑ۔

۳۔ تفسیر القرطبی ص ۲۲۱ تحت آیت قل لا زواجک وبناتک الخ (سورۃ احزاب)

۴۔ الاصابہ فی تمییز الصحابہ لابن حجر ص ۳۶۵ تحت تذکرہ فاطمہ الزہراءؑ۔

رضی اللہ عنہا سب سے چھوٹی صاحبزادی ہیں۔ ان کا اسم گرامی ”فاطمہ“ ہے اور ان کے القاب ہیں ”زہرا“ اور ”تول“ مشہور لقب ہیں۔ یہ چاروں صاحبزادیوں (حضرت زینب رقیہ، ام کلثوم اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن) حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کی اولاد شریف ہیں اور باہمی خفیتی بہنیں ہیں۔

ان کی پرورش اور تربیت خانہ رسول خدا کے مبارک ماحول میں ہوئی۔ اور اپنی والدہ محترمہؓ کی نگرانی میں سن شعور کو پہنچیں اور اپنے والدین شریفین کے نفوس طیبہ سے مستفید ہوتی رہیں۔

شمال و خصال

حدیث شریف کی کتابوں میں حضرت فاطمہؓ کے متعلق ان کی سیرت اور طرز طریق کو محدثین اس طرح ذکر کرتے ہیں کہ:

فاقتلت فاطمة تمشي - ما تخطئ مشية الرسول الله صلى الله عليه وسلم شيئا۔

یعنی حضرت فاطمہؓ جس وقت چلتی تھیں تو آپ کی چال ڈھال اپنے والد شریف صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل مشابہ ہوتی تھی۔

۱۔ مسلم شریف ج ۲۹ باب فضائل حضرت فاطمہؓ

۲۔ الاستیعاب ج ۳۴۳ جلد چہارم تحت تذکرہ حضرت فاطمہؓ

۳۔ حلیۃ الاولیاء لابن نعیم الاصبہانی ج ۳۹ جلد ثانی

تحت تذکرہ حضرت فاطمہؓ

ترمذی شریف میں یہی مضمون حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اس طرح مروی ہے کہ :-

”عن عائشة قالت ما رأيت احداً الشبه سمتاً ودلاوهدياً
برسول الله صلى الله عليه وسلم“

یعنی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ قیام و قعود میں نشست و برخاست کے عادات و اطوار میں حضرت فاطمہؓ سے زیادہ مشابہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔
حاصل یہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ کا طرز و طریق اخلاق شامل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ موافق تھا: ”الولد سولاً بیه“ کے صحیح مصداق تھیں۔ اور آپ کی گفتار رفتار اور لب و لہجہ اپنے والد شریف کے بہت مطابق تھا۔

بچپن کا ایک واقعہ

قریش مکہ کی اسلام سے عداوت ابتداء سے ہی قائم تھی اور وہ ہمیشہ مسلمانوں کی تذلیل و تحقیر کے موافق کی تلاش میں رہتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ذکر کرتے ہیں کہ ایک بار نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ شریف کے پاس حرم میں نماز پڑھ رہے تھے۔ قریش کے چند شرار نے شرارت کی، شتر کا اوجھ لاکر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر رکھ دیا۔ آنجناب سر بسجود ہوتے قریش اس حرکت پر آپس میں بڑے مسرور ہوئے۔ کسی نے جا کر حضرت فاطمہؓ کو اسکی اطلاع دی (آپ کا بچپن تھا) جلدی پہنچ کر آنجناب سے اس اوجھ کو اتارا۔ اور کافروں سے ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ جب آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو بدعا فرمائی وہ قبول ہوئی۔ اور ان میں سے بیشتر غزوہ بدر میں مارے گئے۔

وعن عبد الله بن مسعود قال فانطلق منطلق الى فاطمه

سکیں اور دیگر مصارف میں بھی انہیں صرف کر سکیں (یہ دراہم آنجناب نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے حاصل کئے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بھی اپنے اہل و عیال کو منگوانے کے لئے عبد اللہ بن اریقط لیشی کو سواریاں دے کر زید ابن حارثہؓ اور ابورافعؓ کے ساتھ روانہ کیا اور اپنے بیٹے عبد اللہ کی طرف لکھا کہ وہ اپنی والدہ (ام رومانؓ) اور اپنی بہنوں (حضرت عائشہؓ اور اسماءؓ) کو ساتھ لائیں۔ پس جب یہ حضرات مدینہ شریف سے روانہ ہو کر ”قدیدہ“ کے مقام پر پہنچے تو انہوں نے ضرورت کے مطابق سواریاں خریدیں اور پھر مکہ شریف میں داخل ہوئے اور حضرت طلحہؓ کے ساتھ ملاقات ہوئی۔ وہ بھی ہجرت مدینہ کے لئے آمادہ تھے۔ پس یہ تمام احباب (حضرت زیدؓ، ابورافعؓ، حضرت فاطمہؓ و ام کلثومؓ، ام المؤمنین حضرت سودہؓ، اسماءؓ بن زید اور ام ایمنؓ) مکہ شریف سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوئے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے اہل و عیال جو اوپر مذکور ہوئے وہ بھی ہمراہ تھے اور تمام قافلہ ایک سفر میں ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچا۔

علامہ ذہبی نے سیر اعلام النبلا جلد دوم میں یہ واقعہ بعبارت ذیل درج کیا ہے :-
 ”عن عائشة قالت لما هاجر رسول الله صلى الله عليه وسلم الى المدينة خلفنا وخلف بناته۔ فلما قدم المدينة بعث الينا زید بن حارثه وابا سرافع واعطاهم بعيرين وخمسائة دراهم اتخذها من ابى بكر ليشترى بها ما تحتاج اليه من الظهر۔ وبعث ابوبكر معهما عبد الله بن اريقط الليثى ببعيرين او ثلاثة وكتب الى ابنه عبد الله يا مره ان يحمل اهلك۔ ام رومان وانا واختى اسماء فخرجوا فلما انتهوا الى قدیرا شترى بترك الدراهم

ثلاثة ابعة ثم دخلوا مكة وصادفوا طلحة يريد
الهجرة باكي بكر فخرجنا جميعاً وخرج زيدا وابوراف
بفاطمة وامر كلشوم وسودة وامر ايسن واسامة فاصطحبنا
جميعاً ۱۰

تنبیہ :- باقی صاحبزادیوں حضرت زینبؓ اور حضرت رقیہؓ کی ہجرت
کے احوال سابقان کے تذکرہ میں درج ہو چکے ہیں۔ گویا ہر چار صاحبزادیاں شرف
ہجرت سے مشرف تھیں اور مہاجرین کی فضیلتوں سے بہرہ یاب تھیں۔

سیدہ فاطمہؓ کی تزویج

مدینہ طیبہ میں اقامت پذیر ہونے کے بعد ۱۰؎ میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
نے حضرت فاطمہؓ کی تزویج کی طرف توجہ فرمائی۔ بعض روایات کی رو سے حضرت علی المرتضیٰؓ
نے حضرت فاطمہؓ کے نکاح کے متعلق ”خطبہ“ عرض کیا بطور منگنی کے درخواست
پیش کی تو آنجنابؓ نے فرمایا آپؐ کے پاس مہر کے لئے کوئی چیز ہے؟ تو حضرت علیؓ نے عرض
کیا اور تو کوئی چیز نہیں مگر ایک سواری اور زرہ ہے اس روایت میں ہے حضرت علیؓ
فرماتے ہیں کہ میں نے ان کو چار سو درہم میں بیچ ڈالا۔ اس موقع پر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم

سیر اعلام النبلاء للذہبی ص ۱۰۹ ج ۲
تحت عائشة أم المؤمنين ر ۱۰

البدایة لابن کثیر ص ۲۲ ج ۳ فصل فی دخوله علیہ السلام
المدینة وابن استقر منزله الخ ۲

نے فرمایا کہ اس میں سے حضرت فاطمہؓ کے لئے خوشبو بھی خرید کی جائے کیونکہ فاطمہ بھی خواتین میں سے ہے اور ان کے لئے خوشبودر کار ہوتی ہے۔

عن جعفر بن سعد عن ابیہ ان علیا قال لما خطبت فاطمہ۔
 قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم هل لك من مهر؟ قلت
 عندی راحلتی ودرعی۔ فبعتھما یاربعمائة وقال اکثروا
 من الطیب لفاطمہ فانھا امرأتہ من النساء۔^۱
 روایت بالا کے قریب سنن سعید بن منصور میں بھی اس مضمون کو ملاحظہ کیا جا
 سکتا ہے۔^۲

سیدہ فاطمہؓ کے مکان کی تیاری

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی سیدہ فاطمہؓ کے مکان کے لئے حضرت عائشہؓ (ام المومنین) کو فرمایا کہ فاطمہؓ کی رخصتی کے لئے مکان کی تیاری کی جائے اس موقع پر اس کام میں ام سلمہؓ بھی ان کے ساتھ معاون تھیں۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق ہم نے اس کام کی تیاری شروع کی اور وادی بطحا سے اچھی قسم کی مٹی منگوائی۔ اس مکان کو لیا

۱ } التاريخ الكبير لأمير بخاري ص ۲۰ ج ۱ القسم الثاني
 تحت باب المين

۲ } كتاب السنن لسعيد بن منصور ص ۱۵۲ جلد ثالث
 تحت باب ما جاء في الصداق - طبع مجلس علمی -

پونچا اور صاف کیا۔ پھر ہم نے اپنے ہاتھوں سے کجھور کی چھال درست کر کے دو گدے تیار کیے اور خرما اور منقہ سے خوراک تیار کی اور پینے کے لئے شیریں پانی مہیا کیا پھر اس مکان کے ایک کونے میں لکڑی گاڑ دی تاکہ اس پر کپڑے اور مشکیزہ لٹکایا جاسکے۔ جب مذکورہ بالا انتظامات مکمل ہو چکے تو حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔

”فما رأینا عرساً أحسن من عرس فاطمة“

یعنی فاطمہؓ کی شادی سے بہتر ہم نے کوئی شادی نہیں دیکھی“ لے

سیدہ فاطمہؓ کا جہیز

حضرت فاطمہؓ کی شادی کے سلسلہ میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تیاری کے جو سامان کئے گئے ان میں سے جہیز فاطمہؓ کا ایک متقل عنوان کتابوں میں پایا جاتا ہے چنانچہ اس مقام میں حضرت علیؓ سے جو روایت مروی ہے اس کو ہم یہاں ذکر کرتے ہیں۔

”عن علی رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما زوجہ فاطمة بعث معها بخميلة ووسادة من ادم حشوها ليف وراحيتين وسقاء وجرتين“ لے

السنن لابن ماجہ ۱۳۹ کتاب النکاح باب الولیة } لے
مطبوعہ مطبع نظامی۔ دہلی

۱۔ مسند احمد ص ۱۰۴ تحت منادات علی کرم اللہ وجہہ ج۔ اول

۲۔ الفتح الربانی ص ۴۲ جلد ۲۱ (ترتیب مسند احمد) (بقیہ ص ۲۲ پر)

(۳) مسند ابی یعلیٰ الموصلی ص ۲۰۲ ج اول تحت منادات علوی طبع جدید۔ بیروت

اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب میرے ساتھ حضرت فاطمہؓ کی تزویج کر دی تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہؓ کے جہیز میں درج ذیل چیزیں ارسال فرمائیں۔

ایک بڑی چادر۔ ایک چمڑے کا تکیہ جو کھجور کی چھال یا اذخر (خوشبودار گھاس) سے بھرا ہوا تھا۔ ایک چکی (آٹا پیسنے کے لئے)۔ ایک شکیزہ اور دو گھڑے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری صاحبزادی کے لئے یہ مختصر سا جہیز عنایت فرمایا گیا۔ ان کی ازدواجی زندگی کی ضروریات پورا کرنے کے لئے کل سامان معیشت یہی کچھ تھا۔ یہاں سے ان حضرات کی خانگی معیشت کا اندازہ ہوتا ہے یہاں کسی قسم کے تکلفات اور زیب و زینت کی مکلف چیزیں نظر نہیں آتیں گویا امت کے لئے یہ سادہ اور مختصر سامان سبق آموزی کے لئے ایک نمونہ ہے۔ اور اس بے سرو سامانی کے احوال میں ان حضرات کا گزر بسر کرنا عملاً بتلا رہا ہے کہ مسلمان کے لئے اصل چیز فکر آخرت ہے اور یہ زندگی عارضی ہے اس کے لئے کسی بڑی کد و کاوش کی ضرورت نہیں۔

(بقیہ حاشیہ ص ۲۶)

دلائل النبوة للبيهقي ۳/۳۱ جلد ثانی

۳ } تحت باب ما جاء في تزويج فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم

۲- البدایة ۳/۳۱ تحت فصل في دخول علي ابن ابی طالب علی زوجته فاطمة

۵- البدایة ۳/۳۲ ذکر من توفي في هذه السنة (ر.ه)

۶- السنن للنسائي ۴/۲۰۰ باب جهاز الرجل ائنته

العتاد نکاح اور زوجین کی عمر

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تزویج اور شادی کے سلسلہ میں جب ابتدائی مراحل طے ہو چکے اور مکان اور جہیز وغیرہ کی تیاری ہو چکی تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے بامر خداوندی مجلس نکاح قائم کر کے حضرت فاطمہؑ کا نکاح حضرت علی المرتضیٰؑ سے کر دیا۔ اور عام روایات کے اعتبار سے پھر چار سو مشال مقرر کیا گیا۔ فاضل زرقانی وغیرہم کے بیان کے موافق مجلس نکاح میں اکابر صحابہ کرامؓ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ و عمر فاروقؓ و عثمان غنیؓ وغیرہم مدعو تھے اور یہ حضرات اس واقعہ کے گواہ تھے۔ نکاح کی یہ تقریب بالکل سادہ تھی اس میں کسی قسم کے تکلفات نہ برتنے گئے اور نہ زمانے کی کوئی رسومات ادا کی گئیں۔

نکاح کے بعد علماء کرام فرماتے ہیں کہ آنجنابؑ نے اپنی دختر کو بی بی ام امین کے ساتھ حضرت علیؑ کے خانہ مبارک میں روانہ فرمایا اور ام امین کی معیت میں حضرت فاطمہؑ پیدل چل کر تشریف لے گئیں اور کوئی ڈولی اور سواری وغیرہ تجویز نہ کی گئی تھی۔

تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ جنگ بدر کے بعد رمضان شریف ۲ھ میں حضرت علیؑ کا تزویج ہوا اور اس کے چند ماہ بعد یعنی ذوالحجہ ۲ھ میں رخصتی عمل میں آگئی۔ اس وقت حضرت فاطمہؑ کی عمر بعض سیرت نگاروں کے مطابق پندرہ سال اور پانچ ماہ تھی اور بعض کے نزدیک اٹھارہ سال تھی۔ اس مقام میں کئی دیگر اقوال بھی منقول ہیں۔ اور حضرت علیؑ کی عمر مشہور قول کے مطابق اس وقت اکیس برس کی تھی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۱۔ تفسیر القرطبی ج ۲۴ تحت آیت قل لا زواجك وبناتك..... الخ

۲۔ الاکمال فی اسماء الرجال لصاحب المشکوۃ تحت ذکر فاطمہ الزہراءؑ (باقی ص ۲۶۷)

انتباہ

حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ کی شادی اور بیاہ کے سلسلہ میں ہم نے صرف تین چار عنوان مختصراً ذکر کئے ہیں اور بقدر ضرورت احوال درج کئے ہیں مصنفین حضرات نے اس موقع پر بے شمار طول طوال اور رطب و یابس روایات تحریر کی ہیں ان کی صحت واقعہ اور عدم صحت کا کوئی لحاظ نہیں رکھا۔ ان بے اصل چیزوں اور بے سرو پا روایات پر نظر کرتے ہوئے علمائے اس مقام میں ان سے پہلو تہی کا اشارہ کیا ہے۔

”وقد وهدت احادیث موضوعۃ فی تزویج علیؑ بفاطمۃؑ لم

نذاکر رغبة عنها“ لہ

ابن کثیر کہتے ہیں یعنی حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ کی تزویج میں بہت سی روایات جعلی وارد ہوئی ہیں ہم ان سے روگردانی کرتے ہوئے ان کو ذکر نہیں کرتے۔

”فراش شبیہ“

جب ان دونوں حضرات (حضرات علیؑ اور حضرت فاطمہؑ) کی تزویج ہو چکی تو

(بقیہ حاشیہ ص ۱)

۳۔ تمہید الاسماء واللغات للنوی تحت ذکر فاطمۃ الزہراءؑ

۴۔ شرح مواہب الدنیۃ للزرقانیؒ تحت ذکر تزویج علیؑ بفاطمہؑ

(حاشیہ صفحہ ۱۵۸)

لہ البدایۃ والنہایۃ لابن کثیرؒ ۳۳۲ تحت واقعات سن ہذا۔

اس کے بعد ان کی ازدواجی زندگی اور خانگی معیشت کا دور شروع ہوا۔ اس میں کئی واقعات اس نوعیت کے دستیاب ہیں کہ ان کے پاس بچپانے کے لئے کوئی عمدہ قسم کا بستر نہیں تھا اور زوجین کے لئے سونے کے الگ الگ کپڑے موجود نہ تھے چنانچہ حضرت علیؑ سے مندرجہ ذیل روایت مذکور ہے۔

..... عن مجالد بن شعبه قال انا من سمع عليا رضي الله عنه يقول علي المنبر نكحت ابنة رسول الله صلى الله عليه وسلم وما لنا فراش ننام عليه الا جلدة شاة ننام عليه بالليل ونعلف عليه الناضح بالنهار“ لہ

یعنی ایک دفعہ حضرت علیؑ نے (اپنی دیرینہ سرگزشت) بیان کرتے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کے ساتھ میرا نکاح ہوا تو بعض دفعہ یہ حالت تھی کہ ہمارے پاس رات کو سونے کے لئے ایک بکری کی کھال تھی رات کو یہ ہماری خوابگاہ ہوتی اور دن کو اسی پر ہم اپنے شتر کو چارہ ڈالتے تھے۔

خانگی امور میں تقسیم کار

ازدواجی زندگی میں خانگی کام کا ج ایک ضروری امر ہے جب تک سلیقہ سے سرانجام نہ پاتے تب تک گھریلو نظام کار درست نہیں رہتا۔ اسی سلسلہ میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؑ کے گھر کے بارے میں خانگی معاملہ اسی طرح متین فرمایا

کتاب السنن لسعيد بن منصور ۱۵۲ ج ۳ - قسم اول - مطبوعہ مجلس علی

لہ ۱ تحت ما جاء في الصداق

۲ - الطبقات لابن سعد ۱۳ ج ۸ - تحت ذکر فاطمة ر

فرمادیا تھا کہ :-

فاطمہؓ اندرون خانہ سارا کام کاج سرانجام دیں گی اور علی المرتضیٰؓ بیرون خانہ کے فرائض بجالائیں گے۔

..... قضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ابنتہ فاطمہ

بخدمۃ البیت وقضی علی علی (رضی اللہ عنہ) بما کان

خارجاً من البیت من خدمۃ لہ

اور ایک دوسری روایت میں جو حضرت علیؓ سے منقول ہے۔ حضرت علی المرتضیٰؓ اپنی والدہ فاطمہ بنت اسدؓ کی خدمت میں ذکر کرتے ہیں کہ فاطمہؓ کے لئے بیرون خانہ کام کاج کی ضروریات میں پوری کروں گا۔ اور گھر کے اندر کے کام میں فاطمہؓ تمہارے لئے کفایت کریں گی۔ آٹا پسینا۔ آٹا گوندھنا۔ اور روٹی پکانا وغیرہ۔ ۱۷

عنوان بالا کے تحت حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کے حق میں شیعہ علماء نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے کہ اندرون خانہ کام کاج حضرت فاطمہؓ سرانجام دیتی تھیں اور باہر کے کام حضرت علیؓ سرانجام دیتے تھے۔ ۱۸

حلیۃ الاولیاء للحافظ ابی نعیم اصفہانی ص ۱۴۲ } ۱
تحت ۳۳۲۔ (ضمیرۃ بن حبیب)

سیر اعلام النبلاء للذہبی ص ۹۱ } ۲
تحت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الاصابہ لابن حجر ص ۳۹۸ جلد رابع } ۳
تحت فاطمہ بنت اسد (والدہ محترمہ حضرت علیؓ)

۱۷۔ کتاب الامالی للشیخ الطوسی ص ۲۴۲۔ تحت مجلس یوم الحجۃ الثالث والعشرون من ص ۲۴۲

خانگی امور کے لئے ایک خادم کا مطالبہ

جب حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے زوج محترم کے ساتھ الگ رہنے لگیں تو خانگی کام کاج خود سرانجام دیتی تھیں۔ جیسا کہ گذشتہ سطور میں ذکر ہو چکا۔ اسلام کا ابتدائی دور تھا بعض دفعہ غلام اور لونڈیاں فتوحات میں آتی تھیں اور مسلمانوں میں تقسیم ہوتی تھیں۔ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ غلام آئے تو اس موقع پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہؑ سے بطور مشورہ کہا کہ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر ایک خادم کا مطالبہ کریں جو خانگی کام کاج میں آپ کا کفیل ہو سکے اور آپ اس زحمت سے بچ جائیں۔

اس بنا پر حضرت فاطمہؑ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں لیکن کچھ اور لوگ بیٹھے ہوئے تھے جن سے آپ مصروف گفتگو تھے۔ تو جناب سیدہ فاطمہؑ وہاں سے واپس لوٹ آئیں اور اس وقت کچھ عرض نہ کر سکیں۔ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دوسرے وقت میں حضرت فاطمہؑ کے گھر خود تشریف لائے۔ وہاں حضرت علیؑ بھی موجود تھے تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے فاطمہؑ! آپ میرے پاس آئی تھیں۔ آپ اس وقت کیا کہنا چاہتی تھیں؟ تو حضرت فاطمہؑ حیا کی بنا پر خاموش رہیں۔ حضرت علیؑ عرض کرنے لگے یا رسول اللہ! میں عرض کرتا ہوں۔ فاطمہؑ گھر کا کام کاج خود کرتی ہیں۔ چکی پیستی ہیں تو ہاتھوں میں چھالے پڑ جاتے ہیں۔ پانی لانے لانے کے لئے مشکیزہ خود اٹھاتی ہیں جس کی وجہ سے جسم پر نشان پڑ گئے ہیں۔ آنجناب کی خدمت میں کچھ خدام آئے تو میں نے ان سے کہا تھا کہ جناب کی خدمت سے ایک خادم طلب کریں تاکہ آپ مشقت اٹھانے سے بچ جائیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ اے بیٹی! تجھے اپنے فرائض خود ادا

کرنے چاہئیں اور اپنے خانگی کام خود سرانجام دینے چاہیں میں تمہیں وظیفہ بتلاتا ہوں جس وقت رات کو آپ آرام کرنے لگیں تو اسے پڑھ لیا کریں۔ ۳۳ بار سبحان اللہ ۳۳۔ بار الحمد للہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر۔ یہ سو عدد کلمات ہیں۔ یہ تمہارے لئے خادم سے بہتر ہیں“ تو حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا کہ میں اللہ اور اس کے رسولؐ سے راضی ہوں۔“

روایت ہذا کا مضمون اپنی اپنی عبارات میں متعدد علماء نے ذکر کیا ہے مقامات ذیل میں ملاحظہ فرمائیں لہ

ان واقعات سے خواتین کے لئے درس عبرت ملتا ہے کہ اسلام میں جن گھرانوں کا مقام بہت بلند ہے ان مخدرات طہیات نے نہایت سادگی سے گزر کیا خانگی امور اپنے ہاتھوں سے بجالائیں اور اجر و ثواب کی مستحق ہوئیں۔ آنے والی امتوں کے لئے گویا انہوں نے نمونے قائم کر دیئے۔

۱۔ ابوداؤد شریف ص ۶۴ کتاب الخراج باب بیان مواضع قسم الخمس و سهم ذوی القربیٰ - طبع دہلی۔

۲۔ بخاری شریف ص ۴۳۹ جلد اول باب الدلیل علی ان الخمس للنواصب۔

۳۔ بخاری شریف ص ۸۰۸ جلد ثانی باب عمل المرأة فی بیت زوجها

۴۔ مسند ابواؤد الطیالسی ص ۱۶ ج ۱- اول احادیث علی ابن ابی طالبؓ

۵۔ مسند احمد ص ۱۳۶ - ۱۳۷ - ۱۵۳ تحت مسند علیؓ جلد - اول

خاتونِ جنت کی درویشانہ زندگی اور کوتاہ لباس

اسی طرح آپ کی زہدانہ زندگی کے احوال مصنفین نے اپنی تصانیف میں ذکر کئے ہیں۔

حضرت سیدہ فاطمہؓ کے لباس سے متعلق ایک واقعہ حضرت انسؓ نے ذکر کیا ہے کہ :-

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کو ایک غلام عنایت فرمایا۔ غلام ساتھ تھا۔ سیدہ فاطمہؓ کے گھر میں آنجناب تشریف لائے اتفاق سے حضرت فاطمہؓ ایک مختصر سا دوپٹہ زیب تن کئے ہوئے تھیں وہ اتنا کوتاہ اور مختصر تھا کہ اگر اس سے سر مبارک کو پوشیدہ کرتیں تو پاؤں نہیں چھپتے تھے اور اگر پاؤں ڈھانپتیں تو سر کھلا رہ جاتا تھا۔ یہ حالت ملاحظہ فرما کر آنجنابؓ نے فاطمہؓ کو ارشاد فرمایا کہ کوئی حرج نہیں ہے (یعنی زیادہ تشر کی حاجت نہیں) ایک تیرے والد ہیں اور ایک تیرا غلام ہے۔

واقعہ ہذا سنن ابی داؤد میں بعبارت ذیل موجود ہے۔

..... عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتی فاطمۃ بعد قد وہبہ لہا قال وعلی فاطمۃ ثوب اذا قنعت بہ سر أسہا لہر یبلغ سر جلیہا واذا غطت بہ رجلیہا لہر یبلغ سر أسہا۔ فلما رأى النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما تلقی

قال انه ليس عليك لباس انما هو ابوك وغلامك" لہ
یہاں سے واضح ہے کہ حضرت فاطمہؑ کا لباس گھر میں بقدر ضرورت میسر تھا۔
لباس میں کوئی تکلف نہ تھا۔ جو میسر ہوتا وہی زیب تن کر لیا کرتی تھیں۔
دوسرا معلوم ہوا محارم کے سامنے مختصر سے لباس کے ساتھ اگر عورت آجائے تو
جائز ہے اور اندرون خانہ اس طرح صورت پیش آئے تو کوئی حرج نہیں۔
یہاں یہ ذکر کر دینا نیز مناسب ہے کہ حضرت فاطمہؑ کے مطالبہ پر پہلے آنجنابؐ
نے خادم عطا فرمانے کی نفی کر دی تھی وہ بالکل ابتدائی دور اسلام تھا بعد میں کچھ بہتر حالات
ہونے پر حضرت فاطمہؑ کو آنجنابؐ نے ایک غلام عطا فرما دیا تھا۔ اس بنا پر روایات میں
تفاوت و تعارض نہیں۔ اور نہ ہی ان دونوں واقعات میں کوئی اشکال ہے۔

غزوہ اُحد میں خدمات

غزوہ اُحد اسلام کے مشہور غزوات میں سے ایک ہے۔ کفار کی طرف سے اہل اسلام
پر ایک زبردست حملہ تھا۔ جس میں مسلمان مجاہدین نے بڑے مجاہدانہ کارنامے سر انجام دیے
اور اس کے سخت ترین مراحل میں مسلمان خواتین نے بھی بڑی خدمات سر انجام دیں۔ چنانچہ
ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اور ام سیدہؓ و دیگر خواتین اسلام نے مجاہدین کو مدد پہنچانے
میں بڑا کردار ادا کیا۔ اسی غزوہ میں حبیب بنی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک کو زخم
پہنچے تو حضرت علیؓ پانی لائے اور حضرت فاطمہؑ آنجنابؐ کے زخموں کو صاف کرنے

لگیں۔ جب خون نہیں رکا تو حضرت فاطمہؑ نے ایک چٹائی کے ٹکڑے کو جلا کر اس کی راکھ زخم پر ڈال دی تو خون رک گیا..... الخ

..... کانت فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم
تغسله وعلى يسكب الماء باليمين. فلما سأت فاطمة ان
الماء لا يزيده الدم الا كثرة - اخذت قطعة من حصير
فاحرقتها والصقتها فاستمسك الدم..... الخ

میت والوں کی تعزیت کرنا

عبداللہ ابن عمر و ابن العاص (رضی اللہ عنہم) آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں یہ ذکر کرتے ہیں کہ ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی میت میں ہم ایک میت کو دفن کرنے کے لئے گئے جب ہم دفن سے فارغ ہوئے اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہوئے تو ہم آپ کے ساتھ تھے۔ جب آپ گھر کے قریب پہنچے تو سامنے سے ایک عورت آ رہی تھی وہ آپ کی صاحبزادی فاطمہؑ تھیں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ آپ اپنے گھر سے باہر کس کام کے لئے گئی تھیں؟ انھوں نے عرض کیا کہ فلاں گھر والوں کی ایک فوتیدگی ہو گئی ہے اس کی تعزیت کے لئے میں ان کے ہاں گئی تھی اور تعزیت کی ہے اور ان کے میت کے حق میں کلماتِ ترحم ادا کئے ہیں۔

..... فقال لها رسول الله صلى الله عليه وسلم ما اخرجك يا

فاطمة من بيتك؟ قالت اتيت يا رسول الله اهل هذا البيت فرحمت
اليهم ميتهم او عزيتهم حبه الخ

معلوم ہوا کہ اہل میت کے ہاں جا کر تعزیت کرنا اور میت کے لئے دعائیہ
کلمات کہنا جائز ہے۔ اس طریقہ سے میت والوں کی خاطر داری ہو جاتی ہے اور تسکین خاطر
کی صورت پیدا ہوتی ہے۔ اور معاشرہ میں باہمی تعلقات بہتر رہتے ہیں جو اجر و ثواب کے
حصول کا باعث بنتے ہیں۔

قربانی کے موقع پر حاضری

ابوسعید الخدریؓ ایک صحابی ہیں ان سے مروی ہے کہ قربانی کرنے کا موقع تھا اس
موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی فاطمہؓ کو فرمایا کہ تم اپنی قربانی کے فزع کے
وقت اس کے پاس کھڑی رہو اور اس کو دیکھو ساتھ ہی فرمایا کہ قربانی کے خون کے ہر قطرہ
کے بدلے تمہارے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ تو اس وقت حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا کہ
یا رسول اللہ! کیا یہ مسئلہ صرف ہمارے لئے خاص ہے؟ یا ہمارے لئے اور تمام
مسلمانوں کے لئے ہے؟ تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلکہ ہمارے لئے اور
تمام مسلمانوں کے لئے ہے۔

عن ابی سعیدؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا

فاطمة قومی الی اضحیتک فاشہد یها فان لك بكل قطرة

تقطر من دمها ان يغفر لك ما سلف من ذنوبك، قالت يا رسول الله اننا خاصة اهل البيت؛ اولنا والمسلمين؛ قال بل لنا والمسلمين؛^۱ قرآنی کے موقع پر موجود ہونا ایک مستقل ثواب کی چیز ہے جذبہ اخلاص کے ساتھ یہ منتظر دیکھنا موجب اجر و ثواب ہے اور مسلمان کے گناہوں کے معاف ہونے کا ذریعہ ہے۔ یہ چیزیں روایت ہذا سے ثابت ہوتی ہیں۔

آنجناب کے غسل کے وقت پردہ کرنا

سیرت اور حدیث کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جس روز مکہ فتح ہوا یعنی ۸۰ھ میں، ام ہانی بنت ابی طالب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں آنجناب اس وقت غسل فرما رہے تھے چاشت کا وقت تھا اور آپ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ ایک کپڑے کے ساتھ آنجناب کے لئے پردہ بنائے ہوئے تھیں۔ میں نے جب کہ سلام عرض کیا تو آنجناب نے دریافت فرمایا: یہ کون آئی ہے؟ ام ہانی نے کہا کہ میں ام ہانی حاضر ہوئی ہوں اس کے بعد جب آپ غسل سے فارغ ہوئے تو آپ نے آٹھ رکعت نماز ادا فرمائی..... الخ

..... ام ہانی بنت ابی طالب تحدث انھا ذهبت الى رسول الله صلى الله عليه وسلم عام الفتح فوجدته يغتسل وفاطمة بنته تستره بثوب قالت فسلمت عليه وذلك ضحى قال رسول الله

الفتح الرباني (ترتيب مستدام) ص ۵۹ ج ۱۳
 ۱۔ تحت باب ما جاء في الاصححة والحث عليها..... الخ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ هَذِهِ فَقُلْتُ أَنَا أَمْرَاهَانِي قَالَتْ فَلَمَّا فَرَغَ
مِنْ غَسَلِهِ قَامَ فَصَلَّى ثَمَانِ رَكَعَاتٍ..... الخ

قربانی کے گوشت کی اباحت

ام سلیمانؑ کہتی ہیں کہ میں ایک دفعہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس حاضر ہوئی قربانی کے گوشت کے متعلق میں نے ایک مسئلہ دریافت کیا تو حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے قربانی کا گوشت بچا رکھنے سے منع فرمایا تھا مگر بعد میں اس کے بچا رکھنے کی اجازت دے دی۔ واقعہ اس طرح پیش آیا کہ حضرت علی المرتضیٰؑ کسی سفر سے گھر تشریف لائے۔ حضرت فاطمہ الزہراءؑ نے قربانی کا پکا ہوا گوشت پیش کیا تو حضرت علیؑ کہنے لگے کہ اس کے کھانے سے کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع نہیں فرمایا تھا؟ اس کے بعد حضرت علیؑ نے یہی مسئلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے

السنن للدارمی ص ۱۷۱ مطبع نظامی کان پور } ۱
باب الصلوۃ الصبحی۔

السیرۃ النبویہ لابن ہشام ص ۲۱۱ } ۲
تحت ذکر الاسباب الموجبۃ المسیر الی مکہ و ذکر فتح مکہ۔
مشکوٰۃ شریف ص ۳۴ طبع دہلی۔

باب الامان الفصل الاول بحوالہ بخاری و مسلم شریف۔ } ۳

البدایۃ لابن کثیر ص ۳۱ جلد رابع } ۴
تحت حالات دخوله علیہ السلام (فتح مکہ)

خود دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ قربانی کا گوشت سال بھر کھایا جاسکتا ہے“ لہ
یہ روایت قبل ازیں کتاب ”رحماء بینہم“ حصہ صدیقی ص ۱ میں ذکر کی
جا چکی ہے وہاں حضرت عائشہؓ اور حضرت فاطمہؓ کے باہمی اعتماد و اعتبار بتلانے کے لئے
پیش کی گئی ہے۔

مسجد میں دخول اور خروج کے وقت درود اور دعا پڑھنے کی سنت حضرت فاطمہؓ کی روایت سے

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے آپ فرماتی ہیں جب نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوتے تو یہ کلمات پڑھتے :

”صلی علی محمد وسلم و قال اللہم اغفر لی ذنوبی
وافتح لی ابواب رحمتک“

”یعنی نبی کریمؐ پر درود اور سلام ہو۔ اے اللہ! میرے گناہ معاف فرما
دے اور اپنی رحمت کے دروازے میرے لئے کھول دے“
اور جب آنجنابؐ مسجد سے باہر تشریف لاتے تو یہ کلمات فرماتے :-
”صلی علی محمد وسلم۔ ثم قال اللہم اغفر لی ذنوبی
وافتح لی ابواب فضلك“

”یعنی نبی کریمؐ پر درود اور سلام ہو۔ اے اللہ! میرے گناہ معاف فرما دے
اور اپنے فضل کے دروازے میرے لئے کھول دے“ لہ

۱۔ مسند احمد ص ۲۸۲
۶-ج
تحت احادیث فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
۲۔ مسند احمد ج ۲۸۲ تحت منہات فاطمہ،

اس روایت سے مسجد میں داخل ہوتے وقت اور اس سے نکلنے وقت درود شریف پڑھنا اور کلمات دعائیہ سے دخول مسجد اور خروج مسجد کے آداب اور اس وقت کا درود کہنا ثابت ہوا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی ذات اقدس پر خود درود بھیجنا بھی یہاں اس روایت سے ثابت ہوتا ہے۔

حضرت فاطمہؓ پر شفقت فرمانا

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ حضرت فاطمہؓ جب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائیں تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم (ان کی رعایت خاطر کیلئے) کھڑے ہو جاتے تھے اور پیار کرنے کے لئے ہاتھ پکڑ لیتے اور بوسہ دیتے اور اپنے بیٹھنے کے مقام پر بٹھا لیتے تھے۔

اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہؓ کے ہاں تشریف لے جاتے تو احتراماً حضرت فاطمہؓ کھڑی ہو جاتیں آپ کے دست مبارک کو چوم لیتیں اور اپنی نشست پر بٹھا لیتی تھیں۔

روایت مندرجہ بالا سے واضح ہوتا ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صاحبزادی کو پر نہایت شفقت فرماتے تھے اور ان سے بہت محبت کرتے تھے اور ان کی دلداری اور پاس خاطر کے لئے ان کے ساتھ بہت مہربانی فرماتے۔

نقش و نگار سے اجتناب

دنیا کی زیب و زینت نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پسند نہیں فرماتے تھے اور آنجناب کے گھروں میں کسی قسم کے ٹھاٹھ باٹھ کی چیزیں نہیں ہوتی تھیں اور آنجناب اپنی اولاد شریف کے متعلق بھی دنیاوی زیب و زینت کو پسند نہ فرماتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ سیدہ فاطمہؓ نے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کو طعام کی دعوت دی اور آپ تشریف لائے سیدہ فاطمہؓ نے گھر میں ایک منقش پردہ لٹکا رکھا تھا جس پر کئی قسم کی تصویریں اور نقوش وغیرہ بنے ہوئے تھے۔ آپ دروازے پر کھڑے ہو گئے اور اندر تشریف نہیں لائے اور یہ منظر دیکھ کر آنجناب واپس ہوئے سیدہ فاطمہؓ کہتی ہیں کہ میں آنجناب کے پیچھے پیچھے چل پڑی اور عرض کی یا رسول اللہ! آپ کس وجہ سے واپس تشریف لے جا رہے ہیں تو آنجناب نے فرمایا کہ پیغمبر کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ ایسے مکان میں داخل ہو جو مزین اور منقش بنایا گیا ہو۔

..... "عن سفينة ان سراجا صاف على ابن ابى طالب ف صنع له طعاما فقالت فاطمة لودعونا رسول الله صلى الله عليه وسلم فاكل معنا فدعوه فجاء فوضع يديه على عضادتي الباب فرأى القرام قد ضربنا حية البيت فرجع قالت فاطمة فتبعته فقلت يا رسول الله ما رذك قال انه ليس لي اولئى ان يدخل بيتا مزوفاً - رواه احمد وابن ماجه - " له

مشکوٰۃ شریف ص ۲۷۸ الفصل الثانی
 له } باب الولیمة -

واقعہ ہذا سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں دنیوی زیب و زینت کی کوئی وقعت نہیں بلکہ اس سے نفرت تھی۔ نیز یہ معلوم ہوا کہ جس مقام میں کوئی غیر شرعی امر پایا جائے وہاں کی دعوت میں شامل ہونا ٹھیک نہیں ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے محبت رکھنے کی ترغیب

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ دیگر ازواج مطہرات نے حضرت فاطمہؓ کو ایک کام کے لئے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بھیجا۔ آنجناب حضرت عائشہ صدیقہؓ کے گھر میں تشریف فرما تھے تو اس کام کے متعلق گفتگو ہوئی۔ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا:-

اے بنیۃ الست تحبین ما احب قالت بلی قال فاحبی لہذا

”یعنی اے میری بیٹی جس کو میں محبوب رکھتا ہوں کیا تو اسے محبوب نہیں رکھتی؟ تو حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا کیوں نہیں! میں محبوب رکھتی ہوں۔ تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عائشہؓ کے ساتھ محبت رکھنا۔“

یہاں سے معلوم ہوتا ہے حضرت فاطمہؓ حضرت عائشہؓ کا احترام ام المؤمنین ہونے کی بنا پر لازماً کرتی تھیں اور اس کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تاکید کر رکھی تھی۔ ارشاد نبوی ہوا کہ عائشہؓ کے ساتھ محبت اور عمدہ سلوک قائم رکھنا۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام جس کو محبوب جانیں اس کو محبوب ہی رکھنا چاہئے۔

۱۔ مسلم شریف ص ۲۸۵ باب فضائل عائشہؓ

۲۔ السنن للنسائی ص ۲۸ کتاب عشرة النساء

۳۔ منہاجی علی المصلى صفحہ ۴۷۱ جلد رابع روایت ۴۷۳۴ تحت منہات عائشہ صدیقہؓ طبع جدید۔

یہ روایت اپنی تفصیل کے ساتھ ”رحماء بینہم“ حصہ صدیقی ص ۶۸ میں بھی آ

چکی ہے۔

شکر رنجی کا ایک واقعہ

فتح مکہ کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ابو جہل کی لڑکی (جویریہ) کے ساتھ نکاح کا ارادہ کیا اس بات کی اطلاع حضرت فاطمہؓ کو بھی ہو گئی آپؓ سخت رنجیدہ خاطر اور ناراض ہو کر اپنے والد شریف نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور تمام ماجرا عرض کیا۔ یہ واقعہ سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں میں ایک مستقل خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ فاطمہؓ میرے جسم کا ٹکڑا ہے (ان کو ایذا پہنچانا گویا مجھے ایذا پہنچانا ہے) اور فرمایا کہ مجھے خوف ہے کہ فاطمہؓ (غیرت کی وجہ سے) اپنے دین کے معاملہ میں فتنہ میں مبتلا نہ ہو۔ اور جو چیز فاطمہؓ کو بُری لگے وہ ناپسند ہے۔ اور پھر بنی عبد شمس میں سے اپنے داماد (ابو العاصؓ) کا ذکر فرمایا کہ میں نے ان کو اپنی دختر نکاح کر کے دی تھی اس نے میرے ساتھ جو بات کی وہ سچی کر دکھائی اور جو وعدہ کیا اسے پورا کیا۔ اور فرمایا کہ میں اپنی طرف سے حلال کو حرام نہیں کرتا اور نہ کسی حرام کو حلال کرتا ہوں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی قسم! اللہ کے رسولؐ کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک شخص کے نکاح میں جمع نہ ہوں گی یہ روایت کرنے والے مسور بن مخزومؓ ذکر کرتے ہیں کہ جب ناراضگی کی یہ صورت پیدا ہو گئی تو حضرت علیؓ نے ابو جہل کی بیٹی (جویریہ) سے نکاح کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔

..... ان علی بن ابی طالب خطب بنت ابی جہل علی فاطمة

فسمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخطب الناس فی

ذلک علی منبرہ۔ ہذا وانا (مسور بن مخزوم) یومئذ لمحتلم

فقال ان فاطمة منى وانا اتخوف ان تفتن في دينها ثم
ذكر صهره من بنى عبد شمس فاثني عليه في
مصاهرته اياه قال حدثني فصدقني وعدني فوفى
لي واني لست احرم حلالاً ولا احل حراماً ولكن الله
لا تجمع بنت رسول الله وبنت عدو الله ابداً

ان الفاظ کے بعد ایک دوسری روایت میں مزید الفاظ یہ ہیں کہ :-

عند راجل واحد فترك على خطبة " لہ

واقعہ ہذا بخاری شریف کے کئی دیگر مقامات میں بھی مذکور ہے مثلاً ص ۴۸۷ ج ۱

ذب الرجل عن ابنته في الغيرة والانصاف میں مذکور ہے۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ بنی ہشام بن مغیرہ نے اس چیز کی مجھ سے اجازت طلب کی ہے کہ وہ اپنی لڑکی علی
بن ابی طالب کو نکاح کر دیں تو میں نے بالکل اجازت نہیں دی۔ یہ الفاظ بار بار فرمائے
حضرت فاطمہؓ اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کے اندیشہ سے حضرت علیؓ
اس اقدام سے رک گئے۔ آپس میں صلح و مصالحت ہوئی اور معاملہ فرو ہو گیا۔

اس مقام میں ایک بات قابل وضاحت ہے اس کو انشاء اللہ تعالیٰ از الہ شہادت
میں ذکر کیا جائے گا۔

ملحوظ رہے کہ زوجین (حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ) کے درمیان متعدد دفعہ کشیدگی

بخاری شریف ص ۴۳۸ تحت باب ما ذکر من دمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم
وعصاه وسيفه..... الخ } لہ

بخاری شریف ص ۵۲۸ تحت باب ذکر اصهار النبی صلی اللہ علیہ وسلم
منهم ابوالعاص بن الربیع } ۲

کی نوبت آتی رہی بعض دفعہ سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے اور زوجین کے درمیان صلح و آشتی کی صورت پیدا فرما دیتے تھے۔

اس نوع کے واقعات فریقین (سنی و شیعہ) کی کتابوں میں دستیاب ہیں۔ اور یہ ازدواجی زندگی کا لازمہ ہے کہ اس طرح کے معاملات آپس میں پیش آتے رہتے ہیں۔ ایک اور دفعہ بھی اسی طرح باہم رنجیدگی ہوئی حضرت علیؑ نے کچھ قدرے سختی کی اور حضرت فاطمہؑ شکوہ لے کر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں تو آنجنابؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے بیٹی! تم کو اپنے خاوند کی اطاعت و فرماں برداری کرنی چاہیے اور یہ سمجھ لے کہ ایسی کونسی عورت ہے کہ جس کے پاس اپنا شوہر خاموشی سے چلا آتے؟؟ یعنی اس کو تنبیہ وغیرہ کا حق ہوتا ہے۔“ لے

عمل صالح کی تاکید

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الوفا میں آنجنابؐ نے متعدد وصایا اور فرامین ذکر فرمائے اور ان پر عمل کرنے کی اُمت کو بڑی تاکید فرمائی تھی ان ہدایات کو وصایا نبویؐ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ محدثین اور اہل سیرت نے ان کو اپنے مقام میں ذکر کیا ہے یہاں ماقبل کے مصنفوں کی مناسبت سے اس مقام میں صرف حضرت فاطمہؑ اور حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب کو جو وصیت فرمائی تھی اسے بیان کیا جاتا ہے۔

آنجنابؐ نے دیگر چیزوں کے ساتھ ان دونوں (حضرت فاطمہؑ اور حضرت صفیہؑ)

لے ۱۔ طبقات ابن سعد ص ۱۶ تذکرہ فاطمہؑ

۲۔ الاصابہ ص ۳۹۸ تذکرہ فاطمہؑ

کو عمل صالح کی تاکید فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

..... یا فاطمہ بنت رسول اللہ یا صفیہ عمة رسول اللہ!

اعملوا۔ لما عند الله انی لا اغنی عنکم من الله شیئاً... الخ

یعنی اے فاطمہؓ اور اے صفیہؓ! اللہ تعالیٰ کے ہاں جو محاسبہ ہوگا۔ اس کی خاطر تم دونوں عمل کی تیاری کریں۔ میں تم کو اللہ تعالیٰ کے ہاں حساب میں نفع نہیں دوں گا... الخ
اس وصیت کا ہر ایک کی عملی زندگی کے ساتھ خصوصی تعلق ہے آنحضرتؐ بتلا رہے ہیں کہ:-

۱۔ محاسبہ شرعی ہر ایک سے ہوگا۔

۲۔ ہر مومن مرد اور ہر مومن عورت کے لئے ایمان کے بعد عمل کی تیاری لازم ہے۔

۳۔ حسب و نسب پر اعتماد کر کے اعمال صالحہ میں کوتاہی کرنا جائز نہیں ہے۔

باقی قیامت میں شفاعت کا مسئلہ وہ مستقل چیز ہے اور وہ اپنے مقام پر صحیح ہے وہ باذن اللہ ہوگی۔ اس فرمان سے شفاعت کی نفی ہرگز مقصد نہیں ہے۔

رازدارانہ گفتگو

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری ایام میں ایک واقعہ پیش آیا تھا جس کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ذکر کیا ہے کہ ایک دفعہ سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف فرما تھے اور ہم آپ کے پاس موجود تھیں حضرت فاطمہؓ تشریف لائیں اور اس وقت

طبقات ابن سعد ج ۲۶ قسم ثانی

۱۔ ذکر ما اوصاء به رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مرضہ الذی مات فیہ

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے صرف ایک حضرت فاطمہؑ ہی زندہ موجود تھیں ان کی باقی تمام اولاد قبل ازیں فوت ہو چکی تھی۔

حضرت فاطمہؑ کا انداز رفتار اپنے والد شریف کی رفتار کے موافق تھا جس وقت آنجناب نے حضرت فاطمہؑ کو دیکھا تو مرحبا فرمایا اور اسے اپنے پاس بٹھالیا۔ پھر ان کے ساتھ آنجناب نے سرگوشی فرمائی تو آپؑ بے ساختہ رونے لگیں جب آنحضرتؑ نے ان کی ٹمگینی دیکھی تو دوبارہ سرگوشی فرمائی۔ اس دفعہ حضرت فاطمہؑ ہنسنے لگیں۔

جب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس مجلس سے تشریف لے گئے تو حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت فاطمہؑ سے وہ بات دریافت کی جس کے متعلق سرگوشی ہوئی تھی۔ تو حضرت فاطمہؑ کہنے لگیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رازدارانہ بات کو میں افشاء اور اظہار کرنا نہیں چاہتی۔

اس کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا تو میں نے حضرت فاطمہؑ کو اس حق کی قسم دلا کر بات کی جو میرا ان پر ہے کہ آپ مجھے ضرور خبر دیں تو اس وقت حضرت فاطمہؑ نے کہا کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی مرتبہ میرے ساتھ سرگوشی فرمائی تو آنجناب نے فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام ہر سال ایک دفعہ آکر قرآن مجید میں معارفہ کرتے یعنی مجھے قرآن مجید سناتے اور مجھ سے سنتے اور اس سال دوبار مجھے انہوں نے قرآن مجید سنا اور سنایا ہے۔ میں اس سے یہی خیال کرتا ہوں کہ میری وفات قریب آگئی ہے۔ اے فاطمہؑ! اللہ سے خوف کھانا اور صبر اختیار کرنا۔ میں تیرے لئے بہترین پیش رو ہوں گا۔ پس میں یہ سن کر رونے لگی۔ جب آنجناب نے میری گھبراہٹ اور پریشانی دیکھی تو آنجناب نے دوبارہ سرگوشی فرما کر مجھے فرمایا کہ اے فاطمہؑ! تم اس بات کو پسند نہیں کرتی کہ تم اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہو یا مومنوں کی عورتوں کی سردار ہو۔ اور بعض روایات میں آتا ہے کہ آنجناب نے مجھے خبر دی کہ اسی مرض میں اللہ تعالیٰ

کی طرف رحلت کر جاؤں گا پس میں گریہ کرنے لگی پھر آپ نے سرگوشی فرمائی اور فرمایا کہ اے فاطمہ! تم میرے اہل بیت میں سے پہلی شخصیت ہو جو میرے پیچھے آئے گی یہ سنکر میں خنداں ہوتی۔ (متفق علیہ)

ناظرین کرام کو معلوم ہونا چاہیے کہ:-

یہ واقعہ آخری ایام نبوتی کا ہے۔ اس کے بعد جلد ہی آنجناب کا وصال ہو گیا تھا۔ حضرت فاطمہؑ کی فضیلت و بزرگی جس روایت سے ثابت ہوتی ہے وہ حضرت عائشہ صدیقہؓ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے مروی ہے اور آپ کے ذریعے ہی امت کو معلوم ہوئی ہے حضرت ام المؤمنینؓ اسے پوری کوشش کے ساتھ حضرت فاطمہؑ سے دریافت کر کے اس بات کو منظر عام پر لاتی ہیں۔

نیز ان پاک دامن طیبات مخدرات کے باہم تعلقات اور ایک دوسرے کے ساتھ روابط آخر ایام تک عمدہ طریق سے قائم تھے۔ ان کی باہمی آمد و رفت ہوتی تھی۔ ایک دوسرے کا لحاظ اور احترام ان میں موجود تھا۔

میراث فدک وغیرہ کے مسائل نے ان حضرات کے درمیان کوئی انقباض نہیں پیدا کیا اور نہ ہی ان کے قلوب صافیہ اس وجہ سے مکدر ہوئے۔

انتقال نبویؐ پر سیدہ فاطمہؑ کا اظہارِ غم

گذشتہ واقعہ میں بات ذکر کر دی گئی تھی کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کی

حالت میں مذکورہ کلام حضرت فاطمہؓ کے ساتھ ہوئی تھی یہ آخری ایام تھے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر بیماری کا غلبہ تھا جب مرض شدت اختیار کر گیا تو حضرت فاطمہؓ پریشانی کے عالم میں کہنے لگیں کہ واکرب اباہ (افسوس! ہمارے والد صاحب کی تکلیف) اس وقت آنجنابؐ نے فرمایا کہ ”آج کے بعد تیرے والد پر کوئی تکلیف نہیں۔“

پھر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا ارتحال ہو گیا اور آپؐ دارِ فانی سے دارِ باقی کی طرف انتقال فرما گئے۔ (اللہم صلی علی محمد وعلی آل محمد وبارک وسلم)

آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال اُمت کے لئے مصیبتِ عظمیٰ تھی اور اس چیز کا رنج و الم تمام اہل اسلام کے لئے ناقابلِ برداشت صدمہ تھا۔ آنجنابؐ کے ازواجِ مطہراتؓ تمام اقرباء اور تمام صحابہ کرامؓ پر دہشت اور پریشانی کی کیفیت طاری تھی جس کی تفصیلات حدیث اور سیرت کی کتابوں میں بڑی وضاحت سے درج ہیں۔

ہم اس مقام میں صرف حضرت فاطمہؓ کے متعلقات ذکر کر رہے ہیں۔ اس بنا پر باقی حضرات کے ہم و غم کی کیفیات، شدیدہ یہاں ذکر نہیں کی گئیں۔

آنجنابؐ کے وصال ہو جانے کے بعد اظہارِ تأسف کے طور پر حضرت فاطمہؓ فرماتی تھیں کہ ”اے باپ! آپؐ نے اپنے ربؐ کی دعوت قبول کی۔ اے باپ! جنت الفردوس آپؐ کا ٹھکانہ ہوگا۔ اے باپ! ہم جبرائیلؑ کو آپؐ کے انتقال کی خبر دیتے ہیں۔“

اس کے بعد آنجنابؐ کے کفن و دفن اور جنازہ کے مراحل گزرے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارکہ میں آنجنابؐ دفن ہوئے آپؐ کے دفن کے بعد حضرات صحابہ واپس ہوئے خادم نبویؐ انس بن مالکؓ سے حضرت فاطمہؓ دریافت فرمانے لگیں اور ازراہِ تحسر و افسوس سوال کیا کہ:

یا انس! اطابت انفسکم ان تحثوا علی رسول اللہ صلی اللہ

عليه وسلم التراب ! (سراواة البغاري)

یعنی اسے انس! آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک پر مٹی ڈالنا تم لوگوں کو کس طرح اچھا معلوم ہوا۔؟ اور کس طرح تم نے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم پر مٹی ڈالنا گوارہ کر لیا۔
(اَنَا لَللّٰهِ وَاَنَا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت سیدہ فاطمہؓ کو وصیت

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری اوقات میں حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کو متعدد وصایا فرمائی تھیں۔ ان میں سے ایک خصوصی وصیت ”ما تم سے منع کرنے کے متعلق تھی کہ میرے وصال پر کسی قسم کا مروجہ ماتم نہ کیا جائے۔

چنانچہ اس وصیت نبویؐ کو شیعہ کے متعدد اکابر علماء نے اپنی اپنی سند کے ساتھ اپنے ائمہ کرام سے نقل کیا ہے۔ سطور ذیل میں اس پر چند حوالہ جات ان کی معتبر تصانیف کے درج کئے جاتے ہیں۔ بغور ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ محمد ابن یعقوب کلینی رازی نے امام محمدؒ باقرؒ سے فرمان نبویؐ نقل کیا ہے کہ
”ان رسول الله صلى الله عليه واله قال لفاطمة

مشکوٰۃ شریف ص ۵۴ الفصل الاول عن انس

باب وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ طبع نور محمدی دہلی

السنن للدارمی ص ۲۳ مطبع نظامی کانپوری

باب وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

عليها السلام اذا انامت فلا تخمشي على وجهها
ولا ترخي على شعرا ولا ولا تنادي بالويل ولا تقیی
على نائحة ۛ

۲۔ اور مشہور فاضل شیخ صدوق نے اپنی تصنیف ”معانی الاخبار“ میں یہی فرمان نبوی ۲
امام محمد باقر سے نقل کیا ہے :-

قال ان رسول الله صلى الله عليه واله قال لفاطمة اذا
انامت فلا تخمشي على وجهها ولا ترخي على شعرا ولا
تنادي بالويل ولا تقیسی على نائحة ۛ

وصیت ہذا کا مفہوم مثلاً باقر مجلسی نے اپنی مشہور تصنیف ”حیات القلوب“
میں ب عبارت ذیل تحریر کیا ہے -

۳۔ ابن بابویہ القمی بسند معتبر از امام محمد باقر ۳ روایت کر وہ است کہ
حضرت رسول در ہنگام وفات خود بحضرت فاطمہ گفت کہ اے فاطمہ!
چوں بمیرم رُوئے خود را برائے من مٹاؤ اور گیسوئے خود را پریشان مکن و
داوید لاگو نہ کر من نوہ مکن و نوہ گراں را مطلب ۛ

فروع کافی ج ۲۲۸ کتاب النکاح باب صفة مبايعة النبي صلى الله
عليه وآله النساء - طبع نول کشور کھنؤ۔

کتاب معانی الاخبار للشيخ الصدوق ۛ
باب ۲۲۵ طبع قدیم۔ ایران

حیات القلوب از ملا باقر مجلسی ج ۸۵۲ باب شصت و سوئم
در وصیت حضرت رسول عليه السلام طبع نول کشور کھنؤ۔

مندرجہ بالا روایات کا مفہوم یہ ہے کہ:-

امام محمد باقر فرماتے ہیں کہ حضرت رسولؐ نے اپنی وفات کے وقت میں حضرت فاطمہؑ کو (بطور وصیت) فرمایا کہ اے فاطمہ! جب میرا انتقال ہو جائے تو میری وجہ سے (میرے غم میں) اپنے چہرہ کو نہ پھیلانا اور اپنے بالوں کو پریشان نہ کرنا اور اوپلا نہ کرنا اور مجھ پر نوحہ اور بین نہ کرنا اور نہ ہی نوحہ کرنے والیوں کو بلانا۔

فائدہ:

اس وصیت میں سردارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے مروجہ ماتم کے جمیع اقسام (چہرہ لوجہ اور پٹنیا، بال کھولنا، اوپلا کرنا، بین کرنا اور نوحہ خوانی کرنا وغیرہ) سے تاکیداً منع فرمایا ہے۔ گویا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وساطت سے تمام امت کو یہ وصیت فرمادی گئی ہے کہ جتنے بھی اہم مصائب مومن کو پیش آئیں ان میں صبر اور استقامت پر رہے۔ اور بے صبری کے ہمہ اقسام سے اجتناب کرے۔

اور اس وصیت نبویؐ کے موافق حضرت علی المرتضیٰ سے مصائب پر صبر کرنے کی وصیت اور جمیع اقسام ماتم سے اجتناب کرنے کی نصیحت منقول ہے۔

نیز سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے میدانِ کربلا میں اپنی گرامی قدر خواہر زینبؑ کو صبر کرنے کی تلقین اور ہر طرح کے ماتم سے منع مروی ہے۔

جناب امام زین العابدینؑ اور باقی ائمہ معصومین سے بھی مروجہ ماتم کی نفی شیوہ کتب

موجود ہے۔

مومنین کرام کو ان وصایا اور ائمہ کے فرامین کو نہیں بھولنا چاہئے۔ اگر اس چیز کی تسلی مطلوب ہو تو اپنی کتب کی طرف رجوع فرمائیں ہم نے اس مسئلہ کو حوالہ جات دیکھ لینے کے بعد درج کیا ہے۔

وصال نبویؐ کے بعد کا دور

جب سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو یہ حضرت فاطمہؑ کے لئے طبعی طور پر ایک مشکل دور تھا۔ حضرت فاطمہؑ کی والدہ ماجدہ حضرت خدیجہ الکبریٰؓ ان کی نو عمری میں ہی فوت ہو چکی تھیں اور بہنیں بھی آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں فوت ہو گئیں۔ اس کے بعد خود آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ان کے لئے ایک عظیم صدمہ تھا۔ اس میں حضرت فاطمہؑ نے بڑے صبر و استقلال سے کام لیا۔ اور آنجنابؐ کے بعد چند ماہ ہی زندہ رہیں جس کی تفصیل آئندہ اوراق میں ذکر ہوگی۔

اس مختصر دور میں چند ایک چیزیں جو حضرت فاطمہؑ الزہراءؑ کے لئے پیش آئیں ان کو ایک ترتیب سے پیش کیا جاتا ہے۔

سیدہ فاطمہؑ کا مالی مطالبہ

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آنجنابؐ کے بلا فصل خلیفہ حضرت ابو بکر صدیقؓ منتخب ہوئے۔ آپ کے خلیفہ منتخب ہونے پر اکابر بنی ہاشم سمیت جمہور صحابہ کرامؓ نے اتفاق کیا اور آپ خلیفہ کے فرائض سرانجام دینے لگے۔ خلیفہ وقت ہی نبیؐ کا نماز مسجد نبویؐ میں پڑھایا کرتے اور مدینہ کے تمام صحابہ کرام بنی ہاشم سمیت ان کی اقتدار میں نماز پڑھتے۔ جمعہ اور دیگر اجتماعات بھی ان کے انتظام کے تحت منعقد ہوتے تھے اور امت کے مسائل اور تنازعات کے فیصلے بھی خلیفہ رسولؐ کے فرمان کے مطابق ہوتے تھے۔

ان ایام میں حضرت فاطمہؑ کی طرف سے مال فتنے کے متعلق ایک مالی حقوق کا

مطالبہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں پیش ہوا۔ فدک کی آمدن اسی مال فتنے میں سے تھی۔ اس مطالبہ میں حضرت فاطمہؓ کا موقف یہ تھا کہ مال فتنے جس سے ہمیں عہد نبویؐ میں حصہ ملنا رہا ہے وہ مال اب ہمیں بطور میراث ملنا چاہئے۔

اس کے جواب میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی طرف توجہ دلائی جس میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

”نحن معاشر الانبياء لا نورث ما تركناه وصداقة“

یعنی آنجنابؐ نے فرمایا کہ ہم انبیاء کی جماعت ہیں۔ ہماری وراثت نہیں چلتی بلکہ جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ (اور اللہ کی راہ میں مسلمانوں کے لئے وقف ہوتا ہے) البتہ مال فتنے سے جو حصہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں آپ حضرات کو دیا جاتا تھا وہ بدستور جاری رہے گا۔

اس مطالبہ پر اس کے تلی بخش جواب مائل ہونے پر سرت فاطمہؓ خاموش ہو گئیں اور پھر پوری زندگي آپؐ نے مطالبہ کو نہیں پیش کیا۔

مسئلہ ہذا کے متعلق آئندہ اوراق میں کچھ مزید وضاحت درج کی جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ، تھوڑی سی انتظار فرمائیں۔

حضرت فاطمہؓ کا حضرت ابوبکرؓ کے ہاں ایک بشارت کی خبر دینا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا تعلق خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ نہایت خوشگوار تھا۔ اور ان حضرات کی باہمی کشیدگی نہیں تھی۔

مذکورہ بالا مطالبہ (مالی میراث) کے بعد حضرت فاطمہؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے

ساتھ کچھ ملال نہیں رکھتی تھیں اس کی تائید میں مندرجہ ذیل واقعہ درج کیا جاتا ہے۔
 چنانچہ ایک بار حضرت فاطمہؓ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ہاں تشریف لے گئیں۔
 وہاں ان دونوں حضرات کی گفتگو ہوئی اسی دوران حضرت فاطمہؓ نے حضرت صدیق اکبرؓ
 کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص بشارت سنائی۔ وہ یہ بھتی کہ حضرت فاطمہؓ فرماتی ہیں کہ:-
 ”نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے حق میں یہ بشارت فرمائی تھی کہ آنجناب
 صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے اہل بیت میں پہلی شخصیت ہوں گی جو
 آپ کے ساتھ لاحق ہوں گی۔“

قال دخلت فاطمة علي أبي بكر فقالت اخبرني رسول الله
 صلى الله وسلم اني اول اهله لحوقاً به ۛ

سیدہ فاطمہؓ کی امامت کے حق میں وصیت

امامت بنت ابی العاص رضی اللہ عنہ حضرت زینب کی صاحبزادی اور
 حضرت فاطمہؓ کی سگی بھانجی تھیں۔ حضرت زینبؓ کے حالات میں اس پر مختصر لکھا
 جا چکا ہے۔

فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے آخری ایام میں حضرت علی المرتضیٰؓ کو امامت
 کے متعلق وصیت فرمائی کہ میرے بعد آپ شادی کرنا چاہیں تو میری بھانجی امامہؓ اور
 نکاح میں لے لیں۔ یہ وصیت متعدد علماء نے ذکر کی ہے۔ ہم یہاں سید اسد الغابہؒ سے

نقل کر رہے ہیں چنانچہ ابن اثیر حنبلی لکھتے ہیں کہ

وَلَمَّا كَبُرَتْ أَمَامَةُ تَزَوَّجَهَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ

عَنْهُ بَعْدَ مَوْتِ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ وَكَانَتْ وَصَّتْ

عَلِيًّا أَنْ يَتَزَوَّجَهَا فَلَمَّا تَوَفَّيَتْ فَاطِمَةَ تَزَوَّجَهَا ۝ ۱۰

یعنی جب امامہؓ جوان ہو گئیں تو ان سے علی بن ابی طالبؓ نے حضرت فاطمہؓ کی وفات کے بعد شادی کی حضرت فاطمہؓ نے حضرت علیؓ کو وصیت کی تھی کہ آپ ان کے ساتھ شادی کر لیں۔ جب حضرت فاطمہؓ کا انتقال ہو گیا تو حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کی وصیت کے مطابق ان سے شادی کی۔

”شیعہ کی جانب سے تائید“

مذکورہ وصیت اور اس پر عمل درآمد کے متعلق شیعہ علماء نے بھی اس کی تائید کی ہے۔ اور باسند کتابوں میں اس وصیت کا اندراج کیا چنانچہ ”فروع کافی“ میں مذکور ہے ۱۔

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ أَوْصَتْ فَاطِمَةُ ابْنَةَ عَلِيٍّ

عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنْ يَتَزَوَّجَ ابْنَتَهُ اخْتِصَامًا مِنْ بَعْدِهَا فَفَعَلَ ۝ ۱۰

یعنی امام محمد باقرؑ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں حضرت علیؓ کو حضرت فاطمہؓ نے

اسد الغابة في معرفة الصحابة ۳/۵۰ } ۱۰
تحت امامة بنت ابی العاص بن الربیع

فروع کافی ۲/۲۴۳ } ۱۰
طبع نول کشور کھنؤ۔ باب النوادر

وصیت کی تھی کہ میری بہن کی بیٹی میرے بعد آپ شادی کر لینا۔ پس حضرت علیؑ نے اس وصیت پر عمل کرتے ہوئے (امامہ بنت ابی العاص بن ربیع سے) شادی کی۔

قبل ازیں شیعہ کتب سے اس مسئلہ پر متعدد حوالے امامہؑ کے حق میں حضرت فاطمہؑ کی وصیت کے عنوان کے تحت حضرت زینبؑ کے حالات میں بھی درج کئے جا چکے ہیں۔ وصیت ہذا کا یہاں مختصر ذکر کر دیا ہے۔

تفصیل مطلوب ہو تو اسی کتاب میں حضرت زینبؑ کے حالات کے تحت اس کو ملاحظہ فرمائیں۔

سیدہ فاطمہؑ کی مرض الوفات اور ان کی تیمارداری

پہلے بھی یہ بات ذکر ہو چکی ہے کہ سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت سیدہ فاطمہؑ نہایت مغموم رہتی تھیں اور یہ ایام انہوں نے صبر و سکون کے ساتھ پورے کیے۔ علماء لکھتے ہیں ان کی عمر مبارک اٹھائیس^{۲۸} یا انتیس^{۲۹} برس کی تھی آپؑ کی اولاد شریف بیٹے اور بیٹیاں صغیر السن تھیں آپؑ کی تیمارداری کے لیے حضرت اسماء بنت عمیس جو خلیفہ اول صدیق اکبرؑ کی زوجہ محترمہ تھیں شریف لائیں اور خدمات سرانجام دیتی تھیں۔

اسماء بنت عمیس وہ خوش بخت خاتون ہیں جو قبل ازیں حضرت جعفر طیارؑ کے نکاح میں رہیں ان سے ان کی اولاد بھی ہوئی تھی مگر جب حضرت جعفر طیارؑ غزوہ موتہ میں شہید ہو گئے تو ان کے بعد ان کا نکاح حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا۔ وصال نبویؐ کے بعد حضرت فاطمہؑ بیمار ہوئیں تو ان کی تیمارداری میں حضرت اسماء بنت عمیس کا خصوصی

حصہ تھا۔ اسماءؓ اس وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ اول کے نکاح میں تھیں آپ کی وفات کے بعد حضرت اسماءؓ نے حضرت علیؓ سے نکاح کیا۔

”شیعہ کی طرف سے تائید“

ہمارے علماء نے حضرت فاطمہؓ کی بیماری اور حضرت اسماءؓ بنت عیسیٰ کی تیمارداری کا تذکرہ اس مقام میں ذکر کیا ہے۔ لیکن اس مسئلہ کو شیعہ علماء بھی تسلیم کرتے ہیں۔ کہ حضرت صدیق اکبرؓ کی زوجہ محترمہ حضرت اسماءؓ بنت عیسیٰ نے حضرت فاطمہؓ کی آخری ایام میں تیمارداری کی خدمات سرانجام دیں۔ شیخ طوسی نے اپنی تصنیف ”الامالی“ میں تصریح کر دی ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت فاطمہؓ کی تیمارداری کرتے تھے اور تعیینہ علی ذالک اسماء بنت عیسیٰ رحمہما اللہ علیہ استمرار بذالک..... الخ

یعنی اسماءؓ بنت عیسیٰ حضرت فاطمہؓ کی تیمارداری کے معاملہ میں حضرت علی المرتضیٰ کی معاونت اور امداد کرتی تھیں اور یہ کام اسماءؓ نے آخری اوقات تک سرانجام دیا۔

شیخین کی طرف سے سیدہ فاطمہؓ کی بیماری پر سی

شیعہ کے متقدمین علماء میں سے مشہور و معروف عالم سلیم ابن قیس نے اپنی

تصنیف میں ذکر کیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں پانچوں نمازیں (باجماعت) ادا فرمایا کرتے تھے (یہ خلافت ابوبکر صدیقؓ کا دور ہے)

ایک روز جب آپؓ نماز پڑھ چکے تو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے حضرت علی المرتضیٰؓ سے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہ الزہراءؓ کا کیا حال ہے؟ اور مزاج کی کیا کیفیت ہے؟ الخ

وكان يصلي في المسجد الصلوات الخمس فلما صلى قال له
ابوبكر وعمر كيف بنت رسول الله (صلى الله عليه وسلم) الى ان
ثقلت فسال عنها له

روایت مذکورہ بالا سے واضح ہوا کہ :-

۱۔ حضرت علی المرتضیٰؓ نے پنجگانہ نمازیں مسجد نبویؐ میں باقی صحابہ کرامؓ کے ساتھ ملکر حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اقتدا میں ادا فرماتے تھے۔

۲۔ حضرت فاطمہؓ کی بیماری کا حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اور حضرت عمرؓ کو علم تھا اسلئے وہ ان کی عیادت اور بیمار پرسی کیا کرتے تھے۔

۳۔ حضرات شیخینؓ اور حضرت علیؓ کا باہم کلام کرنا۔ حال احوال معلوم کرنا خانگی خیر خیریت دریافت کرنا جاری رہتا تھا اور کسی قسم کا مقاطعہ یا باہمی بایکاٹ وغیرہ نہ تھا۔

یہ چیز قبل ازیں اپنی کتاب ”رحماء بینہم“ حصہ اول ص ۱۶۶ میں ہم نے ذکر کر دی ہے۔ تفصیلات وہاں ملاحظہ فرمائی جاسکتی ہیں۔

سیدہ فاطمہؓ کا انتقال

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے چھ ماہ بعد حضرت فاطمہؓ بیمار ہوئیں اور چند روز بیمار رہیں۔ پھر تین رمضان المبارک ۳۸ھ میں منگل کی شب ان کا انتقال ہوا۔ اس وقت ان کی عمر مبارک ۲۸ یا ۲۹ برس وکر کی ہے۔ حضرت فاطمہؓ کے سن وفات اور ان کی عمر کی تعیین میں سیرت نگاروں نے متعدد اقوال لکھے ہیں ہم نے یہاں مشہور قول کے مطابق تاریخ انتقال اور مدت عمر درج کی ہے یہ

حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بلا واسطہ آخری اولاد تھیں جن کا انتقال اب ہوا۔ ان کے بعد آنجنابؐ کی کوئی بلا واسطہ اولاد باقی نہ رہی اور سردارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی جو ایک نشانی باقی رہ گئی تھی وہ بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں پہنچ گئی۔

حضرت فاطمہؓ کا انتقال اور ارتحال خصوصاً اس وقت کے اہل اسلام کے لئے ایک عظیم صدمہ تھا۔ جو مدینہ منورہ میں صحابہ کرامؓ موجود تھے ان کے غم و الم کی انتہا نہ رہی اور ان کی پریشانی حد سے متجاوز ہو گئی۔ تمام اہل مدینہ اس صدمہ سے متاثر تھے خصوصاً مدینہ طیبہ میں موجود صحابہ کرامؓ اس صدمہ کبریٰ کی وجہ سے نہایت اندوہ گین تھے اور صحابہ کرامؓ کا اندوہ گین ہونا اس وجہ سے بھی نہایت اہم تھا کہ ان کے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بلا واسطہ اولاد کی نسی نشانی اختتام پذیر ہو گئی

لہ (۱) البداية والنهاية ۳۳۲ ج ۴ تحت حالات ۱۱

وفاء الوفاء للسمہودی ص ۹۰۵ ج ۳

(۲) تحت عنوان قبر فاطمہ بنت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

تھی۔ اب صرف آپ کے ازواج مطہرات (انہما التوٰنیتین) آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی نشانی باقی رہ گئے تھے۔ ان حالات میں سب حضرات کی خواہش تھی کہ ہم اپنے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری صاحبزادی کے جنازہ میں شامل ہوں اور اس سعادت غنظمی سے بہرہ اندوز ہوں۔ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بعد از مغرب اور قبل الشار انتقال ہونا علماء نے ذکر کیا ہے۔ اس مختصر وقت میں جو سننات موجود تھے وہ سب جمع ہوئے۔

حضرت فاطمہ کا غسل اور اسمائ بنت عمیس کی خدشا

حضرت فاطمہؑ نے قبل از وفات حضرت صدیق اکبرؑ کی زوجہ محترمہ حضرت اسمائ بنت عمیس کو یہ وصیت کی تھی کہ آپ مجھے بعد از وفات غسل دیں اور حضرت علیؑ ان کے ساتھ معاون ہوں۔

چنانچہ حسب وصیت حضرت اسمائ بنت عمیس نے آپ کے غسل کا انتظام کیا ان کے ساتھ غسل کی معاونت میں بعض اور بیبیاں بھی شامل تھیں مثلاً آنحضرتؐ کے غلام البورافعؑ کی بیوی سلمیٰؑ اور ام امینؑ وغیرہ۔ حضرت علی المرتضیٰؑ اس سارے انتظام کی نگرانی کرنے والے تھے بلکہ

حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے بعض وصایا جو غسل و انتقال کے متعلق پائے جاتے ہیں ان میں بعض چیزیں بالکل قابل اعتبار نہیں ہیں۔

- ۱۔ اسد الغابہ ۴۷۸ تحت سلمیٰ امراة ابی رافعؑ ج ۵
- ۲۔ البدایۃ والذہایۃ ۲۳۳ تحت حالات سلمیٰ ج ۶
- ۳۔ حلیۃ الاولیاء بی نعیم والا صفحہ ۳۴ جلد ۲ تحت تذکرہ فاطمہ الزہراؑ

چنانچہ علمائے اس موقع پر فرمایا ہے کہ :-

وما سروى من انہا اغتسلت قبل وفاتها وادست ان لا
تغسل بعد ذالك فضيف لا يعول عليه - اللہ اعلم
مطلب یہ ہے کہ بعض روایات میں جو آیا ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے اپنے انتقال
قبل غسل کر لیا تھا اور وصیت فرمائی تھی کہ مجھے اس کے بعد غسل نہ دیا جائے یہ
ضعیف ہے اس قسم کی باتوں پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا اسکی وجہ ضعف ابن اسحاق کا تفرد ہے
غسل کے متعلق وہی چیز صحیح ہے جو اوپر ذکر کر دی گئی ہے یعنی حضرت اسماءؓ
اور دیگر خواتین نے مل کر حسب قاعدہ شرعی بعد از وفات غسل سر انجام دیا تھا۔ اس لئے
کہ میت کے لئے اسلام کا قاعدہ شرعی یہی ہے۔

حضرت فاطمہؓ کی صلوٰۃ جنازہ اور شیعین کی شمولیت

غسل اور تجہیز و تکفین کے مراحل کے بعد حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے جنازہ
کا مرحلہ پیش آیا تو آنحضرتؐ کے جنازہ پر خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ
عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر صحابہ کرامؓ جو اس موقع پر موجود تھے،
تشریف لائے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ آگے
تشریف لا کر جنازہ پڑھائیں۔ جواب میں حضرت علی المرتضیٰ نے ذکر کیا کہ آنجناب

البدایہ والنہایہ ص ۳۳۳

۴-ج

۱۰ تحت ذکر من توفی ہذا السنۃ (سنہ ۴۰ھ)

خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جناب کی موجودگی میں میں جنازہ پڑھانے کے لئے پیش قدمی نہیں کر سکتا۔ نماز جنازہ پڑھانا آپ ہی کا حق ہے آپ تشریف لائیں اور جنازہ پڑھائیں اس کے بعد حضرت صدیق اکبر آگے تشریف لائے اور حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا چار تکبیر کے ساتھ جنازہ پڑھایا۔ باقی تمام حضرات نے ان کی اقتدار میں صلوٰۃ جنازہ ادا کی۔

یہ چیز متعدد مصنفین نے اپنی اپنی تصانیف میں باحوالہ ذکر کی ہے چنانچہ چند ایک عبارتیں اہل علم کی تسلی خاطر کے لئے بعینہ ہم یہاں نقل کرتے ہیں :-

۱۔ عن حماد عن ابراہیم قال صلی ابوبکر الصدیق

علی فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکبر

علیہا اربعاً۔ ۱

یعنی ابراہیم (النعفی) فرماتے ہیں کہ ابوبکر صدیقؓ نے فاطمہ بنت رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ پڑھایا اور اس پر چار تکبیریں کہیں۔

۲۔ عن جعفر ابن محمد عن ابیہ قال ماتت فاطمہ بنت

النبی صلی اللہ علیہ وسلم فجاء ابوبکر وعمر لیمسکوا

فقال ابوبکر لعلی ابن ابی طالب تقدم فقال ما كنت

لا تقدم وانت خليفة رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم

فتقدم ابوبکر و صلی علیہا ۲

۱۔ طبقات ابن سعد ص ۱۹ تحت تذکرہ فاطمہؓ طبع لیڈن

کنز العمال ص ۳۱۸ ج ۶ خط فی رواۃ مالک

۲۔ طبع اول حیدرآباد۔ دکن تحت فضل الصدیقؓ (مسندات علیؓ

باب فضائل الصحابة

یعنی امام جعفر صادقؑ اپنے والد امام محمد باقرؑ سے ذکر فرماتے ہیں کہ محمد باقرؑ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہؑ فوت ہوئیں تو ابوبکرؓ اور عمرؓ دونوں تشریف لائے تاکہ جنازہ کی نماز پڑھیں۔ تو ابوبکرؓ نے علی المرتضیٰؑ کو فرمایا کہ آپ آگے ہو کر نماز پڑھائیے تو حضرت علیؑ نے کہا کہ آپ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں آپ کے ہوتے ہوئے میں آگے نہیں ہوتا۔ پس ابوبکرؓ آگے تشریف لائے اور حضرت فاطمہ الزہراءؑ کا جنازہ پڑھایا۔

۳۔ اس مقام میں ایک تیسری روایت بھی درج کرنا مناسب ہے جو محب الطبری نے اپنی کتاب ”ریاض النضرة“ میں ذکر کی ہے:-

..... عن مالك عن جعفر بن محمد عن ابيه عن جدّه علي بن حسين قال ماتت فاطمة بين المغرب والعشاء فحضرتها ابوبكر وعمر وعثمان والزبير وعبد الرحمن بن عوف فلما وضعت ليصلي عليها قال علي تقدم يا ابا بكر قال و انت شاهديا ابا الحسن؟ قال نعم! تقدم فوالله لا يصلي عليها غيرك فيصلي عليها ابوبكر رضي الله عنهم اجمعين و دفت ليلا خرج به البصري وخرجه ابن السمان في الموافقه“ له

یعنی جعفر صادقؑ اپنے والد محمد باقرؑ سے اور وہ اپنے والد زین العابدینؑ سے روایت کرتے ہیں کہ مغرب اور عشاء کے درمیان فاطمہ الزہراءؑ کی وفات

ہوئی ران کی وفات پر حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ اور زبیرؓ اور عبد الرحمنؓ بن عوف تشریف لائے جب نماز جنازہ پڑھنے کے لئے جنازہ سامنے رکھا گیا تو علی المرتضیٰ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کہا کہ نماز پڑھانے کے لئے آگے تشریف لائیے تو صدیقؓ نے جواب دیا کہ اے ابوالحسن کیا آپؓ کی موجودگی میں؟ حضرت علیؓ نے کہا کہ آپؓ آگے تشریف لائیے اللہ کی قسم آپؓ کے بغیر کوئی دوسرا شخص فاطمہؓ پر جنازہ نہیں پڑھائے گا۔ پس ابوبکر صدیقؓ نے فاطمہ الزہراؓ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ اور رات کو ہی حضرت فاطمہؓ کو دفن کر دیا گیا۔

۴۔ طبقات ابن سعد میں ہے :-

..... عن مجالد عن الشعبي قال صلى عليها ابوبكر رضى الله عنه وعنها

یعنی شعبی کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ الزہراؓ پر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز جنازہ پڑھی۔ لے

دفن سیدہ فاطمہؓ

صلوۃ جنازہ کے بعد حضرت فاطمہ الزہراؓ رضی اللہ عنہا کو عام روایات کے مطابق رات کو ہی جنت البقیع میں دفن کر دیا گیا۔

اور دفن کے لئے قبر میں حضرت علیؓ حضرت عباسؓ عم نبویؐ اور فضل بن عباسؓ اترے

دفن و قبر کے متعلق متعدد روایات مختلف قسم کی پائی جاتی ہیں۔ عام روایات کے پیش نظر ہم نے یہ تحریر کیا ہے۔ لہ

حاصل کلام یہ ہے کہ:

یہ چند روایات حضرت فاطمہؑ کے جنازہ کے متعلق ہم نے یہاں ذکر کی ہیں قبل ازیں کتاب "رحماء بینہم" حصہ اول صدیقی میں سیدہ فاطمہؑ کا جنازہ کا مسئلہ کے عنوان کے تحت متا صلا میں تفصیلاً یہ روایات درج کی گئی ہیں مزید تفصیل کی ضرورت محسوس ہو تو وہاں رجوع فرمائیں۔ یہاں بطور اختصار کے مذکورہ روایات کے چند فوائد تحریر کئے جاتے ہیں:-

۱۔ حضرت فاطمہؑ کی وفات کی اطلاع اکابر صحابہ کرام کو یقیناً ہو گئی تھی۔ خصوصاً صدیق اکبرؓ اپنی زوجہ محترمہ اسماء بنت عمیس کے ذریعے حضرت فاطمہ الزہراءؑ کے ان تمام احوال سے یقیناً باخبر تھے۔

۲۔ نماز جنازہ کے لئے حضرات شیخین صدیق اکبرؓ و عمر فاروقؓ مع دیگر صحابہ کرامؓ کے تشریف لائے تھے اور اس میں شریک و شامل ہوئے۔

۳۔ حضرت فاطمہ الزہراءؑ کی نماز جنازہ چار تکبیر کے ساتھ ابو بکر صدیقؓ نے پڑھائی تھی۔

۴۔ حضرت فاطمہ الزہراءؑ کی نعش مبارک کورات کو ہی دفن کر دیا گیا یہ ازراہ تستر اور پردہ دارمی کے طور پر تھا۔ اور اس میں شرعی مسئلہ "تعبیل دفن" بھی ملحوظ خاطر تھا۔

۵۔ حضرات شیخینؓ اور حضرت فاطمہؑ اور حضرت علیؑ کے درمیان کسی قسم کی باہمی محاسمت اور ناچاکی نہیں تھی۔ مندرجہ بالا واقعات اس کی بین دلیل ہیں اور

واضح شواہد ہیں۔

اور بعض روایات میں جو چیزیں مذکور ہیں کہ:-

حضرت فاطمہؑ حضرت صدیق اکبرؑ سے ناراض تھیں اس وجہ سے ان کو حضرت فاطمہؑ کی بیماری۔ پھر وفات اور جنازہ اور دفن کی اطلاع تک نہیں کی گئی تھی۔

یہ چیزیں واقع میں درست نہیں ہیں بلکہ یہ تمام چیزیں ظنِ راوی ہیں اور راویوں کا اپنا گمان ہیں جو انہوں نے صحیح واقعات میں ملا کر نشر کر دیا ہے اور اصل واقعات میں مخلوط شدہ چیزوں کو پھیلا دیا ہے۔

اولادِ سیدہ فاطمۃ الزہرا رَضِيَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی پہلی زوجہ محترمہ حضرت فاطمۃ الزہراءؑ تھیں۔ حضرت فاطمہؑ کی حیات تک حضرت علیؑ نے کوئی دوسری شادی نہیں کی۔ یہ محض سرورِ دو عالم صلعم کی صاحبزادیوں کے احترام کی بنا پر تھا۔ اسی طرح آنجناب کی دیگر صاحبزادیوں کے داماد حضرات یعنی حضرت ابوالعاصؑ و حضرت عثمانؑ نے بھی یہی احترام ملحوظ رکھا تھا جیسا کہ سابقاً ذکر کیا گیا۔

علماء نے حضرت فاطمہؑ سے حضرت علی المرتضیٰؑ کی اولاد مندرجہ ذیل ذکر کی ہے:-

”ایک صاحبزادہ سیدنا حضرت حسنؑ دوسرا صاحبزادہ سیدنا حضرت حسینؑ اور تیسرا صاحبزادہ سیدنا حضرت محسنؑ تھے اور حضرت محسنؑ صغیر سنی میں ہی فوت ہو گئے۔ ”نسب قریش“ میں لکھا ہے کہ حضرت حسنؑ کی ولادت نصفِ رمضان المبارک ۳ھ میں اور حضرت حسینؑ کی ولادت پانچ شبانِ المنظم ۴ھ میں ہوئی تھی۔“ ۱

حضرت فاطمہ الزہراءؑ سے دو صاحبزادیاں ہوئی ہیں۔ ایک حضرت زینب بنت علیؑ اور دوسری ام کلثوم بنت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔ بعض علماء نے ایک تیسری صاحبزادی حضرت رقیہؑ کا بھی ذکر کیا ہے مگر

مشہور روایات کے اعتبار سے آپ کی صرف دو صاحبزادیاں ہی تھیں۔
 اور حضرت فاطمہ الزہراءؑ نے اپنی صاحبزادیوں کے نام اپنی خواہراں کے
 اسماء کے موافق منتخب فرمائے تاکہ اپنی خواہراں کی یاد اپنے گھر میں
 تازہ رہے۔

حضرت ام کلثوم بنت علیؑ کا نکاح سیدنا حضرت عمر بن خطاب سے شاہ
 میں ہوا تھا اور حضرت زینب بنت علیؑ کا نکاح عبداللہ بن جعفر طیار سے ہوا تھا۔

لہ (”نسب قریش“ ص ۲۵ تحت اولاد فاطمہؑ)



چند اہم مباحث

حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے اب مختصرہ کے متعلقہ چند مباحث مختصراً پیش کرنا مقصود ہیں۔ یہ گویا حضرت فاطمہ کے احوال کے لئے بطور تہتمہ اور تکملہ کے ہونگے۔ ان میں بعض مسائل تو ایسے ہیں جن کا تذکرہ سابقاً ہوا ہے لیکن ان میں کچھ تشریح کی ضرورت تھی وہ یہاں کر دی جائے گی۔

اور بعض جدید مسائل ہیں ان سے ناظرین کرام کے شبہات دور ہوں گے اور جہاں غلو عقیدت ہوا ہے وہاں صحیح مسئلہ کی شکل سامنے آسکے گی۔

①

بحث اول = سید فاطمہؑ کی رنجیدگی

سابقاً شکر رنجی کا ایک واقعہ کے عنوان کے تحت یہ ذکر کیا گیا تھا کہ یہاں ایک قابل وضاحت بیان ہے۔ اس کی اب مختصر سی تشریح پیش کی جاتی ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ابو جہل کی دختر کے ساتھ نکاح کرنے

کے لئے اُس کے قبیہ کے ساتھ گفتگو کی جس کو عام اصطلاح میں پیغام دینا اور عربی زبان میں خطبہ کہا جاتا ہے۔ جب اس چیز کی حضرت فاطمہؓ کو اطلاع ہوئی تو آنحضرتؐ سخت پریشان ہوئیں اور فطری غیرت کی بناء پر غضبناک ہو کر اپنے والد شریف نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور یہ سارا واقعہ عرض کیا۔

آنجناب بھی حضرت فاطمہؓ کا اضطراب اور پریشانی دیکھ کر نہایت رنجیدہ ہوئے اور اس پر ایک خطبہ دیتے ہوئے سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا اور فاطمہؓ کی رنجیدگی کو اپنی رنجیدگی قرار دیا۔

اس مقام میں اشکال پیدا ہوتا ہے کہ جب اسلام میں ایک شخص کو چار عدد نکاح کرنے کی اجازت ہے تو اس ناراضگی اور رنجیدگی کی کیا وجہ ہے جو حضرت علیؓ کے حق میں اس اقدام پر کی جا رہی ہے؟

”توضیح“

اس موقع پر ذیل میں چند توضیحات پیش کی جاتی ہیں ان کو ملحوظ رکھنے سے اس کا یہ اشکال رفع ہو جائے گا۔

① اولاً یہ چیز ہے کہ یہ واقعہ کن ایام میں پیش آیا تھا؟ محدثینؒ نے اس چیز کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ واقعہ فتح مکہ (۶۱۰ء) کے بعد پیش آیا تھا اور ان ایام میں حضرت فاطمہؓ کی والدہ محترمہ حضرت خدیجہ الکبریٰؓ تو بہت پہلے فوت ہو چکی تھیں اور آپؐ کی حقیقی خواہران حضرت زینبؓ حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ بھی تمام فوت ہو چکی

تھیں۔ حضرت فاطمہؓ صرف اکیلی رہ گئی تھیں یہ

اور یہی چیز فاضل الزرقانی نے بھی اپنی تصنیف شرح مواہب اللدنیہ میں بالفاظ ذیل ذکر کی ہے۔ ہم اس کو فتح الباری کے حوالہ مذکور کی تائید میں ذکر کر رہے ہیں۔ تاکہ اہل علم کو اطمینان ہو سکے۔

وكانت هذه الواقعة اى خطبة على بنت ابي
جهل بعد فتح مكة ولم يكن حينئذ تاخر من
بناته صلى الله عليه وسلم غيرها واصيبت بعد امها
باخواتها فادخل الغيرة عليها ما يزيد حزنًا^١
”یعنی ابو جہل کی لڑکی کے ساتھ خطبہ کا واقعہ فتح مکہ کے بعد پیش آیا تھا
اور اس وقت سیدہ فاطمہؓ کے بغیر حضورؐ کی کوئی صاحبزادی زندہ
موجود نہ تھی اور فاطمہؓ اپنی ماں کے بعد اپنی بہنوں کے انتقال کے
مصیبت اٹھا چکی تھیں۔ پس اس وقت سوکن کی وجہ سے اذیت اٹھانا
اور غیرت سے کڑھنا فاطمہؓ کے لئے غم والم کی زیادتی اور قلق کی فراوانی
کا باعث تھا۔“

② ابو جہل کی جس لڑکی کے ساتھ حضرت علیؓ نے نکاح کرنے کا قصد کر کے خطبہ

فتح الباری شرح بخاری شریف ج ۹، ص ۲۴۱، طبع قدیم مصر
تحت کتاب النکاح باب ذب الرجل عن ابنته في الغيرة والانصاف } ۱

فتح الباری شرح بخاری شریف ج ۹، ص ۲۴۱، طبع قدیم مصر۔
تحت کتاب المناقب باب ذکر اصهار النبي صلى الله عليه وسلم منهم ابوالعاص بن ربيع } ۲

شرح مواہب اللدنیہ للزرقانی ص ۲۰۵۔ تحت تذکرہ فاطمہ ج ۳، ص ۳۔

کیا تھا اس کا نام بعض نے "جویریہ" اور بعض نے جمیلہ اور
 "العوراء" ذکر کیا ہے اور "الحیفاء" بھی لکھا ہے۔ شارحین حدیث
 کے ہاں یہ چاروں نام دستیاب ہوتے ہیں یہ

(۳) دختر ابی جہل کے اعمام (چچے) جن کو بنی ہشام بن مغیرہ سے تعبیر کیا جاتا ہے
 ان میں سے ایک کا نام حارث ابن ہشام تھا اور دوسرے کا نام سلمہ بن
 ہشام تھا۔ ان کے ہاں جا کر حضرت علیؑ نے بطور خطبہ گفتگو کی تھی۔

اس کے بعد مذکورہ دونوں برادر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر
 ہوئے اور ماجرا عرض کر کے اپنی بھتیجی کو حضرت علیؑ کے ساتھ نکاح کر
 دینے کی اجازت چاہی۔

(۴) نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جواب میں رنجیدہ ہو کر بار بار ارشاد
 فرمایا کہ میں اس کی اجازت نہیں دے سکتا۔ پھر اس کے بعد اسی مسئلہ پر
 ایک مستقل خطبہ لوگوں کے درمیان ارشاد فرمایا۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ
 میں نے ابوالعاص بن ربیع کو اپنی لڑکی نکاح کر دی اور اس نے ہمارے
 ساتھ بڑا اچھا معاملہ کیا اور فرمایا کہ اس نے میرے ساتھ بات کی اور پھر اسکو
 صحیح کر کے دکھایا۔ اس نے میرے ساتھ وعدہ کیا پھر اس نے اس کو پورا
 کیا۔ (ابوالعاص بن ربیع کے حسن اخلاق کی تعریف فرمانے کے بعد) آپ

فتح الباری شرح بخاری شریف ج ۶۹ طبع قدیم مصر } ۱
 ابواب المناقب - ذکر اصهار النبی صلی اللہ علیہ وسلم

فتح الباری شرح بخاری شریف ج ۲۶۹ طبع قدیم مصر } ۲
 تحت کتاب النکاح باب ذب الرجل ۶۱

نے فرمایا میں کسی حلال کو حرام نہیں کرتا اور کسی حرام کو حلال نہیں کرتا لیکن اللہ کی قسم! اللہ کے رسولؐ کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک شخص کے پاس جمع نہیں ہوں گی۔

اور ارشاد فرمایا کہ ”فاطمہؓ“ میرے جسم کا ٹکڑا ہے جو چیز اس کو ایذا دیتی ہے وہ میرے لئے ایذا کا باعث بنتی ہے۔“

اور مزید فرمایا کہ مجھے خوف ہے کہ فاطمہؓ فطری غیرت کی وجہ سے دین کے معاملہ میں کسی آزمائش و ابتلا میں پڑے یعنی غیرت اور غضب کی بنا پر اس سے ایسی بات صادر ہو جو شریعت کے مطابق نہ ہو۔ اور شرعاً صحیح نہ ہو۔

بخاری شریف ص ۷۷ ج ۱ - ثانی کتاب النکاح

باب ذب الرجل عن ابنته الخ } ۱

بخاری شریف ص ۲۳۸ ج ۱ - کتاب الجہاد

باب ما ذکر من ذراعی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعصاه وسيفه۔ } ۲

بخاری شریف ص ۵۲۸ ج ۱ - ابواب المناقب

تحت ذکر اصهار النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومنہم ابوالعاص } ۳

فتح الباری شرح بخاری شریف ص ۲۷۱ ج ۲ - کتاب النکاح

تحت باب ذب الرجل عن ابنته الخ } ۴

فتح الباری شرح بخاری شریف ص ۶۹ ج ۲ - ابواب المناقب

باب ذکر اصهار النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومنہم ابوالعاص } ۵

۶ - البدایۃ - لابن کثیر ص ۳۲۳ ج ۴ - تحت ذکر من توفی فی ہذا السنۃ (رسلہ)

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ مبارک مذکورہ بالا سے مندرجہ ذیل چیزیں مستنبط اور ماخوذ ہوتی ہیں۔

① ایک چیز تو یہ ثابت ہوتی ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد اول حضرت ابوالعاص بن ربیع کے رشتہ دامادی کے معاملات نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہایت شائستہ تھے اور آنجناب ان کے حسن معاملہ پر خوش اور راضی تھے ان کے درمیان نہایت عمدہ تعلقات تھے جس کی بنا پر آنجناب کی طرف سے ان کے حق میں شائستہ خیر اور مدح کے الفاظ فرمائے گئے اور آنجناب کی خدمت میں مدت العمر ابوالعاصؓ کی طرف سے کبھی شکوہ و شکایت کی نوبت نہیں آئی اور نہ ہی سردار دو عالم صلعم جناب ابوالعاصؓ پر کبھی ناراض ہوئے۔

② اس خطبہ مبارک میں ”بضعت متی“ وغیرہ الفاظ سے یہ چیز عیاں ہوتی ہے کہ کہ جو چیز حضرت فاطمہؓ کے انداز کا باعث بنے اس سے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم بھی متاثر اور رنجیدہ ہوتے ہیں۔ اس بنا پر حضرت علیؓ کے اس اقدام سے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراضگی اور رنجیدگی ہوئی جس کا ازالہ اگرچہ بعد میں حضرت علیؓ کی طرف سے کر دیا گیا،

③ نیز حضرت فاطمہؓ کے حق میں ”ان تفتتنی فی دینہا“ وغیرہ کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ آنجناب کو حضرت فاطمہؓ کے دین کی رعایت پیش نظر تھی اور ان کی قلبی استراحت کا خاص خیال تھا۔ اور آپ انہیں انتشار طبع اور ذہنی کوفت اور کدورت طبعی سے بچانا چاہتے تھے ان ایام میں جناب فاطمہؓ کے لئے آنجناب کے سوا کوئی غمگسار گھر والوں میں سے نہیں رہا تھا اور ایسا کوئی مونس نہیں تھا جس کی طرف رجوع کر کے آپ اپنی طبعی پریشانی زائل کر سکیں۔ والدہ اور بہنیں یکے بعد دیگرے اس دار فانی سے آخرت کی طرف رخصت ہو چکی

تھیں۔ ان حالات میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کی رعایتِ خاطر فرمانا نہایت اہم تھا جس کا آنجناب نے اہتمام فرمایا۔

اسلام میں بعض ایسے مسائل پائے جاتے ہیں جن کا تعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کے ساتھ خاص ہوتا ہے۔ اہل علم کے نزدیک ان چیزوں کو مخصوصیاتِ نبویؐ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ مثلاً آنجناب کا چار عورتوں سے زائد کے ساتھ نکاح کرنا اور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی معکوحہ ازواج کے ساتھ آنجناب کے انتقال کے بعد کسی کے لئے نکاح کا دواماً جائز نہ ہونا وغیرہ۔

ایسی طرح آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کے ساتھ نکاح کی موجودگی میں کسی دوسری عورت کو نکاح میں نہ لینا بھی خصائصِ نبویؐ میں شمار کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس مسئلہ کو کبار علماء نے اپنی تصانیف میں بالفاظِ ذیل ذکر کیا ہے۔ علامہ ابن حجر العسقلانی فرماتے ہیں:-

والذی یظہر لی انہ لا یبعد فی خصائصِ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان لا یتزوج علی بناتہؐ.....

علامہ سیوطی نے اپنی تصنیف الخصاص الکبریٰ میں ابن حجر کے حوالہ کے ساتھ لکھا ہے کہ:-

..... لا یبعد ان یکون خصائصہ صلی اللہ علیہ وسلم منع التزوج علی بناتہؐ

لہ (۱) فتح الباری شرح بخاری ص ۲۶۰ کتاب النکاح تحت باب ذب الرجل عن انبتہ

الخصائص الکبریٰ للسیوطی ص ۲۵۵ طبع اول - دکن
(۲) باب اختصاصہ صلعم بان بناتہ لا یتزوج علیہن

یعنی یہ چیز کچھ بعید نہیں کہ آنجنابؐ کی صاحبزادیوں کے نکاح پر کسی دوسرے نکاح کا عدم جواز آنجنابؐ کے خصائص میں سے ہو۔

مندرجات بالا کی روشنی میں یہ چیز واضح ہوتی ہے کہ

① چار عدد نکاح تک کے جواز کا جو شرعی مسئلہ ہے اس سے آنجنابؐ کے صاحبزادیوں کے نکاح کا مسئلہ الگ حیثیت کا حامل ہے۔ اور علم قاعدہ سے جداگانہ ہے۔

② اور مسئلہ ہذا میں آنجنابؐ کی صاحبزادیوں کے فطرتی اور طبعی رجحانات کی رعایت کی گئی ہے تاکہ وہ سوکنوں کے ساتھ غیرت کی پریشانیوں میں مبتلا نہ ہوں۔ اور دین کے اعتبار سے فتنہ میں پڑنے سے محفوظ رہیں۔ اسی حکمت و مصلحت کی بنا پر آنجنابؐ کی صاحبزادیوں کے ساتھ ان کے دامادوں یعنی حضرت ابوالعاصؓ اور حضرت عثمانؓ نے دوسرا نکاح نہیں کیا تھا بلکہ دوسرا نکاح کرنے کا قصد ہی نہ کیا۔

③ پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آنجنابؐ کا اپنی بیٹیوں پر سوکن آنے کو منع کرنا صرف اپنی بیٹیوں کی خاطر نہ ہو بلکہ ان کی آئندہ ہونے والی سوکنوں کے اپنے ایسا ہی تحفظ کے لئے ہو۔ سوکنیں جب کبھی آپس میں الجھتی ہیں تو ایک دوسری کے خاوند یا سسرال کو بُرا نہیں کہتیں شعلہ عتاب اٹھاتا ہے تو ایک دوسری کے میکے والوں کے خلاف۔“

مثلاً حضرت فاطمہ سے اگر کہیں ابو جہل کی بُرائی میں جُملہ نکل جائے اور ان

کی سوکن اسی جذبہ رقابت میں حضرت سیدہ کے والدین کے متعلق کچھ بوجھ جی میں رکھ لے تو کیا اس سے پورا ایمان معرض خطر میں نہ آجائے گا۔ ؟ سو آنجنابؐ نے اس لئے اپنی بیٹی پر سوکن نہ آنے دی کہ کہیں اس جذبہ رقابت میں وہ خاتون اپنے سرمایہ ایمان کو

ہی نہ کھو بیٹھے آنجناب کے بارے میں جس دل میں بوجھ ہو۔ اسے کبھی قلبِ مسلم نہیں کہا جاسکتا۔

(۲)

بحث ثانی — فضیلت النساء

یہاں یہ بحث پیش خدمت ہے کہ خواتین میں سے کون سی خاتون افضل ہے؟ اور اسی بحث کو ”افضیلت النساء“ کی بحث سے تعبیر کرتے ہیں۔

مسئلہ ہذا کے متعلق اکابر علماء کے بیانات کی روشنی میں چند اہم باتیں تحریر کی جائیں گی۔ اہل علم حضرات تو ان ابحاث سے واقف ہیں البتہ عوام کے لئے ان چیزوں کا ذکر کرنا مناسب رہے گا۔ افراط و تفریط سے اجتناب کرتے ہوئے ہم نے اعتدال کے طریق کو اختیار کیا ہے۔ (بعونہ تعالیٰ)

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مسئلہ کے متعلق متعدد روایات مختلف نوع کی ملتی ہیں بعض روایات میں اس طرح مذکور ہے کہ

۱۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خواتین جنت میں سے افضل خدیجہؓ، فاطمہؓ، مریمؓ (بنت عمران) اور آسیہؓ بنت مزاحم ہیں۔

فتح الباری شرح بخاری شریف ج ۴/۳۴ کتاب احادیث الانبیاء

۱۔ باب قول اللہ تعالیٰ وضرب اللہ مثلاً للذین امنوا امراۃ فرعون

فتح الباری شرح بخاری شریف ج ۶/۱۱ کتاب المناقب

۲۔ باب تزویج النبی صلی اللہ علیہ وسلم خدیجہ وفضلہا

(۲) اسی طرح ایک اور مرفوع روایت ابن عباسؓ سے مروی ہے ارشاد نبویؐ ہے کہ مریم بنت عمران کے بعد تمام اہل جنت کی عورتوں کی سردار فاطمہ ہیں خدیجہؓ ہیں اور پھر آسیہ بنت مزاحم ہیں۔

(۳) ابن عباسؓ کہتے کہ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر چار خط کھینچے اور ارشاد فرمایا جانتے ہو یہ کیا ہیں تو حاضرین مجلس نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں تو آنجنابؐ نے فرمایا کہ جنت کی عورتوں میں سب سے افضل خدیجہؓ بنت خویلد ہیں اور فاطمہ بنت محمدؐ ہیں اور مریمؑ بنت عمران ہیں اور آسیہ بنت مزاحم ہیں۔

رواہ احمد و ابو یعلیٰ والطبرانی و رجالہم رجال الصیح

رحاشیہ صفحہ گذشتہ

فتح الباری شرح بخاری شریف ص ۲۶۷ ج ۴-۶ کتاب احادیث الانبیاء
(۳) تحت آیت واذ قالت الملیکہ یا مریم ان اللہ اصطفاک الخ

رحاشیہ صفحہ ہذا

مجمع الزوائد للہیثمی ص ۲۱۰ ج ۹-۶

۱- بحوالہ الطبرانی فی الاوسط والكبیر

باب الفضائل (مناقب فاطمة الزهراءؑ)

۲- مجمع الزوائد للہیثمی ص ۲۲۳ ج ۹-۶ تحت فضل خدیجہ بنت خویلد

۳- الاصابۃ لابن حجر العسقلانی ص ۳۶۶ ج ۳-۴ تحت ذکر فاطمة الزهراءؑ

۴- تہذیب التہذیب لابن حجر ص ۲۲۱ ج ۱۲-۱۳ تحت ذکر فاطمة الزهراءؑ

۵- سیر اعلام النبلاء للذہبی ص ۹۲ ج ۲-۳ تحت فاطمة بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ ہذا شیعہ کا بر کی نظر میں

شیعہ کے مشہور فاضل شیخ صدوق نے اپنی تصنیف کتاب الخصال میں یہی سابقہ روایت حضرت ابن عباسؓ سے اپنی سند کے ساتھ نقل کی ہے۔ لکھتے ہیں کہ:-

(۱) ابن عباسؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر چار خط کھینچے اور فرمایا جانتے ہو یہ خط کیسے ہیں؟ حاضرین نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں تو آنجنابؐ نے فرمایا کہ جنت کی عورتوں میں سے چار خواتین افضل ہیں خدیجہ بنت خویلدہ - فاطمہ بنت محمدؐ - مریم بنت عمران اور آسیہ بنت مزاحم۔
(امراة فرعونؑ)

(۲) دوسری با سند روایت ابن عباسؓ سے ہی ذکر کی ہے کہ:-
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے چار خط لگاتے پھر فرمایا جنت کی عورتوں میں سے بہترین خواتین چار ہیں۔ مریمؑ بنت عمران خدیجہ بنت خویلدہ فاطمہ بنت محمدؐ اور آسیہ بنت مزاحم (امراة فرعونؑ)

(۳) اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمام جہان کی عورتوں میں سے بہترین چار خواتین ہیں۔ مریمؑ - آسیہؑ - خدیجہؑ - اور فاطمہؑ۔

اور الشیبی حضرت جابرؓ سے نقل کرتے ہیں کہ تمام جہان کی عورتوں میں سے چار عورتیں فضیلت میں کافی ہیں پھر ان مذکورہ چار خواتین کا ذکر کیا۔ بعض دیگر روایات میں اس طرح منقول ہے کہ :-

(۱) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آنجنابؐ نے فرمایا کہ (اپنے دور کی) بہترین عورتوں میں سے مریم ہیں اور اس امت کی بہترین خاتون خدیجہؓ ہیں۔

روایت ہذا سابقاً فضائل حضرت خدیجہؓ میں درج ہو چکی ہے۔ اور دیگر متعدد محدثین مثلاً مسلم اور ترمذی وغیرہ نے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے۔ (۲) حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ عمار بن یاسرؓ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آنجنابؐ نے ارشاد فرمایا کہ میری اُمت کی تمام عورتوں پر خدیجہؓ کو فضیلت دی گئی ہے جیسا کہ تمام جہانوں کی عورتوں

۱۔ (۱) الاصابة ۳۶۶ ج ۱ تحت فاطمة الزهراء

تہذیب التہذیب لابن حجر ص ۲۴۱ ج ۱۲

۲۔ (۱) تحت تذکرہ فاطمة الزهراء

بخاری شریف ص ۵۳۸ ج ۱ - اول

۳۔ (۱) باب تزویج النبی صلی اللہ علیہ وسلم خدیجۃ وفضلہا

المصنف لعبد الرزاق جلد ۵ ص ۲۹۲

(۲) تحت باب نساء النبی صلی اللہ علیہ وسلم

مشکوٰۃ شریف ص ۵۴۳ الفصل الاول

(۳) باب مناقب ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

عہ مندابی یعلیٰ الموصلی ص ۳۱۳ تحت مند علی بن ابی طالب

پر مریمؑ کو فضیلت دی گئی ہے۔

اسی طرح بعض دیگر روایات میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلق منقول ہے کہ :-

(۱) حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آنجنابؐ فرماتے ہیں ”عائشہ کی فضیلت عورتوں پر ایسی ہی ہے جیسے تمام طعاموں پر“ الثرید کی فضیلت ہے۔

(الثرید)۔ اس دور میں عمدہ گوشت کے شوبہا میں روٹی کے ٹکڑوں کو ملا کر تیار کیا جاتا تھا اور اس دور کی بہترین اور مرغوب غذا تھی۔

(۲) نیز حضرت عائشہؓ کی فضیلت کے متعلق مذکور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے عائشہ! یہ جبرائیل علیہ السلام آئے ہیں اور آپ پر سلام کہتے ہیں جواب میں حضرت عائشہؓ نے کہا و علیہ السلام ورحمۃ اللہ اور عرض کیا کہ آنجنابؐ وہ چیز دیکھ رہے ہیں جو میں نہیں دیکھتی یعنی جبرائیل علیہ السلام کا تشریف لانا، اور سلام کہنا۔

فتح الباری شرح بخاری شریف ج ۱۶ کتاب المناقب } ۱۷

تحت باب تنويع النبي صلى الله عليه وسلم خديجة وفضلها

بخاری شریف ج ۵۲۲ کتاب المناقب } ۱۸

باب فضل عائشة ر

بخاری شریف ج ۵۳۲ کتاب المناقب } ۱۹

باب فضل عائشة ر

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

(۳) عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ لوگوں میں سے آنجناب کے ہاں کون زیادہ پسندیدہ ہے تو آنجناب نے فرمایا عائشہؓ ہیں۔ پھر میں نے عرض کیا مردوں میں سے کون پسندیدہ ہے آپ نے فرمایا عائشہؓ کے والد (ابوبکر صدیقؓ) ہیں نہ

(۴) ابو بردہ اپنے والد ابو موسیٰ سے نقل کرتے ہیں کہ ہم اصحاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی کوئی مشکل مسئلہ پیش آتا اور اس کے متعلق حضرت عائشہؓ سے دریافت کرتے تو ہمیں اس مسئلہ کا علم اور حل حضرت عائشہؓ کے ہاں دستیاب ہو جاتا تھا۔

(۵) علامہ الزہری کہتے ہیں کہ تمام اہل اہل بیت المؤمنین اور تمام عورتوں کے علم کو اگر جمع کیا جائے اور اس کے مقابلہ میں حضرت عائشہؓ کے علم کو جمع کیا جائے تو حضرت عائشہؓ کا علم افضل ہو گا۔
حضرت عائشہؓ کے مناقب و فضائل بیشتر پائے جاتے ہیں لیکن ان میں سے صرف چند چیزیں یہاں نقل کی ہیں۔
اسی طرح حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے متعلق متعدد روایات

ر حاشیہ صفحہ گذشتہ :

۲ - مسلم شریف ص ۲۸۷ تحت فضائل عائشہ

۳ - مشکوٰۃ شریف ص ۵۷۳ فصل اول باب مناقب اہل بیت

ر حاشیہ صفحہ ۱۷۱ :

۱ - تہذیب التہذیب لابن حجر ص ۲۳۵ تحت ذکر عائشہ صدیقہؓ

۲ - الاصابۃ ص ۳۲۹ حرف العین تحت ذکر عائشہ صدیقہؓ

۳ - تہذیب التہذیب ص ۲۳۵ تحت ذکر عائشہ صدیقہؓ

میں ان کی فضیلت اور سیادت پائی جاتی ہے اور سابقہ روایات میں ان کا ذکر خیر مذکور ہو چکا ہے اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت فاطمہؓ کے حق میں ایک مشہور فضیلت صحیح روایات میں منقول ہے جو قبل ازیں سوانح سیدہ فاطمہؓ میں ذکر کی جا چکی ہے وہ یہ ہے کہ آنجناب نے حضرت فاطمہؓ کو اس عالم سے اپنے ارتحال کی اطلاع فرمائی تھی تو حضرت فاطمہؓ پریشان ہو کر رونے لگی تھیں۔ آنجناب نے ان کو تسلی دلانے کے لئے دوسری باریہ ارشاد فرمایا کہ ”اما ترضین ان تكون سيدة نساء اهل الجنة یعنی (اے فاطمہؓ) کیا آپ اس بات پر راضی نہیں ہیں کہ جنت کی عورتوں کی آپ سردار ہوں؟“ لے

حضرت فاطمہؓ کے فضائل اور مناقب کی یہ چند چیزیں ذکر کر دی ہیں اور یہاں تمام مناقب کا شمار کرنا مقصود نہیں۔ اس بنا پر اسی پر اکتفا کیا گیا ہے۔

مندرجات بالا میں آیات قرآنی سے نہیں بلکہ صرف روایات سے فضائل کے چند ایک عنوانات نقل کئے ہیں ان سے حضرت مریمؑ اور حضرت آسیہؑ کی فضیلت بھی سامنے آگئی ہے اور حضرت ام المؤمنین حضرت خدیجہؓ حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت فاطمہؓ کے فضائل و مناقب بھی واضح ہو گئے ہیں۔

لے ۱۔ بخاری شریف ص ۵۱۲ کتاب المناقب تحت آخواب علامات النبوة فی الاسلام ج ۱۔

۲۔ مسلم شریف ص ۲۹۹ باب فضائل فاطمہ ج ۲۔

۳۔ مشکوٰۃ شریف ص ۵۶۱ باب مناقب اهل البيت۔ طبع دہلی

ایک ضابطہ | اب مذکورہ بالا خواتین کی باہمی افضلیت کا مرحلہ پیش آتا ہے جو نہایت نازک مقام ہے۔

یہ قاعدہ سب سے مقدم رکھا جانا چاہیے جو علماء امت میں مسلم ہے کہ ”قطعیات کا درجہ ظنیات سے مختلف ہوتا ہے۔ آیات قرآنی کی نصوص قطعیہ میں جن کا ذکر خیر واضح طور پر بے شمار مقامات میں پایا جاتا ہے ان کو افضلیت ہوگی اور جن کا ذکر مشہورہ روایات اور اخبار اتحاد (صحیحہ) میں پایا جاتا ہے وہ نطی ہونے کی وجہ سے قطعیات کے بعد مقام پائیں گی۔

ازواج مطہرات کا باہم فرق مراتب ضرور ہے اس طرح کہ حضرت خدیجہ الکبریٰ اور حضرت عائشہ صدیقہ دونوں باقی ازواج مطہرات سے افضل ہیں اور دونوں کا مقام بہت بلند و ارفع ہے۔

اسی طرح سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی چاروں بنات طہیات و طاہرات کا باہم فرق درجات ہے اور حضرت فاطمہ الزہراءؑ سب سے افضل و اعلیٰ ہیں اور ان کی بڑی بہن حضرت زینبؑ تحمل شدائد اور برداشت مصائب پھر استقامت دین کے لحاظ سے ”خیر“ کے شرف سے مشرف ہیں (جیسا کہ ان کے تذکرہ میں ذکر کیا جا چکا ہے)۔

حضرت فاطمہؑ اپنی جسمانی ماں اور

روحانی ماؤں کے ماسوا سب جنتی

عقلی استثناء کا اعتبار

عورتوں کی سردار ہیں اور ان کی سیادت عام ہے اور یہ استثناء عقلی اور عرفی طور پر مراد ہوتا ہے اور محتاج بیان نہیں ہوتا۔

جس طرح حضرات حسنین شریفین رضی اللہ عنہما کو اہل جنت کے جوانوں کا سردار فرمایا گیا ہے وہ بالکل صحیح ہے لیکن یہاں بھی سیادت ہذا سے انبیاء

علیہم السلام خود سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ، عقلاً و عرفاً مستثنیٰ ہیں۔
 شارحین حدیث نے استثناء مذکور کو ذکر کیا ہے اہل علم کی تسلی کے لئے عبارت پیش کی جاتی ہے۔

پھر صاحب مرقات شرح مشکوٰۃ شریف کی عبارت ذیل ملاحظہ فرمادیں۔
 حدثنا ابو سعید الخدیمی قال قال رسول الله صلى الله عليه
 وسلم الحسن والحسين سيدا شباب اهل الجنة الا ابني خالة
 عيسى ابن مريم يحيى بن مكرية

{ ۱۔ المعرفة والتاريخ لابن يوسف البسوی ص ۶۴۲ - جلد ثانی
 ۲۔ حلیۃ الاولیاء لابن نعیم ج ۱ ص ۵۸ تحت عبد الرحمن بن ابی نعیم }

”او انہما سید اہل الجنۃ سوی الانبیاء والخلفاء
 الراشدین وذلك لان اهل الجنة كلهم في سن واحد
 وهو الشباب وليس فيهم شيخ ولا كهل“

مختلف جہات کا اعتبار کرنا | مسئلہ ہذا کی نزاکت کے پیش نظر
 بعض علماء نے ان مکرم خواتین میں بابہی
 افضلیت مختلف جہات سے قائم کی ہے اور ہر ایک خاتون کو اس کی خاص جہت
 اور حیثیت کے اعتبار سے دوسروں سے ممتاز ٹھہرایا ہے مثلاً اسلام میں مشکل ترین
 مراحل کے وقت امتیازی خدمات کے لحاظ سے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ

المرقات شرح مشکوٰۃ منہ ۳۹ الفصل الثانی

۱۔ باب مناقب اہل بیت النبی صلعم

عنها مقدم اور فائق ہیں اور دینی علوم میں شرح وافادہ کے اعتبار سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی افضلیت واضح طور پر ثابت ہے۔

شرافت اصل و نسل کے اعتبار سے حضرت فاطمہؓ کی افضلیت میں ان کی بہنوں کے سوا کوئی شریک نہیں۔ اور شرف سیادت کے اعتبار سے حضرت فاطمہؓ سب سے افضل ہیں۔ اس طریقہ سے ہر ایک کی فضیلت اپنی اپنی جگہ مسلم ہے۔

توقف کی تلقین | چونکہ اس سلسلہ میں مختلف نوع کی روایات پائی جاتی ہیں۔ جو بظاہر ایک دوسرے سے متقابل نظر آتی ہیں اس بنا پر بہت سے علماء نے افضلیت (بین النساء) کے مسئلہ میں ”توقف“ کا قول اختیار کیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنی طرف سے اس مسئلہ میں کوئی فیصلہ نہیں دے سکتے۔ یہ چیز اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں۔ اور ہماری عقیدت مندی مذکورہ بالا تمام مکرم خواتین میں سے ہر ایک کے ساتھ اپنے اپنے مقام میں لازم ہے البتہ مندرجہ بالا ضابطہ کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے فرق مراتب کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

۳

بحث ثالث

مالی حقوق کا مطالبہ

قبل ازیں سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے تذکرہ میں ”مالی حقوق کا مطالبہ“ کے عنوان سے مختصراً کچھ ذکر کیا جا چکا ہے یہاں کچھ مزید چیزیں پیش کرنا مقصود ہیں۔
 ”مالی مطالبہ“ کے عنوان کے تحت متعدد چیزیں آتی ہیں مثلاً مال فے مال غنیمت سے حق خمس (جسے ”سہم ذوی القربی“ کہا جاتا ہے) اور اموال بنی نضیر وغیرہ۔
 اموال کی ان تمام مذکورہ اقسام میں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقرباء اور رشتہ داروں کا حق خلفائے ثلاثہ کے دور میں کما حقہ ادا کیا جاتا رہا ہے۔

اب سطور ذیل میں مسئلہ ہذا پر بقدر ضرورت بحث کی جاتی ہے اس کی پوری تفصیل ہماری کتاب ”سُحُبَاءُ بَيْنَهُمْ“ کے حصہ اول (صدیقی) میں ”مالی حقوق کا تحفظ“ کے عنوان کے تحت ص ۸۷ سے ص ۱۵۵ تک ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

صدیقی دور میں جب حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف سے حضرت صدیق اکبرؓ

مالی حقوق کی نوعیت

کی خدمت میں ”مالی حقوق“ کا مطالبہ پیش کیا گیا کہ ”اموال مدینہ“ ”اموال فدک“ اور خمس خیر وغیرہ سے ہمیں ہمارا حق بطور میراث دیا جائے تو حضرت صدیق اکبرؓ

رضی اللہ عنہ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ :-

”آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ ہم انبیاء کی مالی وراثت نہیں چلتی اور جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف اور صدقہ ہوتا ہے“

باقی آپ حضرات کو جو حق ان اموال سے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ملتا تھا وہ بدستور دیا جائے گا اور اس میں ہم کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں کریں گے اور ادائیگی کے معاملہ میں اسی طریق کار پر کا بند ہوں گے جس طرح نبی کریم صلعم جاری کئے ہوئے تھے اور صدیق اکبرؓ نے اس موقع پر فرمایا کہ اللہ کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت داری مجھے اپنی قرابت داری سے بہت زیادہ عزیز ہے اور آنجناب کے اقرباء اور اعزہ کا لحاظ مجھے اپنے اقرباء سے زیادہ ملحوظ ہے۔

(مختصر یہ ہے کہ مالی حق آپ کا ادا کیا جاتا رہیگا۔ لیکن مال میں وراثت جاری نہیں ہوگی۔)

شیعہ کی طرف سے اس مسئلہ کی تائید | اس مقام میں شیعہ طرف سے مسئلہ ہذا کی تائید پیش کی جاتی ہے۔ شیعہ کے اکابر علماء نے امام جعفر صادقؑ سے یہی حدیث

بخاری شریف ۵۲۶ ج ۱-۵ کتاب المناقب } لہ (۱) باب مناقب قرابت رسول اللہ صلعم

بخاری شریف ۵۷۶ ج ۱-۵ کتاب المغازی } (۲) باب حدیث بنی نضیر (طبع دہلی)

متعدد اسانید کے ساتھ بہت سی کتابوں میں نقل کی ہے فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے نبیوں کی مالی وراثت نہیں جاری ہوتی اور وہ لوگوں کو درہم و دینار کا وارث نہیں بناتے لیکن علم دین کا وارث بناتے ہیں اور ان کی علمی وراثت جاری ہوتی ہے۔
مذکورہ بالا مقامات میں امام جعفر صادق کی زبانی یہ سلسلہ واضح کیا گیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی مالی وراثت جاری نہیں ہوتی۔

پس یہی چیز حضرت صدیق اکبرؓ نے مذکورہ بالا مطالبہ کے جواب میں ذکر فرمائی ہے۔ لہذا صدیق اکبرؓ کا جواب شیعہ حضرات کے نزدیک بھی صحیح ثابت ہوتا ہے۔
اور ان کا موقف درست پایا جاتا ہے۔

حق خمس کی تولیت | اس مسئلہ کے متعلق خود حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا بیان کافی ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے (حضرت عباسؓ، حضرت فاطمہؓ اور حضرت زید بن حارثہؓ کی موجودگی میں) ان کی نمائندگی کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ ”قراہت داران رسول“ کا جو حصہ خمس میں ہے اس کی تقسیم کی ذمہ داری اگر آنجنابؐ اپنی زندگی میں میرے سپرد فرمائیں تو بہتر ہوگا۔ تاکہ جنابؐ کے بعد میں کوئی شخص اس معاملہ میں ہمارے

۱۔ اصول کافی ص ۱۰۸ باب صفۃ العلم رطب لکھنؤ

۲۔ اصول کافی ص ۱۰۸ باب ثواب العالم والمتعلم

۳۔ امالی للشیخ صدوق ص ۳۰۰ مجلس ۱۰۰ رابع عشر

۴۔ قرب الاستاد للحمیری ص ۴۰ طبع ایران

۵۔ بصائر الدرجات ص ۳۰۰ باب ثواب العالم والمتعلم

۶۔ بصائر الدرجات ص ۱۰۰ طبع ایران

ساتھ نزاع نہ پیدا کر سکے۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ آنجنابؐ نے مجھے اس کا متولیٰ بنا دیا۔ دور نبوی میں خمس کے حصہ کو (بنی ہاشم) میں تقسیم کرتا رہا۔ پھر ابو بکر صدیقؓ نے مجھے اس خمس کی تقسیم کا والی بنایا تو میں صدیقی دور میں بھی اس کو بنی ہاشم میں تقسیم کرتا رہا۔ پھر مجھے عمر ابن الخطابؓ نے اس خمس کی تقسیم کا والی بنایا تو عہد فاروقی میں بھی اس کو بنی ہاشم میں تقسیم کیا حتیٰ کہ جب فاروقی خلافت کے آخری سال ہوئے۔

..... الخ

مضمون بالا کے لئے مندرجہ ذیل کتب کی طرف رجوع فرمائیں۔

۱۔ کتاب الخراج للامام ابی یوسف منہ طبع مصر باب فی قسمة

الغنائم

۲۔ ابوداؤد شریف ج ۶ باب بیان مواضع قسم الخمس

۳۔ مسند امام احمد ^{۸۴-۸۵} ج ۱ تحت مسندات علی بن ابی طالب

مطلب یہ ہے کہ حق خمس خلفائے ثلاثہ کے دور میں ان حضرات کو اسی طرح ملتا رہا

ہے جس طرح یہ حضورؐ کے وقت میں ملتا تھا انہیں ان کا یہ حق حضرت علیؓ کے ہاتھوں ملتا تھا اور حضرت علیؓ کے اپنے دور خلافت میں بھی یہ سلسلہ اسی طرح رہا۔

اموال مدینہ بنی نضیر وغیرہ کی تولیت | اموال نے جو مدینہ شریف کے نواح اور

اطراف میں بنی نضیر وغیرہ سے حاصل ہوتے تھے ان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ داروں کا جو حصہ تھا وہ کما حقہ ان حضرات کو دیا جاتا تھا اور اس کی "تولیت" اور نگرانی بھی حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کے ہاتھ میں دے دی گئی تھی تاکہ ان اموال کی آمد کو یہ حضرات وصول فرما کر حق داروں میں تقسیم کریں۔

مضمون ہذا کا مفہوم مندرجہ ذیل مقامات میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ بخاری شریف ص ۵۷۶ ج ۳۱۰ باب تحت حدیث بنی فضیر

۲۔ السنن الکبریٰ للبیہقی ص ۲۹۹ ج ۴ باب بیان مصرف اربعۃ

اخماس الفی

مندرجہ بالا سے واضح ہو گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت فاطمہؓ سمیت رشتہ داروں کے مالی حقوق یعنی آمدن فذک اور حق خمس وغیرہ سے ان حضرات کو باقاعدہ خلفاء راشدین کے دور میں ادا کئے جاتے تھے اور ان کا یہ مالی حق ضائع نہیں کیا جاتا تھا۔

شیعہ اکابر علماء و مجتہدین
نے بھی مذکورہ مالی حقوق

شیعہ کی طرف سے اس کی تائید

کا مسئلہ اسی طرح اپنی تصانیف میں درج کیا ہے چنانچہ وہ ذکر کرتے ہیں کہ ابوبکرؓ فذک کی آمدن لے کر قرابت داران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیجتے تھے جس قدر کہ وہ ان کی ضرورت کو کافی ہوتی تھی اور باقی آمدن کو دوسرے ضرورت مندوں اور حق داروں میں تقسیم کر دیتے تھے۔ اور عمرؓ بھی اسی طرح تقسیم کرتے تھے پھر عثمانؓ بھی اسی طرح تقسیم کرتے تھے اور پھر علی المرتضیٰؓ بھی اسی طرح تقسیم کرتے تھے۔

مضمون ہذا مندرجہ ذیل مقامات میں ملاحظہ فرمائیں۔

شرح نہج البلاغۃ لابن میثم بحرانی ص ۵۰ ج ۵ طبع جدید طہران

۱۔ تحت مقصد ہشتم از مژدہ مقاصد (خط علی المرتضیٰؓ)

بجانب عثمان بن حنیف عامل بصرہ رقیہ ماشیہ اگلے صفحہ پر

۲- } شرح نہج البلاغۃ لابن ابی الحدید ص ۱۱۱ ج ۳- طبع بیروت -
بحث فی ما ورد من الاخبار والسير فی فداک - الفصل الاول

۳- } الدرۃ النجفیۃ (شرح نہج البلاغۃ) ص ۳۳۲ (مطبوعہ قدیم ایرانی)
تحت عامل بصرہ عثمان بن حنیف کی طرف علی المرتضیٰ کا خط
فیض الاسلام علی نقی نے اس مسئلہ کو بعبارت ذیل نقل کیا ہے -
” خلاصہ ابو بکر غلہ و سوداں (فدک) گرفتہ بقدر کفایت باہل بیت
علیہم السلام مے داد و خلفار بعد از او ہم برآں اسلوب رفتار نمودند -
” یعنی خلاصہ یہ ہے کہ (فدک) کی آمدن غلہ وغیرہ بقدر کفایت اہل بیت
ابو بکر دیا کرتے تھے اور آپ کے بعد خلفار نے بھی اس کے موافق عمل
درآمد جاری رکھا۔“

سُنی اور شیعہ دونوں حضرات کے حوالہ جات مذکورہ سے واضح ہو گیا کہ حضرت
فاطمہؑ اور دیگر قرابت داران نبویؐ کو مجملہ مالی حقوق (آمدن فدک سمیت) ادا کئے جاتے
تھے اور ان کے حقوق کو ضائع نہیں کیا گیا نیز ان اموال کی تقسیم کی تولیت اور نگرانی بھی
حضرات خلفار ثلاثہؑ کے عہد سے ہی حضرت علیؑ اور ان کی اولاد کے سپرد تھی۔ حق
بحق دار رسید کا معاملہ پوری طرح قائم تھا۔

۱- } ترجمہ و شرح فارسی نہج البلاغۃ “ از فیض الاسلام علی نقی
ص ۹۶ جلد پنجم طبع طهران

صدیقی دور میں ایفائے عہد

خلیفہ اول سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مراسم نبی اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقتدار بار اور اعزہ کے ساتھ نہایت شائستہ تھے اور ان کے ساتھ معاشرتی معاملات میں بہتر سلوک روار کھتے تھے اور ہمیشہ ان کے حقوق کی رعایت صدیق اکبرؓ کے پیش نظر رہتی تھی۔

چنانچہ ہم اس چیز پر صدیقی دور کے چند ایک واقعات پیش کرتے ہیں جن سے صدیق اکبرؓ کے افراد امت اور رعایا کے ساتھ حسن معاملہ کی وضاحت ہوتی ہے اور بہترین برتاؤ کا ثبوت ملتا ہے۔ اور صدیقی کردار کی صداقت نمایاں ہوتی ہے۔

اول : — محدثین ذکر کرتے ہیں کہ جب سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں اعلان کر دیا کہ جس شخص نے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی قرض لینا ہو یا آنجنابؐ نے اس سے کوئی وعدہ فرمایا ہو تو وہ شخص ہمارے پاس آئے ہم اس کے قرض کو ادا کریں گے اور آنجنابؐ کے وعدہ کی ایفاء کریں گے۔

چنانچہ حضرت جابر بن عبد اللہؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے (جبکہ بحرین کے عامل کی طرف سے مال آچکا تھا) اور وعدہ نبویؐ ذکر کیا۔ تو صدیق اکبرؓ نے ان کو حسب وعدہ مال ادا کیا اور وعدہ نبویؐ کو پورا کیا۔

۱) بخاری شریف ۴۴۴۴ باب من قال ومن الدلیل علی ان الخمس لنواب المسلمین

۲) مشکوٰۃ شریف ۴۱۶۶ باب الوعد

دوم : ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے

ہمارے حق میں تیرہ عدد جو ان شتر عطا فرمانے کا وعدہ فرمایا۔ ابھی ہمیں یہ اونٹ وصول نہیں ہوئے تھے کہ آنجناب کا انتقال ہو گیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ غلیظہ ہوئے، اور انھوں نے اپنے عہد میں منادی کرادی کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کے ساتھ کوئی وعدہ فرمایا تھا اور (تاحال) پورا نہیں ہوا وہ ہمارے پاس آئے۔ پس میں حضرت صدیق اکبرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور وعدہ نبویؐ عرض کیا تو صدیق اکبرؓ نے ہمارے حق میں مذکورہ وعدہ نبویؐ پورا کر دیا۔

سوم : ابوبشیر مازنیؓ کہتے ہیں کہ ایک بار نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے

میرے حق میں مال آنے پر کچھ عنایت فرمانے کا وعدہ فرمایا۔

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں اعلان

فرمایا کہ جس شخص نے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم سے (حسب وعدہ نبویؐ) کوئی چیز

وصول کرنی ہو تو وہ ہمارے پاس آئے۔ چنانچہ میں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت

میں حاضر ہو کر وعدہ نبویؐ کی ان کو خبر کی اس وقت بحرین سے مال آچکا تھا، تو آپؓ

نے مجھے دو تین مٹھی بھر کر درہم عنایت فرمائے جو ایک ہزار چار سو درہم ہوئے۔

چہارم : اکابر علماء نے لکھا ہے کہ نصاریٰ بخران کے ساتھ آنجناب

صلی اللہ علیہ وسلم کا معاہدہ ہوا تھا کہ مسلمانوں کو ہر ماہ رجب میں ایک ہزار پوشاک دیں گے۔

۱۔ مشکوٰۃ شریف ص ۱۶۹ الفصل الثانی باب الوعدہ ۴۔

کنز العمال ص ۱۳۲ بحوالہ ابن سعد طبع اول دکن۔

۲۔ روایت ص ۲۹۱ کتاب الخلافۃ ص ۱۰۰ مع الامارہ من قسم الافعال تحت خلافت ابی بکر صدیقؓ

اور بار (سود) ختم کر دیں گے اور ان کے مال و جان اور آبرو کے حفاظت ہوگی۔ ان کے کلیساؤں کو امان ہوگی وغیرہ وغیرہ۔

جب آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا تو صدیق اکبرؓ کی خدمت میں بخران کے نصاریٰ حاضر ہوئے اور معاہدہ نبویؐ ذکر کیا اور توثیق کی گزارش کی تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس معاہدہ کی توثیق فرمائی اور ان کے لئے ایک تحریر لکھ دی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریر کے عین موافق تھی یہ

مذکورہ بالا چند ایک واقعات نے یہ سلسلہ واضح کر دیا کہ خلیفہ بلا فصل حضرت ابو بکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمائے ہوئے وعدوں کو پورا کرتے تھے اور جس شخص کے ساتھ بھی آنجناب کا کوئی وعدہ یا معاہدہ ہوا تھا اس کا اتمام کرنا صدیق اکبرؓ اپنا فرض منصبی سمجھتے تھے اور منادی اور اعلان کروا کے آنجناب کے قرض اور دین کو ادا کرتے تھے اور کہتے ہوئے وعدوں کی تکمیل کرتے تھے۔ گویا یہ ان کا فریضہ تھا جس کو وہ کما حقہ ادا فرماتے تھے۔

بنابریں یہ یقین کیا جاتا ہے اور پورے وثوق کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ جو شخص آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے افسر ادا امت اور عوام الناس سے کہتے گئے وعدوں کو پورا کرتا ہے اور اہل کتاب سے معاہدوں کی توثیق و تصدیق کرتا ہے اور کسی یہودی یا نصرانی کے حق کو بھی منع نہیں کرتا اور قرض ہائے نبویؐ کو ادا کرتا ہے وہ ہرگز ہرگز آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے اعزہ و اقارب کے حقوق ضائع نہیں کر سکتا اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے جاری کردہ مالی حقوق اور معاشرتی روابط کو کبھی منقطع نہیں کر سکتا۔

یہ کس طرح روا ہے کہ دوسرے لوگوں کے حقوق ادا ہوں اور مقدس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبیوں کے حقوق برباد ہوں؟ یہ نہیں ہو سکتا۔
 اور عہد صدیقی کے واقعات بھی اس کی تائید نہیں کرتے جیسے کہ آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

فلہذا صحیح چیز یہی ہے کہ حضرت فاطمہؑ سمیت سب اعزہ نبویؐ کے مالی حقوق اس دور میں ادا کئے جاتے تھے۔

بحث ہذا کا اجمالی خاکہ

اس بحث کا اختصار کرتے ہوئے اب اس کو مندرجہ ذیل شکل میں پیش کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ :

✽ فدک "مال فقی" میں سے تھا۔ میراث نبوی نہیں تھا۔ اس کی آمدن اہل بیت نبوی اور اقسد بار کو ملتی تھی اور ان کے اخراجات و مصارف اس سے پورے کئے جاتے تھے۔ لیکن فدک کی آمدن سے یہ ادائیگی بطور تورث اور وراثت نہیں تھی۔

✽ حضرت فاطمہؓ کے مطالبہ وراثت کے جواب میں حضرت صدیق اکبرؓ کا موقف صحیح تھا۔ یعنی انبیاء علیہم السلام کی وراثت (مالی) انہیں جاری ہوتی۔ جیسا کہ سنی و شیعہ کتب سے واضح کیا گیا۔

اس وجہ سے حضرت فاطمہؓ اس مسئلہ پر خاموش ہو گئیں اور پھر یہ مطالبہ وراثت کبھی نہیں دوہرایا۔

مسئلہ ہذا میں صدیق اکبرؓ کے موقف کے صحیح ہونے اور اس پر عملدرآمد کے درست ہونے پر شواہد ذیل موجود ہیں۔ اطمینان کے ساتھ ان پر غور فرمائیں :-

۱۔ صدیقی فیصلہ ہذا کو تمام اکابر صحابہ کرامؓ نے درست تسلیم کیا اور اسی وجہ سے اکابر صحابہؓ میں سے کسی ایک صحابی نے بھی اس دور میں اس فیصلہ کے خلاف آواز نہیں اٹھائی۔

۲۔ خصوصاً بنی ہاشم کے اکابرین (حضرت علیؓ، حضرت عباسؓ (عم نبویؐ) وغیرہم) نے اس کو درست تسلیم کیا اور کوئی اعتراض نہیں کیا۔

اور ان حضرات کی جانب سے اس کے بعد اگر بعض روایات میں مطالبات یا تنازعات مذکور ہیں تو وہ صرف اس آمدن کی باہمی تحویل و تقسیم اور حصے بخرے بنانے کے سلسلے میں ہیں لیکن فیصلہ صدیقیؒ کے خلاف ہرگز نہیں۔

۳۔ نیز حضرت علیؓ کے دور خلافت میں اس فیصلہ صدیقیؒ کو تبدیل نہیں کیا گیا۔ گویا صدیقیؒ فیصلہ کے برحق ہونے کی یہ عملاً تائید ہے۔

۴۔ اسی طرح حضرت سیدنا حسن بن علیؓ کے ایام خلافت ششماہی میں فدک کے متعلق صدیقیؒ فیصلہ کے خلاف، کوئی اقدام نہیں کیا گیا اور نہ اس کو متغیر و متبدل کیا گیا۔

۵۔ اہل سنت والجماعہ کے جمہور مفسرین اور جمہور محدثین اور جمہور فقہاء اور قابل اعتماد اہل سیر اور لائق اعتبار مؤرخین نے مذکورہ صدیقیؒ فیصلہ کو صحیح اور حق بجانب قرار دیا ہے اور اس کی صحت و حقانیت پر اتفاق و اجماع کر لیا ہے۔

چنانچہ علامہ فخر الدین رازمیؒ لکھتے ہیں کہ:-

وانعقد الاجماع علی صحة ما ذهب اليه ابو بكرؓ

فسقط هذا السؤال - الله اعلم - ۱۰

یعنی اس مسئلہ میں جس طرف جناب ابو بکر صدیقؓ گئے ہیں اس پر

اجماع منعقد ہو چکا ہے پس یہ سوال ساقط ہو گیا۔ واللہ اعلم۔

تفسیر کبیر للرازی ص ۲۳

۱۰ } تحت آية يوم يكثر الله في اولادكم الخ (لمع قديم مصری)

مسئلہ ہذا کا دوسرا رخ

بصورتہ دیگر اگر مخالف کا یہ اعتراض تسلیم کر لیا جائے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ کے مطالبے کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ناراض ہو گئیں اور آخر تک کلام نہیں کیا۔ تو اس کے متعلق مندرجہ ذیل معروضات پیش نظر رکھیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اعتراض مذکورہ زائل ہو جائے گا اور سیدہ فاطمہ الزہراء کی ناراضگی کا اشکال بھی مرتفع ہو سکے گا۔

قبل ازیں ہم نے اس مسئلہ میں صدیقی موقف کی صحت پوری شرح کے ساتھ بیان کر دی ہے اور اس پر واقعات کو شواہد قرار دیا ہے۔

صدیقی جواب پر.....
حضرت فاطمہؑ کی خاموشی

یہاں صدیق اکبرؑ نے سیدہ فاطمہؑ کے سوال کے جواب میں فرمان نبویؐ پیش کیا تھا۔ اب فرمان نبوت معلوم کر کے سیدہ فاطمہؑ کا ناراض ہونا خلاف نقل ہے اور غیر معقول ہے۔ درحقیقت جب حضرت فاطمہؑ پر مسئلہ کی حقیقت صحیح طور پر منکشف ہوتی تو آپؑ مطمئن ہو کر خاموش ہو گئیں۔

مگر روایت کے راویوں نے سیدہ کی خاموشی کو ناراضگی سے تعبیر کیا اور اپنے گمان میں سمجھے کہ آپؑ غضبناک ہو گئیں بس اسی طریقہ سے یہ چیز باعث

نزع بن گئی۔ حالانکہ یہ چیز خلاف واقع ہے۔

اور بالغرض اگر سیدہ فاطمہؓ بقائے بشریت اور طبعی رجحانات کی بنا پر رنجیدہ خاطر ہوئی ہیں تو فاطمہ الزہراءؓ کی ایسی ناراضگی کے قریباً پار عدد و واقعات تو حضرت علیؓ سے متعلق بھی منقول ہیں جو ہم نے اپنی کتاب ”رحماء بینہم“ حصہ صدیقی کے ص ۱۳۹ تا ص ۱۴۵ میں ذکر کر دیئے ہیں۔ اور یہاں بحث اول میں بھی ایک واقعہ ناراضگی ابھی گزرا ہے۔ ان میں سیدہ فاطمہؓ کا حضرت علیؓ پر سخت ناراض ہونا موجود ہے۔

اب اس ناراضگی کا جو جواب دوست تیار کرتے ہیں وہی جواب یہاں اس واقعہ میں معتبر ہوگا۔ یعنی بعد میں حضرت فاطمہؓ راضی ہو گئی تھیں فلہذا مسئلہ ہذا اسی طرح منفع ہے کہ اگر رنجیدگی پیدا ہوئی تھی تو بعد میں اس کا ازالہ ہو چکا تھا۔ اور صدیق اکبرؓ کے حق میں حضرت فاطمہؓ کے دل میں کوئی غبار باقی نہیں رہا تھا۔

چنانچہ اب حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حق میں رضا مندی کی روایات سیدہ فاطمہؓ کی رضا مندی کی روایات اجمالاً تحریر کی جاتی ہیں پہلے اپنی کتابوں سے ہم پیش کریں گے بعدہ شیعہ احباب کی کتابوں سے بھی رضا مندی سیدہ فاطمہؓ کی روایات ذکر کی جائیں گی تاکہ فریقین کی کتابوں سے یہ مسئلہ نمایاں طور پر صاف ہو جائے۔

سُنّی کتب سے :

۱۔ عامر شعبی کہتے ہیں کہ جب حضرت فاطمہؓ بیمار ہوئیں تو ان کے پاس حضرت ابوبکرؓ اجازت طلب کر کے تشریف لائے اور سیدہ فاطمہؓ سے معذرت ذکر

کی پس سیدہ فاطمہؓ حضرت ابوبکرؓ سے راضی ہو گئیں۔

- ۱۔ طبقات ابن سعد $\frac{۸}{۴-۵}$ طبع لیدن } تحت تذکرہ سیدہ فاطمہؓ
- ۲۔ السنن الکبریٰ للبیہقی $\frac{۳۰۱}{۴-۵}$
- ۳۔ الاعتقاد علی مذهب السلف للبیہقی $\frac{۱۸۱}{۴-۵}$ طبع مصر } ۳۵۴ طبع بیروت
- ۴۔ سیر اعلام النبلا للذہبی $\frac{۸۹}{۲-۵}$ تحت تذکرہ فاطمہ اور $\frac{۹۲}{۲-۵}$
- ۵۔ ریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ المبشرۃ $\frac{۱۵۶}{۴-۵}$ جلد اول } باب ذکر ان فاطمہؓ لم تمت الا راضیہ عن ابی بکرؓ
- ۶۔ تفسیر کبیر للرازی $\frac{۲۳}{۳-۵}$ } تحت آیۃ یوصیکم اللہ فی اولادکم..... الخ
- ۷۔ تفسیر روح المعانی $\frac{۲۲۱-۲۲۰}{۲-۵}$ } تحت آیۃ یوصیکم اللہ فی اولادکم..... الخ
- ۸۔ البدایہ $\frac{۲۸۹}{۵-۵}$ $\frac{۳۳۳}{۴-۵}$ طبع اول مصری
- ۹۔ فتح الباری شرح بخاری شریف $\frac{۱۵۱}{۴-۵}$ } کتاب فرض الخمس تحت حدیث ثانی
- ۱۰۔ عمدۃ القاری شرح بخاری شریف $\frac{۲}{۱۵-۵}$ } باب فرض الخمس تحت حدیث ثانی
- ۱۱۔ وفاء الوفاء للسمہودی $\frac{۹۹۴}{۳-۵}$ } تحت عنوان طلب فاطمہ عن ابی بکر مدقات ابیہا۔ (باقی ماشیہ اگلے صفحہ پر)

رضامندی سیدہ فاطمہؓ کے حوالہ جات کئی دیگر کتابوں میں بھی دستیاب ہیں۔
 مگر یہاں صرف چودہ^{۱۲} عدد حوالہ جات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔
 ان تمام حوالہ جات میں حضرت فاطمہؓ کا صدیق اکبرؓ سے رضامند ہونا اور ان
 دونوں حضرات کا باہم خوشنود ہونا مذکور ہے۔

شیعہ کتب سے رضامندی | اکابر شیعہ علماء نے حضرت سیدہ فاطمہؓ
 کے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے رضامندی کے
 مسئلہ کو بڑے عمدہ طریقہ سے واضح الفاظ میں درج کیا ہے۔ چنانچہ ابن میثم بحرانی
 اپنی شرح نہج البلاغہ میں ذکر کرتے ہیں :-

”ابوبکرؓ کہتے ہیں اے فاطمہؓ! رضائے الہی کے لئے آپ کا مجھ پر حق ہے
 فدک کے معاملہ میں وہی عمل درآمد کروں گا جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
 جاری کئے ہوئے تھے پس اس چیز پر حضرت فاطمہؓ راضی اور خوشنود
 ہو گئیں۔ اور اس پر انہوں نے ابوبکرؓ سے پختہ وعدہ اور اقرار لیا۔“

- حاشیہ صفحہ گذشتہ } مدارج النبوة للشیخ محدث دہلوی ص ۵۷۳ ج ۲-۲
 ۱۲ } تحت دصل در ذکر غم والم مفارقت آنحضرت
 ۱۳ - سیرت حلبیہ ص ۳۹۹ تحت حالات دفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم
 ۱۴ - تحفہ انوار عشریہ فارسی تحت جواب طعن سیزدہم باب مطاعن ابوبکر۔

..... فرضیت بذالک واخذت العهد علیہ ۱۰

مندرجات کے ذریعے معلوم ہوا کہ اس مسئلہ کے متعلق حضرت صدیق اکبر اور
حضرت فاطمہؓ کے مابین نزاع ختم ہو گیا تھا اور ایک دوسرے کے
حق میں دل صاف ہو چکے تھے کوئی کدورت باقی نہیں رہی تھی اور سب آپس میں
راضی ہو گئے تھے۔

شرح نہج البلاغۃ لابن میثم بحرانی ص ۱۰۵ طبع طہران

تحت مقصد ثامن از مقاصد ہشودہ ۱۸

خط علی المرتضیٰ رض بجانب عثمان بن حنیف عامل بصرہ =

بلی کانت فی ایدینا فدک = الخ

درآة النجفیة شرح نہج البلاغۃ ص ۳۳۱ قديم طبع ایران

تحت خط علی المرتضیٰ رض بجانب عثمان بن حنیف عامل بصرہ =

فدک کے لئے ہبہ عطیہ وثیقہ اور وقف

کے عنوانات

احباب جب توریث اور وراثت فدک کے اثبات میں ناکام ہوتے ہیں تو اس بحث کے لئے یہ پہلو اختیار کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کو فدک بطور ہبہ اور عطیہ کے عنایت فرمایا تھا اور بعض روایات کے اعتبار سے ایک وثیقہ تحریر کر کے حوالہ کر دیا تھا پھر ان خلفاء نے وہ ہبہ شدہ و عطا فرمودہ حق کو تلف کر دیا اور اس وثیقہ کو چاک کر دیا اس طرح یہ بڑے ظلم کے مرتکب ہوئے۔

اس سلسلہ میں یہ تحریر کیا جاتا ہے کہ وراثت اور توریث کی روایات جب قدر صحیح دستیاب ہوتی ہیں ان کا محل اور مفہوم ہم نے بیان کر دیا ہے۔ اب ہبہ اور عطیہ یا وثیقہ کی روایات جو درسنوں کی طرف سے ہماری کتب سے پیش کی جاتی ہیں ان کے متعلق بطور قاعدہ کے یہ تحریر ہے کہ :-

ان مسائل میں جو روایات اس فن کے قواعد کی رو سے صحیح اور درست پائی جائیں ان کے جواب کے ہم ذمہ دار ہیں اور جو روایات اس فن کے قواعد کی رو سے صحیح نہیں اور علمائے ان پر نقد کر دیا ہے وہ ہم پر حجت نہیں اور ہمارے لئے ان کا جواب پیش کرنا ضروری نہیں۔

قواعد کا لحاظ

مسائل میں ہر نوع اور ہر قسم کی روایات کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔ مگر جب تک کسی روایت کی صحت ثابت نہ ہو جائے تب تک وہ ہمارے لئے قابل اعتماد اور حجت قرار نہیں پاتی۔ فلہذا جو روایات از روئے قواعد صحیح ہوں گی وہ قابل قبول ہیں اور جو روایات مجروح و مقدوح ہوں گی وہ قابل قبول نہیں۔

ایک قلیل سی تلاش کے ذریعے یہ ثابت ہوا ہے کہ بعض روایات جو ہبہ اور عطیہ کے متعلق ابوسعیدؓ الخدیری رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کی گئی ہیں ان کے اسانید متناقد و دستیاب ہوئے ہیں۔ ان کی تحقیق

ابوسعید کی

روایات کا تجزیہ

کرنے سے واضح ہوا کہ یہ روایات حضرت ابوسعید الخدیری رضی اللہ عنہ صحابی کی طرف منسوب کی گئی ہیں لیکن حقیقت میں یہ ان کا کلام نہیں۔

وجہ یہ ہے کہ ابوسعید کا شاگرد عطیہ عوفی ہے۔ علماء رجال نے عطیہ عوفی کے حق میں تحقیق کی ہے اور فرمایا ہے کہ یہ شخص "کثیر الخطاء" اور نہایت ضعیف آدمی تھا اس سے روایت لینا اور اس کی حدیث لکھنا ناجائز ہے مگر تعجب کے طور پر نقل کی جائے تو کی جائے۔ یہ شخص شیعہ تھا۔ حق مذہب سے برگشتہ تھا اور مشہور۔ کذاب محمد بن السائب الکلبی کے پاس جا کر اس سے روایتیں لیتا تھا اور اس کی کینیت ابوسعید تجویز کر رکھی تھی جہاں یہ ابوسعید سے نقل کرتا ہے۔

وہاں اس کی مراد الکلبی کذاب ہوتا ہے اور حضرت ابوسعید الخدیریؓ صحابی کے نام کے ساتھ اشتباہ پیدا کرنا مقصود ہوتا ہے۔ تاکہ لوگ فریب کھا کر اس روایت کو خوب قبول کر لیں۔

۱) تہذیب التہذیب لابن حجر ۲/۲۲۵ جلد سابع تحت عطیہ ابن سعد العوفی الکوفی

۲) میزان الاعتدال للذہبی ص ۲۰۱ طبع مصری قدیم تحت عطیہ ابن سعد العوفی

عطیہ ابن سعد کی مزید تشریح ہماری کتاب "حدیث ثعلبیین" میں ص ۲۹ تا ص ۵۲ طبع
ثانی تحت اسناد طبقات ابن سعد ملاحظہ فرمائیں وہاں عطیہ مذکور کے متعلق تشریح موجود
ہے۔

دراصل ابوسعید سے مذکورہ روایات آیت وَاَتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہُ.....۱۱ کے
ساتھ منضم کر کے بیان کی جاتی ہیں اور کہا جاتا ہے کہ بس وقت یہ آیت نازل
ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کو بلایا اور ان کو فدک عطا کر دیا
تو اس کے متعلق یہ بات قابل توجہ ہے کہ یہ سورۃ (الاسراء ۱۷) مکی ہے اور
یہ آیت بھی مکی آیات میں سے ہے اس وقت تک ہجرت مدینہ نہیں ہوئی تھی،
اور نہ ہی خیبر فتح ہوا تھا تو پھر فدک حضرت فاطمہؓ کو کس طرح عطا کیا گیا؟ یہ چیز واقعتاً
کے برخلاف ہے لہذا یہ قابل تسلیم نہ ہوگی۔

حضرت ابوسعید کی مذکورہ روایات کی طرح بعض دیگر صحابہ اور تابعین سے اسی
نوع کی روایات منقول ہیں ان میں بھی یہ مضمون بیان ہوا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے حضرت فاطمہؓ کو فدک دے دیا تھا اور بعض روایات میں آتا ہے کہ حضرت
فاطمہؓ کو فدک دے دیا تھا اور بعض روایات میں آتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ
فرماتی ہیں کہ آنجنابؐ نے میرے لئے فدک متین کر دیا تھا اور بعض روایات
اس مفہوم کی بھی ملتی ہیں کہ صدیق اکبرؓ کے ہاں جب حضرت فاطمہؓ نے فدک کا مطالبہ
کیا تو اس پر حضرت صدیق اکبرؓ نے شہادت طلب کی تو اس میں ام ایمنؓ حضرت
علیؓ وغیرہ نے شہادت دی مگر ابوبکر صدیقؓ نے یہ شہادت رو کر دی۔

تحفہ اثناء عشریہ ص ۴۲ تحت یکدمی دوم

۱۱ } (ر شاہ عبدالعزیز)

دعویٰ فداک پر شہادت طلبی | مذکورہ بالا تمام اقسام کی روایات متعلق یکجا معروضات ذیل پیش خدمت ہیں :-

اسی طرح کی روایات کے متعلق اکابر علماء قبل ازیں تحقیق فرما کر تنقید کر چکے مثلاً :-

۱۔ حافظ بدرالدین عینی حنفی نے بخاری شریف کی شرح عمدۃ القاری میں مذکورہ قسم کی روایات پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ روایت بے سرو پا ہے اور حضرت فاطمہؓ کے دعویٰ پر ان کے حق میں حضرت علیؓ کی شہادت اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کا اس شہادت کو رد کرنے کا واقعہ بالکل بے اصل اور مصنوعی ہے۔

”هذا لا اصل له..... انما هو امر مفتعل لا يثبت“
۲۔ ہمارے اکابر نے فرمایا ہے کہ اس نوع کی روایات صحیح نہیں اور جو اس قسم روایات ملتی ہیں وہ شیعہ راویوں کے افتراء ہیں سے ہیں اور نہایت درجہ کی ضعیف ہیں اور ان کے بیشتر راوی مجروح و مقدوح اور شیعہ ذہنیت سے متاثر ہیں

چنانچہ شاہ عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ ہم چون قسم روایات اہل سنت کی (معتبر و معتد کتابوں میں نہیں یہ محض شیعوں کا افتراء ہے اہل سنت کو ان روایات سے الزام دینا اور اس کا جواب طلب کرنا بالکل خفت عقلی پر وال ہے یہ

عمدۃ القاری شرح بخاری شریف ج ۲، ۱۵۔ لبدا الدین العینی
باب فرض الخمس تحت حدیث ثانی

۳۔ (تحفہ اثنا عشریہ ص ۲۴ تحت جواب طعن سیزدہم

نیز فتاویٰ عزیزی میں لکھا ہے کہ فدک کے ہبہ کے دعویٰ کی روایات انتہا درجے کی ضعیف پائی جاتی ہیں اور یہ شیعوں کی تبلییس اور اختلاط کے قبیلے میں سے ہیں۔ معارج النبوة میں اسی قسم کی روایات اخذ کر کے درج کر دی گئی ہیں۔ ۱۰

ہبہ سے متعلق ایک قاعدہ | ہبہ کے مسئلہ میں اہل سنت اور شیعہ کے ہاں قاعدہ مسلم ہے کہ ہبہ شدہ چیز کو جب تک کہ موہب لہ (جس شخص کے لئے ہبہ کیا گیا ہے) کے قبضہ اور تصرف میں نہ دے دیا جائے تب تک ہبہ شرعاً صحیح نہیں ہوتا۔

چونکہ حیات نبویؐ میں فدک کو حضرت فاطمہؓ کے قبضہ اور تصرف میں نہیں دیا گیا تھا اور آنجنابؐ کے تصرف میں تھا لہذا فدک کا ہبہ درست نہ ہوا۔ ۱۱
اگر بالفرض والتقدیر حضرت فاطمہؓ کو فدک بطور ہبہ اور عطیہ کے مل چکا تھا، جیسا کہ شیعہ کی پھیلائی ہوئی روایات بتلاتی ہیں تو حضرت فاطمہؓ کا حضرت صدیق اکبرؓ کے پاس دعویٰ کس لئے تھا؟ اور کس بنا پر تھا؟ فدک تو ان کے ملک اور تصرف میں تھا۔ ۱۲

۱۰ (فتاویٰ عزیزی فارسی ص ۲۱۱ تحت مسئلہ ۱۱)

منہاج السنۃ لابن تیمیہ ص ۱۶۶ ج ۲

۱۱ تحت جواب ہبہ فدک

۱۲ - تحفہ اشناعشریہ ص ۲۴۸ تحت جواب طعن سیزدہم

میزان الاعتدال للذہبی ص ۲۲۸ ج ۲ طبع مصری قدیم

۱۳ تحت ذکر علی بن عباس ازرق اسدی کوئی۔

شق و شیعہ کا واقعہ | شیعہ احباب فدک کے متعلق ان مراحل میں ناکام ہونے کے بعد ایک دیگر چیز پیش کرتے ہیں کہ صدیق اکبرؑ نے حضرت فاطمہؑ کے مذکورہ مطالبے پر ایک وثیقہ یعنی ایک تحریر لکھ دی تھی، کہ "فدک حضرت حضرت فاطمہؑ کو بطور میراث کے اپنے والد سے دیا جاتا ہے" اس کے بعد جناب عمر بن الخطابؓ آگے اور انھوں نے یہ وثیقہ حضرت فاطمہؑ سے لے کر بھاڑ دیا اور ابو بکر صدیقؓ کو کہا کہ عرب جنگ کے لئے آپ کے مقابل کھڑے ہو گئے ہیں تم مسلمانوں پر کہاں سے خرچ کرو گے۔ ۹۹۹

اس چیز کے متعلق مندرجہ ذیل معروضات ملاحظہ فرمائیں۔ اشتباہ دور ہو جائے گا۔
۱۔ روایت مذکورہ بالا شیعہ بزرگوں کی تصنیف شدہ ہے اور ان کی کتاب صول کافی جلد اول ص ۳۵۵ باب الفنی والانیال وتفسیر النخس میں ابوالحسن موسیٰ سے مروی ہے۔ اسی مضمون کو بعض تقیہ باز بزرگوں نے مثلاً سبط ابن الجوزی وغیرہ نے اپنے کلام میں نقل کر کے ہماری کتب میں مروج کر دیا ہے۔

سبط ابن الجوزی جس کا نام یوسف بن فرغلی یا فراو علی ہے اس کے متعلق ہم نے اپنی کتاب "حدیث ثقلین" ص ۱۹۰ تا ۱۹۲ طبع اول اور ص ۱۸۵ تا ۱۸۷ طبع ثانی میں پوری تشریح کر دی ہے کہ وہ سنیوں میں سنی اور شیعوں میں شیعہ مذہب رکھتا تھا اور بعض اوقات حنفیوں کے لئے فقہ حنفی پر کتابیں مدون کرتا تھا اور عجیب قسم کا ابن الوقت و ابن الدراہم اور تقیہ باز بزرگ تھا۔

۲۔ ہمارے علماء نے سبط ابن الجوزی کے کلام سے اگر یہ واقعہ کہیں نقل کر دیا ہے تو انھوں نے "وفی کلام سبط ابن الجوزی" لکھ کر تصریح کر دی ہے کہ یہ روایت اس کے فرمودات میں سے ہے اور ہماری روایت ہرگز نہیں ہے۔

اب ان گذارشات سے مسئلہ واضح ہو گیا کہ وثیقہ کی روایت مذکورہ بالا
 اگر ہماری کتابوں میں کہیں مذکور ہے تو ان تقیہ باز بزرگوں کے ذریعے نقل
 ہوئی ہے، اور علماء حضرات کو ان کے مکائد طیتہ سے خبردار رہنا چاہیے یہ
 عجیب قسم کی حیلہ گری اور فریب دہی کیا کرتے ہیں۔

وقف فدک کا مسئلہ

احباب جب مندرجہ ذکورہ بالا صورتوں میں اپنا مدعی ثابت نہیں کر سکتے تو پھر حضرت فاطمہؓ پر فدک کے وقف ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور اس کو ہماری کتب سے ثابت کرنے کے لئے عجیب ترین جعل سازی فرماتے ہیں کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے فتاویٰ عزیزہ میں وقف فدک کی روایت فلاں صفحہ پر موجود ہے اور منکر اہل بیتؑ کے ہاتھ اس کو مٹا نہیں سکتے وغیرہ وغیرہ۔
ناظرین کرام اس کے متعلق یاد رکھیں کہ :-

۱۔ شاہ عبدالعزیزؒ اپنے فتاویٰ عزیزہ میں اس مقام میں شیعہ بزرگوں کی پیش کردہ مستند روایات کا جواب فرما رہے ہیں اور وقف کی یہ روایت ان میں سے تیسری ہے جس کو آج کل کے دوستوں نے بطور دلیل کے فراہم کیا ہے۔

۲۔ فتاویٰ مذکور میں اس وقف والی روایت سوم کو رد کرنے کی خاطر نقل کیا گیا ہے پھر اس پر جرح تحریر کر دی ہے۔

۳۔ یہ دستور ہے کہ ہمیشہ فریق مخالف کے اقوال و اعتراضات کو پہلے نقل کیا جاتا ہے پھر اس کا رد کیا جاتا ہے۔ یہاں دوستوں نے اپنی کمال وقاحت کا ثبوت پیش کیا کہ جس روایت کو صاحب کتاب (بعد از نقل) خود رد کرنا چاہتے ہیں اس کو لوگوں کے سامنے اپنی دلیل بنا کر پیش کر دیا اور فریب دینے کا بالکل نرالا طرز اختیار کیا۔ اس طریق سے وہ اپنی قوم کو خوش و خرم کر کے شاباشی اور تحسین ارزاں حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

۴۔ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے مذکورہ روایت وقف کا رد اس طرح فرمایا ہے کہ ۱۔

۱۔ یہ روایت کتاب "معارض النبوة" سے لی گئی ہے اور وہ کتاب کوئی معتبر و معتد نہیں ہے (یعنی رطب دیابس ہر نوع کی روایات کا کثکول ہے)

۲۔ نیز روایت ہذا کے الفاظ و عبارت قدیم لغت کے برخلاف ہے۔ یعنی دور نبوی کی عبارات کے موافق اس کی تعبیر نہیں ہے یہ مصنوعی معلوم ہوتی ہے۔

۳۔ اور بالقرض حضرت فاطمہؓ پر وقف فدک کی روایت صحیح ہو تو یہ امامیہ و شیعہ مذہب کے برخلاف ہے کیونکہ اس سے تو معلوم ہوا کہ وہ قریہ (فدک) میراث نبوی نہیں تھا اور نہ وہ ہیہ تھا بلکہ وہ قریہ وقف تھا۔ یہی چیز تو اہل سنت کہتے ہیں کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام متروکہ چیزیں وقف تھیں (اور صدقہ فی سبیل اللہ تھیں) تو اس سے شیعہ مذہب کا مقصد ثابت نہ ہوا..... الخ

آخر میں اہل علم کے تنبیہ کے لئے درج ہے کہ "صاحب معارج النبوة" تو حضرت علیؓ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا "وصی" قرار دیتا ہے۔ حضرت علیؓ کا وصی ہونا خاص شیعہ کا مذہب ہے اہل السنۃ کا نہیں۔ جس شخص کے ایسے غلط نظریات ہوں اس کی روایات ہم پر حجت نہیں ہو سکتیں اور نہ ہی قابل قبول ہو سکتی ہیں۔ مندرجہ ذیل مقام میں مسئلہ وصی کے لئے رجوع فرمائیں۔

۱۵۔ { معارج النبوة ص ۸۵ جلد سوم رکن چہارم باب چہارم ہم فصل پنجم تحت وقائع بعد از وفات آنحضرت صلعم۔ ملبومہ قدیم ممبئی۔

تنبیہ

اس مقام میں یہ ذکر کر دینا فائدہ سے خالی نہیں ہے کہ اسلام میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات گرامی کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصی ہونا اور بعد النبی ان کی امامت بلا فصل کو فرض قرار دینا شیعہ اکابر کا اہم نظریہ ہے۔

اس کی نشاندہی ہم ان کی قدیم ترین کتب سے کر دینا مناسب خیال کرتے ہیں۔ قرن ثالث اور قرن رابع کے اکابر علماء شیعہ نے نظریہ بالا ذکر کیا ہے۔

چنانچہ صاحب "رجال کثی" نے رجال کثی میں اور علامہ ابو محمد الحسن بن موسیٰ النوبختی نے "فرق الشیعہ" میں عبارت ذیل بیان کیا ہے اور متاخرین علماء شیعہ نے مثلاً "تنقیح المقال" میں علامہ مامقانی نے بھی یہی مسئلہ درج کیا ہے :-

”وذكر اهل العلم ان عبد الله بن سبا كان يهودياً
فأسلم ووالى علياً عليه السلام وكان يقول وهو
على يهوديته في يوشع بن نون وصي موسى بالغلو فقال في
اسلامه بعد وفات رسول الله صلى الله عليه واله في علي
عليه السلام مثل ذلك وكان اول من اشهر بالقول
بفرض امامة علي عليه السلام واظهر البراءة من
اعدائه وكشف مخالفيه واكفرهم..... الخ“

۱) رجال کثی للشیخ ابی عمرو بن محمد بن عمر بن عبد العزیز الکثی ص ۱۱ طبع بیروت تحت عبد اللہ بن سبا۔

۲) فرق الشیعہ از علامہ نوبختی ص ۲۲ طبع نجف اشرف تحت السبائیة

۳) تنقیح المقال للہامقانی ص ۱۸۴ تحت عبد اللہ بن سبا۔

عبارت بالا کا مفہوم یہ ہے کہ شیعہ علماء نے ذکر کیا ہے کہ عبد اللہ ابن سبا ایک یہودی شخص تھا پھر (بظاہر) مسلمان ہو گیا اور حضرت علی المرتضیٰؑ کی ذات سے محبت کا دم بھرنے لگا یہ شخص اپنے یہودی ہونے کے دور میں یوشع بن نون کو حضرت موسیٰؑ کا "وصی" قرار دیتا تھا اور اسلام لانے کے بعد حضرت علی المرتضیٰؑ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے "وصی" ہونے کا قول کرنے لگا اور حضرت علیؑ کی امامت (بلا فصل) کی فرضیت کا قول، ان کے دشمنوں سے برائیت کا اظہار اور ان کو کافر کہنے کا قول، سب سے پہلے اسی شخص نے مشہور کیا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ :-

۱۔ حضرت علی المرتضیٰؑ کے "وصی" ہونے نظریہ شیعہ کے اکابر کی طرف سے اختراع کیا گیا ہے۔

۲۔ اور حضرت علیؑ کی "بلا فصل" امامت کے فرض ہونے کا نظریہ بھی ان کی طرف سے افتراء کیا گیا ہے۔

۳۔ شیعہ کے اکابر حضرات نے ان ہر دو نظریات کو تسلیم کیا ہے اور رد نہیں کیا۔

ان گزارشات کے پیش کرنے سے مقصد یہ ہے کہ حضرت علیؑ کے "وصی" ہونے کا نظریہ اور حضرت علیؑ کی "بلا فصل امامت" کا عقیدہ اہل سنت والجماعت کا نہیں ہے بلکہ شیعہ مذہب کا اپنا مخصوص نظریہ ہے فلہذا اس نوع کے حامل نظریات کے مصنفین کی تصانیف ہم پر حجت نہیں ہو سکتیں۔

یاد رہے شیعہ علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ عبد اللہ بن سبا، حضرت علی المرتضیٰؑ کے دور میں انہیں "الہ" اور اپنے آپ کو "ان کا نبی" کہتا تھا۔ اس نے حضرت علیؑ کے سامنے اس کا اقرار بھی کیا۔ تو حضرت علیؑ نے اسے تین دن توبہ اور استغفار کی مہلت

دی مگر وہ اپنے قول سے باز نہ آیا۔ اس بنا پر حضرت علیؑ نے اسے آگ میں ڈلواکر
جلا ڈالا۔^۱

ناتپسین پر واضح ہو گیا کہ ابن سبار کو "الوہیت مرتضوی" اور نبوت
کے دعویٰ کی بنا پر جلوا یا گیا تھا لیکن وصایت و امامت (بلا فصل) کے نظریات
یعنی یہ اس کے دونوں عقیدے شیعہ میں مقبول و منظور چلے آ رہے ہیں۔ فافہم۔

۱۔ سراج آل کشی ص ۷ طبع بیبی تحت عبد اللہ بن سبا

۲۔ تنقیح المقال ص ۱۸۲ ج ۲ - ثانی۔ تحت عبد اللہ بن سبا

”فدک اور وصیت نبوی“

فدک کے متعلق جب ہبہ اور عطیہ کی روایات بے کار ثابت ہوتی ہیں اور وثیقہ اور وقف کی روایات بھی لا حاصل ٹھہرتی ہیں اور مدعا ثابت نہیں ہوتا تو پھر یہ لوگ یہ حربہ استعمال کرتے ہیں کہ سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کے حق میں فدک کے متعلق ایک وصیت فرمائی تھی لیکن ابو بکر صدیقؓ نے اس وصیت کا ایفاء نہ کیا اور پیغمبر صلعم کی وصیت کا خلاف کر ڈالا اور پیغمبر صلعم کے نافرمان ہوئے۔

اس طعن کے جواب میں چند چیزیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں :-

۱۔ وصیت کے دعویٰ مذکورہ بالا کو ثابت کرنے کے لئے اہل سنت کی معتبر کتابوں سے صحیح روایت پیش کرنا لازم ہے۔ ضعیف اور بے اصل روایات پیش کرنے سے دعویٰ مسموع نہیں ہوگا۔ اس نوع کی روایات اگر کہیں دستیاب ہوتی ہیں تو اس فن کے قواعد معتبرہ کے معیار پر پوری نہیں اتریں۔ جو قواعد کے خلاف چیز ہو وہ قابل التفات نہیں ہوتی۔

۲۔ دوسری چیز یہ ہے کہ شیعہ اور سُنی علماء فرماتے ہیں کہ وصیت میراث کی خواہر ہے (یعنی الوصیۃ اخت المیراث)۔ پس جس مال میں میراث جاری نہیں ہو سکتی اس مال میں وصیت کس طرح جاری ہوگی؟

وجہ یہ ہے کہ وصیت کرنے والے کے فوت ہو جانے کے بعد میراث اور وصیت کا ملک منتقل ہوتا ہے اور انبیاء علیہم السلام انتقال کے بعد اپنے مال کے مالک نہیں رہتے بلکہ ان کا مال اللہ تعالیٰ کا مال ہوتا ہے، اور

بیت المال میں داخل ہوتا ہے۔ چنانچہ جب انبیاء علیہم السلام کے مال میں وراثت ثابت نہ ہوئی تو وصیت مالی "کا نفاذ بطریق اولیٰ نہ ثابت ہوگا۔ اس واسطے کہ وصیت سے وراثت قوی تر ہے اور وصیت ضعیف ہے۔
 ۳۔ اگر بالفرض وصیت نبویؐ اس معاملے میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم سے پائی گئی تھی اور صدیق اکبرؓ نے اس کا ایفاء نہ کیا اور پیغمبر علیہ السلام کی مخالفت کر ڈالی تو حضرت علی المرتضیٰ نے اپنی خلافت کے عہد میں اس وصیت کا اتمام اور ایفاء کیوں نہ کیا؟ اور حضرت فاطمہؓ کے وارثوں کو یہ حق کیوں نہ ادا کیا؟ عدم ایفاء کے ثبوت کے لئے درج ذیل حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں جو شیعہ اکابر نے لکھے ہیں۔
 (ان مقامات میں مذکور ہے کہ حضرت علیؓ نے "فدک" کو حضرت فاطمہؓ کے وارثوں کی طرف رد نہیں کیا تھا۔)

۴۔ اور پھر حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور خلافت میں اس نبوی وصیت کو کیوں نہ مکمل کیا؟ اور حق بحق دارر سید کا قاعدہ کیوں پورا نہ کیا؟
 ۵۔ نیز قابلِ توجہ یہ چیز ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر وصایا کو صحابہ کرامؓ اور اُمت محمدیہ نے پورا کرنے میں تمام تر مساعی صرف کر دیں تو حضرت فاطمہؓ کے حق میں وصیت کو پورا کرنے کے لئے تمام تر صحابہ بشمول ہاشمی حضرات کے کیوں متساہل ہو گئے؟ اور فرمان نبویؐ کو کیوں متروک فرار دیا؟

۱۔ تحفہ اشعاشعریہ ص ۲۴۹ طبع لاہور = تحت جواب طعن چہار دہم

کتاب الروضۃ (در آخر کتاب فروع کافی) جلد سوم ص ۲۹ طبع نول کشور لکھنؤ
 ۱۔ تحت خطبہ امیر المومنین علیہ السلام

۲۔ تلخیص الشافی ص ۱۴۲ طبع جدید قم = تحت عدم دفعہ

”خلاصہ کلام“

اس بحث میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا صدیق اکبرؑ سے مالی حقوق کا مطالبہ بیان کرنا ملحوظ خاطر تھا جس کو بقدر ضرورت تشریح کے ساتھ پیش کیا گیا ہے، یعنی صدیق اکبرؑ سے حضرت فاطمہؑ نے یہ مطالبہ بطور وراثت اور تواریث کیا اور صدیق اکبرؑ نے اس مسئلہ کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کی مالی وراثت نہیں ہوتی۔ ان کا متروکہ مال وقف اور صدقہ ہوتا ہے اور آپؐ کا جو مالی حق عہد نبویؐ میں ادا کیا جاتا تھا وہ من وعن جاری رہے گا۔

حضرت فاطمہؑ یہ مسئلہ معلوم کر کے صدیقی فیصلہ پر مطمئن ہو کر خاموش ہو گئیں اور اسی کے ساتھ ان کی رضامندی تھی پھر اس کے بعد نہ حضرت فاطمہؑ نے یہ مطالبہ دہرایا ہے اور نہ ہی حضرت علیؑ یا دیگر ہاشمی حضرات نے اس کے خلاف آواز اٹھائی ہے۔ یہ چیز صدیق اکبرؑ کے فیصلے کے برحق ہونے کی عملاً تائید ہے اور اس امر کی بین دلیل ہے کہ اس فیصلہ میں صدیق اکبرؑ کا موقف درست تھا۔ اور انہوں نے اعتراف نبویؐ کا کوئی ”مالی حق“ ضائع نہیں کیا۔

بحث (۴) سابع

(احراق بیت سیدہ فاطمہؑ کے متعلقات)

معارضے دوستوں نے حضرت فاطمہؑ کے سوانح اور حالات میں یہ چیز بڑے شد و مد سے ذکر کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد جب حضرت صدیق اکبرؓ منصب خلافت پر فائز ہوئے تو انہوں نے حضرت علیؓ کو بیعت کی خاطر بلانے کے لئے ان کے گھر حضرت عمرؓ فاروق کو بھیجا ان کے ساتھ دیگر صحابہ بھی تھے۔ انہوں نے حضرت علیؓ کے گھر پر جا کر ان کو گھر سے باہر نکالنے کے لئے بڑی سختی اور درشتی کا مظاہرہ کیا۔ اور خانہ فاطمہؑ سے باہر نہ آنے کی صورت میں گھر کو جلا ڈالنے کی دھمکی دی اور سیدہ فاطمہؑ کے ساتھ بڑے سلوک سے پیش آئے ان کی بعض روایات میں یہاں تک ہے کہ انہوں نے سیدہ فاطمہؑ کو زرد و کوب بھی کیا اور بہت ایذا پہنچائی۔ (معاذ اللہ، وغیرہ وغیرہ) یہ طعن حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ دونوں پر قائم کیا جاتا ہے اور ان حضرات کا اہل بیت نبویؑ کے ساتھ یہ بدسلوکی کرنا ان کے ہاں تاریخ کا ایک اہم واقعہ ہے۔

اب اس الزام کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے چند باتیں تحریر کی جاتی ہیں ان سے بعونہ تعالیٰ اس طعن کا پوری طرح ازالہ ہو جائے گا۔ پہلے باعتبار روایت کے کلام کیا جاتا ہے اس کے بعد درایت کلام ہوگا۔

”روایت کے اعتبار سے تجزیہ“

۱۔ جن روایات کی بنا پر طعن مذکور کو مرتب کیا گیا ہے وہ حدیث کی صحاح کی روایات نہیں ہیں۔ صحیح احادیث اور صحیح روایات میں ان واقعات کا نام و نشان تک نہیں ملتا اور جن کتب روایت اور تاریخ سے یہ طعن تیار کیا گیا ہے ان پر اس فن میں کوئی اعتماد و اعتبار نہیں ہے۔

۲۔ نیز جن روایات سے یہ قصہ تصنیف شدہ ہے وہ اہل علم و اہل فن کی اصطلاح میں سنداً منقطع اور متنناً مشککہ ہیں۔ (علماء اس صورتِ نقل کو خوب سمجھتے ہیں۔)

عام احباب کے لئے اس کی مختصر تشریح یہ ہے کہ جن لوگوں نے یہ قصہ نقل کیا ہے وہ خود واقعہ ہذا میں موجود نہ تھے کسی شخص نے ان کو بیان کر دیا۔ اس قصہ کا ناقل خدا جل نے کیسا شخص تھا؟ اور کون تھا؟ اور جو کچھ قصہ میں مذکور ہے وہ اس دور کے صحیح واقعات کے برخلاف پایا جاتا ہے اور اس موقع کے دیگر واقعات اس داستان کی تائید نہیں کرتے اور اس عدم تائید پر عنقریب قرائن و شواہد پیش کئے جائیں گے۔ اور ان میں کئی ایسے راوی ہیں جن کو علماء رجال احذق بالکذاب (یعنی دروغ گوئی میں بہت بڑے ماہر) قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح دیگر رواۃ بھی مختلف قسم کی جرح سے بُری طرح مجروح ہیں

۳۔ کبار علماء نے مذکورہ بالا واقعہ کی متعلقہ روایات کے حق میں تصریحاً لکھا ہے کہ:

۱۔ ایں قصہ سراسر واہی و بہتان و افتراء است هیچ

اصل نہ دارد“

یعنی (حضرت فاطمہؑ اور حضرت علیؑ کو ایذا رسانی و بد سلوکی کا) یہ قصہ سراسر واہیات، بہتان اور افتراء ہے اور بالکل بے بنیاد ہے اس کا کوئی اصل نہیں ہے

۲۔ نیز اس شرح ”شرح عقائد نسفی“ میں مولانا عبدالعزیز پر ہارویؒ نے اس کے متعلق لکھا ہے کہ :-

..... ”قلنا کذب محض“ یعنی ہم کہتے ہیں کہ یہ خالص جھوٹ ہے۔

۳۔ حضرت فاطمہؑ کی مذکورہ ایذا رسانی کو بعض شیعہ علماء نے بھی غیر معتبر و غیر مستند قرار دیا ہے۔ چنانچہ ابن ابی الحدید شیعہ اپنی شرح ”نہج البلاغہ“ میں اس کے متعلق لکھتے ہیں کہ :-

”واما ما ذكره من الهجوم على دار فاطمة وجمع الحطب لتحريقها فهو خبر واحد غير موثوق به لا معول عليه في حق الصحابة بل ولا في حق احد من المسلمين ممن ظهرت عدالتهم“

تحفہ اشاعریہ ص ۲۹۲ طبع لاہور

بحث مطاعن فاروقی تحت جواب طعن دوم

نبراس ص ۵۲۹ تحت عبارت

ولا يشترط في الامام ان يكون معصوماً۔ طبع قدیمی ملتان (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مذکورہ عبارت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ کے مکان پر لوگوں کا ہجوم کر کے آنا اور اس کے جلانے کے لئے لکڑیوں کا جمع کرنا وغیرہ کی خبر واحد ہے، قابلِ اعتماد نہیں ہے اور نہ ہی قابلِ اعتبار ہے نہ صحابہ کے حق میں (یہ چیز) جائز ہے بلکہ مسلمانوں میں سے جن کی عدالت اور دیانت نمایاں ہے ان میں سے کسی مسلمان کے حق میں بھی (یہ چیز) جائز نہیں۔“

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

شرح تہج البلاغۃ لابن ابی الحدید الشیعہ ج ۳۱ طبع بیروت
تحت متن قوله عليه السلام لعمار بن ياسر وقد سمعہ يراجع
كلاماً دعه يا عمار

”درایت کے اعتبار سے تجزیہ“

حضرت فاطمہؑ اور حضرت علیؑ کے ساتھ موقعہ ہذا پر انداز سانی اور بدسلوکی کی یہ داستان ہمارے نزدیک بالکل غلط ہے اور اس میں حبیبہؑ بھر صداقت نہیں اکابر صحابہؓ کو مطعون کرنے کی خاطر یہ روایت وضع کی گئی ہے۔

۱۔ بالفرض والتقدیر اگر مندرجہ بالا قصے صحیح ہیں تو یہ حضرت علیؑ کی شجاعت اور غیرت پر ایک ناقابل تلافی داغ ہے اور یہ چیز اس دور کے واقعات کے بھی بالکل خلاف ہے۔ کیونکہ یہ مسلم چیز ہے کہ حضرت علیؑ نے اُنہی خلفاء سے بیعت کر لی تھی اور ان کی اقتدار میں پنجگانہ نمازیں باجماعت ادا کرتے رہے تھے اور ان کی آراء اور جماعتی مشوروں میں برابر شریک و شامل رہے اور مجالس مشاورۃ میں بارہا انہیں حاضر دیکھا گیا آپ بیت المال سے عطایا اور اموال بھی حاصل کرتے رہے اور ان خلفاء سے رشتہ داری کا نسبی تعلق بھی انھوں نے قائم رکھا تھا۔

۲۔ نیز اکابر ہاشمی حضرات اس واقعہ ہائلہ پر کیوں خاموش رہے؟؟ حالانکہ مذکورہ چیزیں ان کے خاندانی وقار اور حمیت کے منافی تھیں۔

۳۔ اور اسی طرح اکابر صحابہ کرامؓ نے حضرت فاطمہؑ اور حضرت علیؑ کے ساتھ اظہارِ رفاقت اور حمایت کیوں نہیں کیا؟؟ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت

عمر فاروقؓ کے مقابلہ میں حق کی حمایت سے کیوں دستبردار ہوئے اور حق گوئی سے کیوں خاموش ہو گئے؟؟ اہل تواتر کا محض کذب پر جمع ہونا کسی طرح لائق قبول نہیں۔

درحقیقت بات وہی درست ہے جو مولانا حیدر علیؒ نے اپنی کتاب ”منتہی الکلام“ میں واقعہ ہذا کے متعلق تحریر کی ہے۔
وہ لکھتے ہیں کہ :-

”..... یہ سب تہمتیں صنعا کے یہودیوں کے اکابر کی طرف سے ہیں اور ایران کے مجوسیوں کی پیدا کردہ ہیں جنہوں نے اپنے جگر میں فاروق اعظمؓ کے ہاتھوں کاری زخم کھائے ہوئے تھے اور اپنے سینہ میں دیرینہ عداوت کے تخم کاشت کئے ہوئے تھے۔ معتبر روایات سے آپ کو معلوم ہے کہ مانعین زکوٰۃ کی سرکوبی کے لئے صدیق اکبرؓ عجب اٹھتے تھے تو حضرت فاروق اعظمؓ ان کی حمایت میں کھڑے ہو گئے تھے اور ان کی کلمہ گوئی کا حق صدیق اکبرؓ کو یاد دلایا تھا۔ پس ایسی شخصیت کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے کہ وہ صدیق اکبرؓ کے منصب خلافت پر قائم ہونے کے وقت اہل بیت اطہار کے حق میں حمایت کرنے سے گریز کریں گے۔ اور حق گوئی سے دستبردار ہو جائیں گے۔؟؟؟“

یہ ہرگز درست نہیں ہو سکتا۔

در اصل اس وقت جناب صدیق اکبرؓ کی بیعت خلافت کا مسئلہ درپیش تھا۔

اس پر باہمی گفتگو اور رائے دہی کی جا رہی تھی جو واقعہ کوئی بُری بات نہیں۔ وہاں کوئی ہنگامہ آرائی اور فتنہ خیزی نہیں ہوئی تھی۔ صحابہ کرامؓ نے بشمول ہاشمی اکابر کے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ تعجیلاً بیعت کر لی تھی اور یہ سلسلہ تین ایام کے اندر اندر بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ طے ہو کر منزل تکمیل تک پہنچ گیا تھا۔

بالفرض اگر کوئی چیز اس موقع پر اختلاف رائے کے درجہ میں پیش آئی تھی جو عند العلاء کوئی قبیح نہیں ہے، تو وہ بھی قلیل مدت میں عمدہ اسلوب کے ساتھ تمام ہو گئی تھی۔ اس کو کھینچ کر شش ماہ تک لیجانا روادا کی اپنی طرف سے ہے۔
(خافہم)۔

بحث ۵ خامس

سیدہ فاطمہؓ کے جنازہ کا مسئلہ

معارض احباب اس چیز کو بھی بڑے آب و تاب سے ذکر کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ کا جب انتقال ہوا تو حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کا جنازہ پڑھ کر شب وفات میں ہی دفن کر دیا۔ چونکہ حضرت فاطمہؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے ناراض تھیں اس وجہ سے حضرت علیؓ نے ابوبکر صدیقؓ اور دیگر صحابہؓ کو کوئی اطلاع نہ کی اور ان حضرات کو سیدہ فاطمہؓ کے جنازہ میں شامل نہیں ہونے دیا۔

اس شبہ کے ازالہ کے لئے ذیل میں چند معروضات پیش کی جاتی ہیں ان کے ملاحظہ کرنے سے یہ اشتباہ زائل ہو کر حقیقت واقعہ سامنے آجائے گی۔

— (اَوَّل) —

حضرت فاطمہؓ کا انتقال پُر ملاں شب سہ شنبہ (منگل) سوم رمضان شریفؑ میں مغرب اور عشاء کے درمیان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے قریباً شش ماہ بعد ہوا تھا۔ اور یہ مدینہ شریف کا واقعہ ہے اور حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کا مسجد نبویؐ کے متصل شرقی جانب دولت خانہ تھا۔ اسی میں آنحضرتؐ کا انتقال ہوا اور صدیق اکبرؓ کا دولت خانہ اسی مسجد نبویؐ کے متصل غربی جانب تھا گویا ان دونوں گھروں کے درمیان صرف مسجد نبویؐ تھی اور کوئی دوسرا گھر تک نہیں تھا نیز حضرت علیؓ پانچ وقت مسجد نبویؐ میں باجماعت نماز

کے لئے تشریف لاتے تھے ظاہر ہے کہ ان کی صدیق اکبرؑ سے ملاقات ہوتی تھی۔
 نیز یہ اہم چیز قابل لحاظ ہے کہ صدیق اکبرؑ کی زوجہ محترمہ حضرت اسماء بنت عمیس
 حضرت فاطمہؑ کی تیمارداری اور خدمت گزاری کے لئے حضرت صدیق اکبرؑ کے
 گھر سے حضرت علیؑ کے گھر تشریف لاتی تھیں اور ان کی خدمات سرانجام دیتی تھیں۔
 یہ تمام امور ثابت کرتے ہیں کہ سیدہ فاطمہؑ کے حال احوال تک کی ان کو خبر ضرور
 ہوتی تھی ظاہر ہے کہ انتقال کی اطلاع بھی حضرت صدیق اکبرؑ کو بالیقین تھی۔ سیدہ
 فاطمہؑ کے ارتحال کی صدیق اکبرؑ کو خبر نہ ہونا اس موقع کے واقعات و حالات
 کے بالکل برعکس ہے۔

اس تفصیل سے یہ حقیقت کھل جاتی ہے کہ صدیق اکبرؑ اور دیگر حضرات صحابہؓ
 حضرت فاطمہؑ کے جنازہ میں یقیناً شامل ہوئے تھے اور ان حضرات نے اپنے مقدس
 نبی کی صاحبزادی کی صلوٰۃ جنازہ کا برابر حق ادا کیا تھا جیسا کہ درج ذیل حوالہ جات سے
 یہ سہلہ واضح ہو رہا ہے۔

۱۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت فاطمہؑ بنت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر چار
 تکبیروں کے ساتھ نماز جنازہ پڑھی۔

۲۔ جب حضرت فاطمہؑ کا انتقال ہوا تو حضرت علیؑ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے
 بازو کو پکڑ کر نماز جنازہ کے لئے مقدم کیا اور انھوں نے جنازہ پڑھایا پھر

۱۔ کتاب سلیم بن قیس الشیعی ص ۲۲۲ مطبوعہ نجف اشرف مطبع حیدریہ

۲۔ طبقات ابن سعد ج ۱۹ تحت تذکرہ فاطمہؑ (طبع لیدن)

المبسوط لشمس الائمہ السرخسی ج ۶۳ (طبع اول مصری)

۲۔ باب غسل المیت

(سیدہ فاطمہؓ) کو رات میں ہی دفن کر دیا گیا۔

مندرجہ بالا حوالہ جات میں ان کبار علماء نے واضح طور پر تحریر فرمایا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت فاطمہؓ کے جنازہ میں شامل ہوئے اور صلوٰۃ جنازہ پڑھی۔ لہذا حضرت صدیق اکبرؓ کے حق میں حضرت فاطمہؓ کے جنازہ میں عدم شمول کا اعتراض صحیح نہیں ہے۔

۱۔ السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲۹ کتاب الجنائز۔ (طبع اول دکن)

۲۔ کنز العمال ج ۱۱۳ تحت فضائل سیدہ فاطمہؓ (طبع اول دکن)

۳۔ کنز العمال ج ۳۱۸ تحت فضل صدیقؓ (مسند علی ابن ابی طالبؓ)

۴۔ ریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ ج ۱۵۶ باب وفات فاطمہؓ

حلیۃ الاولیاء لابن نعیم اصفہانی ج ۹۶

۵۔ تحت میمون ابن مهران

۶۔ البدائع والصنائع لعلاء الدین کاشانی ج ۳۱۳

تحفہ اثنا عشریہ ص ۴۵

۷۔ آفرجواب طعن چہار دہم (مطالعن صدیقی)

(دوم)

مسئلہ ہذا کے متعلق اسلامی ضابطہ

اس سے مقام میں ”شرعی قاعدہ“ یہ ہے کہ نہجگانہ نماز ہو یا صلوٰۃ جنازہ ہو یا دیگر جماعت سے ادا کی جانے والی نمازیں ہوں ان کی امامت کا حقدار خلیفہ اسلام ہوتا ہے۔ اگر خلیفہ وقت موجود نہ ہوں یا کسی وجہ سے پہنچ نہ سکے تو ان کی طرف سے مقرر شدہ شخص امامت کا مستحق ہوتا ہے اسی قاعدہ سے حضرت امام حسینؑ نے حضرت امام حسنؑ کے جنازہ پر امیر معاویہؓ کے نمائندے سے حضرت سعید کو امامت کے لئے آگے کیا تھا۔

یہ قاعدہ ابتدائے اسلام سے لے کر ہر دور کے مسلمانوں میں مسلم چلا آیا ہے۔ شیعہ و سنی علماء اس مسئلہ کو درست تسلیم کرتے ہیں اور اپنی تصانیف میں باب ”الامامۃ“ کے عنوان کے تحت دونوں حضرات اس کو ذکر کیا کرتے ہیں۔ مندرجہ ذیل مقامات کی طرف رجوع کر کے تسلی کر لیں۔ یہاں صرف شیعہ کتب سے دو عدد حوالے ذیل میں مذکور ہیں:-

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں جب وقت کا امیر جنازہ کے موقعہ پر موجود ہو تو وہ تمام لوگوں سے امامت کا زیادہ حق دار ہے۔^۱

۱۔ (۱) فروغ کافی ص ۹۳ کتاب الجنائز۔ باب اولی الناس بالصلوٰۃ علی المیت

الاشعثیات من ۲ مع قرب الاسناد

۲۔ باب من احق بالصلوٰۃ علی المیت۔ تألیف محمد بن محمد بن الاشعث الکوفی

حضرت فاطمہؓ کی تاریخ وفات پر ابو بکر صدیقؓ مدینہ طیبہ میں موجود تھے کہیں
انغائب یا سفر وغیرہ میں نہیں تھے اور ان کو حضرت فاطمہؓ کے جنازہ کی اطلاع یقیناً تھی
اور وہ ضرور تشریف لائے تھے یہ

قائدہ مذکورہ بالا کی رو سے خلیفہ اول امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیقؓ حضرت
فاطمہؓ کی نماز جنازہ پڑھانے کے زیادہ حق دار تھے اس بنا پر انھوں نے ہی حضرت
فاطمہؓ کی نماز جنازہ پڑھائی اور اپنے مقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کا حق
ادا کیا۔

مزید تفصیلات ہماری کتاب ”رَحْمَاءُ بَيْنَهُمْ“ حصہ صدیقی
ص ۱۷۹ تا ص ۱۸۳ پر ملاحظہ فرمائیں۔

(سوم)

مسئلہ ہذا کے متعلق تاریخی شواہد

شرعی قاعدہ کے موافق اسلام کے ابتدائی دور میں مسلمانوں کے تمام جنازے اور ہاشمی حضرات کے جنازے بھی امیر وقت اور حاکم وقت ہی پڑھایا کرتے تھے۔

اس چیز پر ہم ذیل میں واقعات کی صورت میں چند شواہد پیش کرتے ہیں کہ ہاشمی حضرات کے یہ سب جنازے خلفاء وقت نے خود پڑھائے۔

۱۔ نوفل بن حارث بن عبد المطلب بن ہاشم کی وفات^{۳۱۲ھ} میں مدینہ شریف میں ہوئی اور خلیفہ وقت حضرت عمر فاروقؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

۲۔ حضرت عباسؓ بن عبد المطلب کا انتقال^{۳۲ھ} میں مدینہ طیبہ میں ہوا۔ حضرت عثمان غنیؓ ذوالنورین خلیفہ وقت تھے۔ انھوں نے حضرت عباسؓ کا جنازہ پڑھایا اور انہیں جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ ۳

۱۔ طبقات ابن سعد ص ۳۳۲ جلد ثانی = تحت ذکر نوفل بن حارث بن عبد المطلب

(۲) مستدرک للحاکم ص ۲۲۶ ج ۳ = تحت ذکر وفات نوفل بن حارث

۳۔ (۱) طبقات ابن سعد ص ۲۲ ج ۳ = تذکرہ عباسؓ بن عبد المطلب

الاستیعاب ص ۱۱۱ جلد ثالث مع الاصابہ۔

(۲) تحت ذکر عباسؓ بن عبد المطلب

(۳) تاریخ اسلام للذہبی ص ۹۹ ج ۲ = تحت ذکر عباسؓ بن عبد المطلب

۳۔ حضرت امام حسن بن علیؑ کا انتقال بعض روایات کے مطابق شہر میں مدینہ شریف میں ہوا۔ اس وقت خلیفہ وقت حضرت امیر معاویہؓ شام میں تھے۔ ان کی جانب سے مدینہ شریف میں والی اور امیر سعید بن العاص اموی تھے اس وقت حضرت سیدنا حسینؑ بن علیؑ خود بہ نفس نفیس حاضر تھے جب جنازہ تیار ہوا تو حضرت سیدنا حسینؑ نے نماز جنازہ پڑھانے کے لئے سعید بن العاص کو مقدم کرتے ہوئے فرمایا "اگر یہ سنت شرعی نہ ہوتی تو میں آپ کو مقدم نہ کرتا۔ آپ امیر وقت ہیں جنازہ پڑھائیے" چنانچہ سعید بن العاص اموی نے حضرت سیدنا حسنؑ کا جنازہ پڑھایا اور جناب سیدنا حسینؑ بن علیؑ نے ان کی اقتدار میں اپنے پیارے بھائی کی نماز جنازہ ادا فرمائی۔

اہل علم حضرات کے لئے حضرت سیدنا حسینؑ کا مذکور فرمان بلفظ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے جو طرفین کے نزدیک ایک مسلم فرمان ہے۔

لولا انها السنة لما قدمتك بله... الخ

اور شیعہ کے اکابر علماء نے بھی حضرت سیدنا حسینؑ کے اس فرمان کو مقامات ذیل میں نقل کیا ہے ۱۰

- ۱۰ (۱) الاستیعاب ص ۳۷۳ تحت تذکرہ امام حسنؑ
- (۲) السنن الکبریٰ للبیہقی ص ۲۹ کتاب الجنائز
- (۳) المبسوط لشمس الاشمہ السرخسی ص ۶۲ ج ۱-۲
- (۴) باب غسل المیت - طبع اول مصری
- ۱۱ (۱) مقاتل الطالبین لابن الفرج الشیعی الاصفہانی ص ۵۵ ج ۱-اول تحت آخر تذکرہ امام حسنؑ بن علیؑ
- (۲) شرح نہج البلاغۃ لابن ابی الحدید الشیعی ص ۲۵ ج ۱-۲ طبع بیروت تحت ذکر موت الحسنؑ و فہم۔

۴ — ۸۰ھ میں حضرت عبداللہ بن جعفر طیارؓ کا مدینہ منورہ میں انتقال ہوا۔ اس وقت عبدالملک بن مروان کی طرف سے امیر مدینہ حضرت ابان بن عثمانؓ تھے۔ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کا جنازہ حضرت ابان بن عثمانؓ غنیؓ نے پڑھایا۔^۱ اور شیعہ علماء نے بھی حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کے جنازہ کے متعلق اسی طرح لکھا ہے کہ عبداللہ بن جعفرؓ کا جنازہ حضرت ابان بن عثمانؓ غنیؓ نے مدینہ شریف میں پڑھایا تھا۔^۲

مزید تفصیلات کے لئے ہماری کتاب رُحَمَاءَ بَيْنَهُمْ حصہ صدیقی کے ص ۱۸۳ تا ص ۱۹۰ ملاحظہ فرمائیں۔

مذکورہ بالا تاریخی شواہد پر نظر کرنے سے یہ سہ واضح ہو گیا کہ مسلمانوں کا خلیفہ وقت باقی نمازوں کی طرح نماز جنازہ پڑھانے کا بھی زیادہ حقدار ہے بالخصوص سیدنا حضرت حسینؓ کے مذکورہ قول و عمل نے اس قاعدہ شرعیہ کے صحیح ہونے پر مہر تصدیق لگا دی ہے۔ پس اس قاعدہ کی بناء پر جو تمام مسلمانوں میں اور خصوصاً بنی ہاشم میں مروج رہا ہے حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ بھی مسلمانوں کے خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ نے پڑھائی تھی اور حضرت علی المرتضیٰؓ اس جنازہ میں شریک شامل تھے۔

۱۔ الاستیعاب ص ۲۶۷ چ ۱۱۱۱ تذکرہ عبداللہ بن جعفر طیار

۲۔ اسد الغابہ ص ۱۳۵ چ ۱۱۱۱۱ تذکرہ عبداللہ بن جعفرؓ

عمدة الطالب فی انساب آل ابی طالب ص ۳۸

۱۔ تحت بحث عقب جعفر طیارؓ

۲۔ منتهی الآمال ص ۲۰۵ فصل ہفتم تحت ذکر عبداللہ بن جعفر طیارؓ

— (چھ کلام) —

اشتباه کا ازالہ

حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے جنازہ کے مسئلہ کو ہم نے ایسے طریقے سے واضح کر دیا ہے کہ ایک منصف مزاج آدمی گذشتہ معروضات پر نظر کرنے کے بعد اطمینان حاصل کر لے گا کہ سیدہ فاطمہؑ کا جنازہ خلیفہ اول حضرت صدیق اکبرؑ نے پڑھایا تھا اور حضرت علی المرتضیٰؑ اور دیگر اکابر ہاشمی حضرات اور صحابہ کرام اس میں شامل تھے۔

اب یہ چیز باقی رہ گئی ہے کہ بعض روایات میں پایا جاتا ہے کہ :-
”حضرت علیؑ نے حضرت فاطمہؑ پر نماز جنازہ پڑھی اور رات کو ہی دفن کر دیا اور ابو بکر صدیقؓ کو اطلاع تک نہیں کی۔“

اس چیز کے متعلق ناظرین کرام خوب یاد رکھیں کہ :-
 مذکورہ بالا الفاظ اصل روایت میں راوی کی اپنی طرف سے تشریحاً اضافہ کئے گئے ہیں اصل روایت کے الفاظ نہیں اور اس موقع کی دیگر تمام روایات اس بات کو نمایاں طور پر واضح کرتی ہیں۔

اصل روایت میں اپنی جانب سے اضافہ کرنے والے بزرگ :- ابن شہاب زہریؒ ہیں جنہوں نے اپنی طرف سے اصل واقعہ میں آمیخت اور اوراج کر کے اسے پیش کیا ہے اور اسی وجہ سے علم ناظرین کو اس معاملہ میں پریشانی لاحق ہوتی ہے۔

۲۔ نیز مذکور بالا خط کشیدہ الفاظ کسی صحابی کی طرف منسوب نہیں اور نہ ہی کسی صحابی نے فرمائے ہیں۔ بلکہ یہ صرف ابن شہاب الزہری کا اپنا گمان اور خیال ہے اور اس قول زہری کے حق میں "تعامل صحابہ کرام" "تعامل بنی ہاشم" یا تعامل اُمت کوئی ایک بھی مؤید و مصدق نہیں پایا گیا بلکہ یہ تینوں اس کے برخلاف ہیں جیسا کہ گذشتہ صفحات میں گزرا ہے۔

۳۔ اور یہ چیز بھی قابل ذکر ہے کہ اس روایت میں ادراج کرنے میں ابن شہاب الزہری "متفرد" ہیں۔ ان کے ساتھ اس مسئلہ میں کوئی دوسرا راوی متفق نہیں۔ اور ایسے راویوں کے متفرد اقوال قبول نہیں کئے جاتے اور ایسے اقوال کو راوی کے اپنے ظن اور گمان کے درجہ میں شمار کیا جاتا ہے۔ جو دوسروں پر حجت نہیں۔ اور راوی ثقہ بھی ہو تو اس کا ادراج سند نہیں بنتا۔ فلہذا الزہری کا یہ گمان متروک ہے۔ اور مسئلہ وہی صحیح ہے جو اوپر مذکور ہوا کہ قاعدہ شرعی کے موافق حضرت صدیق اکبرؓ (خلیفہ اسلام) نے حضرت سیدہ فاطمہ الزہراءؓ رضی اللہ عنہا کا جنازہ پڑھایا تھا۔

توہمات

قبل از یہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے تذکرہ کے
 آخر میں چند اہم مباحثہ ذکر کئے گئے تھے یہاں بعض
 لوگوں نے عوام الناس میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم
 کے صرف ایک صاحبزادی ہونے کے مسئلہ پر توہمات
 پھیلا دیئے ہیں۔ اسے دہرے مزدرت محسوس کئے گئے ہیں
 کہ دفع توہمات کا عنوان قائم کر کے انے توہمات کا بھی ازالہ
 کیا جائے۔ اور جو چیزیں قابلے جواب ہوں انے کا مناسب
 جواب دے دیا جائے۔

اس مختصر سی وضاحت کے بعد یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ پہلے
 پیدا کردہ وہم کو درج کیا ہے اس کے بعد ساتھ ہی اسے
 ازالہ کر دیا گیا ہے۔

وہم ① اول

دعوتِ عشرۃ کا مسئلہ

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :-

”وانذار عشرتک الاقربین..... الخ (سورہ شعراء رکوع آخری)

یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے کہ اپنے زیادہ قریبیوں کو ڈرائیے۔

اس مسئلہ کو ”دعوتِ عشرۃ کا مسئلہ“ سے تعبیر کرتے ہیں۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قریبی رشتہ داروں کو بلا کر توحید و رسالت کی دعوت پیش فرمائی، عذابِ قیامت سے ڈرایا اور اپنے اپنے عمل و کمزاری کے محاسبہ کی فکر اور آخرت کے حساب کی طرف توجہ دلائی اور اپنے قبیلہ کے لئے اندازہ و تنذیر کا حق ادا فرمایا :-

اس موقع پر قریش کے اہم قبائل کو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے نام لے کر خطاب کیا تھا مثلاً یا معشرِ قریش (اے قریش کی جماعت)، یا بنی کعب، یا بنی مرہ یا بنی عبد مناف یا بنی عبد شمس یا بنی ہاشم یا بنی عبد المطلب وغیرہ وغیرہ عنوانات کے ساتھ لپکار کر دعوت مذکورہ پیش کی۔

واقعہ ہذا سے متعلق صحاح کی روایات ایک طرح کی ہیں اور صحاح کے ماسوا کتب کی روایات ایک دوسرے مضمون پر مشتمل ہیں۔

مصححین کی بعض روایات میں ان مذکورہ بالا قبائل میں سے تین افراد کے نام شخصی طور پر مذکور ہوئے ہیں ایک حضرت عباس رضی (عم نبویؑ) دوسرے حضرت صفیہؓ (سنت عبدالمطلب - عمتہ محترمہ نبویؑ) اور تیسرے حضرت فاطمہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ باقی قبائل میں سے کسی فرد کے حق میں شخصی طور پر مذکور نہیں۔ البتہ قبیلہ کے نام سے خطاب موجود ہے۔

اس دور کے شیعہ دوست یہاں ایک ایک صاحبزادی ہونے پر وہم پیدا کیا کرتے ہیں کہ اس مخصوص اقربا کے اجتماع میں صرف حضرت فاطمہؓ کو کو شامل کیا گیا ہے اگر کوئی دوسری حقیقی بیٹی ہوتی تو اسے بھی اس اجتماع میں بلا کر شامل کیا جاتا۔

یعنی حضرت زینبؓ حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ اگر حقیقی اور نسبی و صلبی بیٹیاں ہوتیں تو انہیں بھی اس مخصوص قریبی رشتہ داروں کے اجتماع میں شامل کیا جاتا۔ یہ چیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایک ہی حقیقی بیٹی (حضرت فاطمہؓ) ہونے کی دلیل ہے۔

دفع وہم

اس مقام میں مختلف قسم کی روایات پائی جاتی ہیں۔ ان میں سے غیر صحاح کی روایات قابل اعتناء نہیں ہیں۔

اور جو روایات صحاح میں مذکور ہیں ان کے اعتبار سے ذیل میں چند چیزیں پیش کی جاتی ہیں۔

صحاح کی روایات میں سے بعض میں صرف قبائل قریش کو عمومی ندادی گئی ہے کسی کو شخصی نام سے نہیں پکارا گیا اور بعض روایات میں قبائل قریش کے ساتھ حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ کو شخصی طور پر ندادی گئی ہے اور بعض دیگر روایات میں قبائل قریش کے ساتھ حضرت عباسؓ حضرت صفیہؓ اور حضرت فاطمہؓ تینوں حضرات کو شخصی ناموں سے پکارا جانا مذکور ہے۔

ایک مسلم قاعدہ ہے کہ عدم ذکر الشئ، عدم وجود الشئ کو مستلزم نہیں ہوتا۔

”کسی ایک شے کا نہ ذکر کیا جانا اس کے موجود نہ ہونے کو لازم نہیں۔“

۱۔ روایت میں صرف حضرت عباسؓ (حقیقی عم نبویؐ) کا ذکر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے باقی غیر مذکور اعمام نبویؐ حضرت حمزہؓ اور ابوطالبؓ زبیر بن عبد المطلبؓ عارض بن عبد المطلبؓ وغیرہم کے غیر موجود ہونے اور غیر حقیقی چچا ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔ کسی کو یہ کہنے کا حق نہیں کہ چونکہ آپؐ نے اس اجتماع میں صرف حضرت عباسؓ کو آواز دی تھی اس سے ثابت ہوا کہ آپؐ کے حقیقی چچا صرف یہی تھے حضرت حمزہؓ، اور ابوطالبؓ آپؐ کے حقیقی چچا نہ تھے۔

۲۔ اسی طرح روایت میں صرف ایک چچو بھی حضرت صفیہؓ (حقیقی عمۃ النبیؐ) کا ذکر موجود ہے سوان کا ذکر خیر باقی عمات نبویؐ مثلاً عاتکہ بنت عبد المطلبؓ برہ۔ ام حکیم بیضاؤ وغیرہا کے غیر موجود ہونے پر اور ان کے غیر حقیقی وغیر صلبی چچو بھیاں ہونے کی دلیل نہیں بن سکتا۔

۳۔ غیر صحاح کی روایات میں صرف ایک حضرت علی المرتضیٰؑ کا نام مذکور ہے۔ تو حضرت علیؑ کے باقی برادران حضرت جعفر عقیلؓ وغیرہما کے مذکور نہ ہونے سے ان کے غیر موجود ہونے پر اور ان کے غیر حقیقی وغیر صلبی اور غیر نسبی برادر ہونے پر

استدلال نہیں کیا سکتا۔

بنا بریں صرف ایک حضرت فاطمہ الزہراؑ کا روایات میں مذکور ہونا، آنحضرتؐ کی باقی غیر مذکور خواہران کے وجود کی نفی پر دلالت نہیں کرتا۔ اور حضرت زینبؓ حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ کے غیر صلبی اور غیر نسبی ہونے کی دلیل نہیں بن سکتا اور ان دیگر خواہران کے غیر حقیقی ہونے پر اس طرح استدلال کرنا کسی طرح صحیح نہیں ہے۔

معتول وجہ | شیعہ بزرگوں نے یہاں ایک سوال قائم کیا ہے کہ دعوتِ عشرہ کے موقع پر حضرت فاطمہؑ کی باقی بہنوں کے حاضر نہ ہونے اور شامل نہ کئے جانے کی معتول وجہ پیش کی جاتے، حالانکہ وہ تینوں عاقلہ بالذہن مکہ میں زندہ موجود تھیں پھر ان کو کیوں شامل نہیں کیا گیا ؟

اس کے لئے مندرجہ ذیل معروضات ذکر کی جاتی ہیں ان پر توجہ فرمانے کی ضرورت ہے مسئلہ حل ہو جائے گا۔

۱۔ اقربین کے اجتماع میں بنی ہاشم کے مردوں اور بنی عبدالمطلب کے مردوں میں سے دعوتِ عشرہ میں حضرت عباسؓ اور ابولہبؓ ہی نظر آتے ہیں باقیوں کا ذکر غائب ہے۔ تو آپ ان کے عدم ذکر کی اور عدم شمول کی جو معتول وجہ بیان کریں گے اس کی روشنی میں ہم بھی ان تینوں بیٹیوں کے عدم ذکر کی وجہ عرض کر سکیں گے۔

۲۔ ہاشمی اور مطلبی بہت سی خواتین ہیں دعوتِ عشرہ میں ان کا برخواتین میں سب سے بڑی خاتون صرف ایک حضرت صفیہؓ نظر آتی ہیں باقی سب خواتین غائب ہیں۔ تو آپ ان خواتین کے عدم ذکر اور عدم شمولیت کی جو معتول وجہ پیش کریں گے آپ کو اپنے سوال کا جواب بھی اس میں نظر آ جائے گا۔

۳۔ اقربین کے اس اجتماع خاص میں نوخیز لڑکوں میں سے (بعض غیر صحاح کی روایات

کے اعتبار سے) صرف ایک حضرت علیؑ نظر آتے ہیں باقی ان کے برادران سب غائب ہیں۔ ان کے عدم ذکر اور عدم شمول کی معقول وجہ پیش کرنی چاہیے کیا اس عمر کے نوجوانوں میں اور کوئی حضورؐ کے اقربین میں سے نہ تھا؟

بنی ہاشم کی لڑکیوں میں سے اس اقرار کے اجتماع میں صرف ایک حضرت فاطمہ الزہراءؑ کا نام مذکور ہوا ہے باقی لڑکیوں اور باقی صاحبزادیوں میں سے اگر کسی کا نام مذکور نہیں تو اس کی معقول وجہ آپؐ کو ہمارے پہلے سوالوں کے جواب میں نظر آجائے گی۔

پہلے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ باقی اعمام نبویؐ باقی عمامت نبویؐ اور باقی عہد نبویؐ حضرت شریفؑ کی عدم شمولیت اور غیر حاضری اور غیر مذکور ہونے کی کیا معقول وجہ ہے؟ یہ حضرات مکہ شریف میں زندہ موجود اور حاضر تھے اور نہ ان نبویؐ تمام اقربا کے لئے عام تھی۔ پھر آپؐ نے ان کو کیوں نہ بلایا اور اگر بلایا تھا تو اپنے خطاب میں انہیں کیوں نہ نمایاں کیا۔ ماہو جوابکم فہو جوابنا۔

شیعہ کے قدیم علماء اور مجتہدین آیت
وانذار عشیرتک الاقربین.....
کے تحت غیر صحاح کی جس روایت سے
حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت بلا فصل پر

خلافت بلا فصل پر شیعہ کا استدلال

استدلال کرتے ہیں اس کا مضمون درج ذیل ہے۔

کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت لانا کے نزول کے بعد اپنے اقرباء کا ایک خصوصی اجتماع فرمایا اور ان کو دعوت طعام پیش کی۔ اس میں دین اسلام کی دعوت پیش کرنا مقصود تھی لیکن اس کا موقع نہ ملا۔ اور قوم خورد و نوش کے بعد اٹھ کھڑی ہوئی۔ پھر اسی طرح متعدد بار یہ مجلس طعام قائم ہوئی۔ اقرباء کی اس مجلس طعام کا انتظار کرتے رہے حضرت علیؑ تھے۔ آخری بار آنجناب نے اس مجلس میں ارشاد فرمایا کہ

میں تمہارے پاس دنیا اور آخرت کی خیر لایا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ اس کی طرف آپ کو دعوت دینے کا حکم فرمایا ہے۔ اور فرمایا..... وایکم یوازرفی علی امری ویکون اخي ووصیتی وخیلفتی..... الخ (یعنی تم میں سے کون ہے وہ شخص جو میری اس معاملہ میں معاونت کرے اور میرا بھائی بنے اور میرا وصی ہو اور میرا خلیفہ ہو..... الخ)

اس دعوت پر تمام قوم خاموش ہو گئی حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں ان سب میں نوعمر تھا میں نے عرض کیا کہ میں آپ کا اس معاملہ میں وزیر ہوں گا۔ تو آنجناب نے میری گردن پکڑ کر فرمایا:-

..... قال ان هذا اخي ووصیتی وخیلفتی فایکم فاسمعوا

له واطیعوا..... الخ

”یعنی آنجناب نے میری گردن کو پکڑا اور فرمایا کہ تم میں سے علیؓ میرا بھائی ہے میرا وصی ہے اور تم میں میرا خلیفہ ہے اس کی بات مانو اور اس کی اطاعت کرو..... الخ“

شیعہ حضرات اس روایت میں ”وصی“ اور ”خلیفتی“ کے الفاظ سے حضرت علیؓ کی خلافت بلا فصل پر استدلال کرتے ہیں۔

دفعہ دوم

یہ روایت جس آیت کے تحت بیان کی جا رہی ہے پہلے اس آیت پر غور کیجئے۔

۱۔ آیت مذکورہ بالا سے خلافت کا مضمون ہرگز ثابت نہیں۔ اور نہ ہی مسئلہ

خلافت پر اس آیت کی دلالت پائی جاتی ہے آیت میں صرف اقربا کے
انذار و تنذیر کا حکم پایا جاتا ہے خلافت سے اس کا کچھ تعلق نہیں۔

۲۔ اب روایات کے باب میں اس مقام میں جو صحاح کی روایات ہیں اور
ان کا ذکر پہلے گزر چکا ہے ان روایات میں کہیں حضرت علیؑ کی خلافت کے
متعلق کچھ مضمون نہیں پایا جاتا اور نہ ہی اس کا ذکر موجود ہے۔

۳۔ اب غیر صحاح کی وہ روایات جو آیت مذکورہ بالا کے تحت اس واقعہ کے
متعلق دستیاب ہوتی ہیں اور ان میں دعوتِ طعام اور وصی اور خلیفہ کے
الفاظ پائے جاتے ہیں۔ ایسی روایات فنِ روایت کے قواعد کے اعتبار
سے ہرگز درست نہیں۔ ان کے رواۃ میں عبدالغفار بن قاسم اور منہال بن عمرو
وغیرہ جیسے راوی نہایت مجروح اور مقدوح ہیں ان کا شیعہ علمائے شیعہ ہونا
تسلیم کیا ہے اور ہمارے علماء نے ان کو متروک کذاب شیعہ اور رافضی کے
الفاظ سے تعبیر کیا ہے۔ اور ناقلین روایت ہذا کی نقل در نقل فرما رہے ہیں
مثلاً خازن بنحوی سے ناقل ہے اور بنحوی طبری سے ناقل ہے وغیرہ وغیرہ۔
ایسی مجروح روایات سے مسئلہ خلافت بلا فصل کو ثابت کرنا ہرگز درست
نہیں جبکہ یہ روایات ہمارے ہاں غایت درجہ کی مقدوح ہونے کی وجہ سے متروک
ہیں اور نا قابل قبول ہیں۔

فریقِ متقابل کے سامنے وہی دلائل پیش کئے جاسکتے ہیں جو ان کے ہاں قابل
قبول ہو سکتے ہوں۔

تنبیہ

روایت مذکورہ بالا کو بے شمار علماء نے رو کیا ہے اور اس کو متروک قرار

دیا ہے اس کی طویل فہرست ہے۔ یہاں صرف چند ایک حوالہ جات کی نشاندہی کی جاتی ہے۔ اطمینان خاطر کے لئے رجوع فرمائیں۔

حاصل کلام

مختصر یہ ہے کہ آیت **وانذر عشیرتک الاقربین..... الخ** سے نہ ایک دختر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ثابت ہو سکی۔ اور نہ ہی حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت بلا فصل کا مسئلہ ثابت ہوا۔ تو یہاں تقریباً نام نہ ہوئی اور دلیل مدعی کے لئے مثبت نہ ہوئی اور ساتھ ہی یہ الگ بات ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس آیت کو اپنی خلافت بلا فصل کے اثبات کے لئے کبھی پیش نہیں کیا۔

اور جو روایات فریق ثانی نے پیش کی ہیں وہ مجروح و متروک ہونے کی وجہ سے قابل قبول نہیں۔

- ۱۔ الملالی المصنوعہ للسیوطی ص ۱۹۷ تحت روایت ہذا۔ طبع قدیم لکھنؤ۔
 - ۲۔ السیرۃ الحلبیۃ از برہان الدین الحلبی ص ۳۰۹ تحت روایت غدیر خم
 - ۳۔ الموضوعات الکبیرہ للملا علی ص ۷۹ طبع دہلی۔ تحت روایت ہذا
 - ۴۔ موضوعات قاضی شوکانی ص ۱۲۵ طبع قدیم لاہور۔ تحت روایت ہذا۔
 - ۵۔ قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین از شاہ ولی اللہ ص ۲۷۹ طبع محبتائی دہلی۔
- تحت بحث ہذا

دوسرے (۲) ثانی

(آیت) قل لا اسئلكم عليه اجراً الا المودة فی القربی۔
(پہلے سورۃ الشوریٰ رکوع ۳)

”یعنی کہہ دیجئے میں نہیں مانگتا تم سے اس پر کچھ اجر مگر دوستی چاہیے قرابت میں“
مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید کی تبلیغ پر میں کوئی اجر نہیں چاہتا مگر قرابت کی
دوستی کا لحاظ کرو یعنی (میرے ساتھ صلہ رحمی کرو) اور ایذا نہ پہنچاؤ۔“

شیعہ کا استدلال

آیت مذکورہ بالا کے متعلق بعض روایات کتابوں میں ملتی ہیں اور ابن عباسؓ کی طرف منسوب کی گئی ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ جب یہ آیت (مذکورہ بالا) نازل ہوئی تو لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! من هؤلاء الذین وجبت علینا مؤدھم؟ قال علیؓ وفاطمہؓ وابناھما۔“

یعنی وہ کون سے قریبی رشتہ دار ہیں جن کی ہم پر مودت و دوستی واجب ہے تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ علیؓ فاطمہؓ حسنؓ اور حسینؓ ہیں۔
ان روایات کے پیش نظر شیعہ احباب اس مقام میں مندرجہ ذیل مسائل تجویز کرتے ہیں اور آیت مذکورہ بالا کو اپنے دلائل میں پیش کرتے ہیں۔

۱۔ آیت میں لفظ ”القربی“ سے یہ چار نفوس (حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ اور حضرات حسینؓ) مراد ہیں اور ان حضرات کی محبت واجب ہے اور جسکی

محبت واجب ہو اس کی اطاعت واجب ہوتی ہے۔ اور جس کی اطاعت واجب ہو وہ امام برحق ہے اور وہی خلافت کا مستحق ہے۔
 فلہذا حضرت علیؑ اور حضرات حسنینؑ ہی خلافت کے مستحق ہیں
 ۲۔ روایت مذکورہ بالا میں صرف ایک حضرت فاطمہؑ کا نام مذکور ہے
 یہاں سے معلوم ہوا کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی ایک حقیقی صاحبزادی
 ہے اور دیگر کوئی حقیقی صاحبزادی نہیں اگر کوئی دوسری صاحبزادی
 ہوتی تو یہاں اس کا نام بھی ذکر کیا جاتا اور فی القسریٰ میں اس کو شمار
 کیا جاتا اور اسی طرح ان کے ازواج کے نام بھی روایت میں شامل ہوتے
 اور انہیں بھی فی القسریٰ میں ذکر کیا جاتا۔

دفع دہم

۱۔ آیت مذکورہ بالا میں خلافت کا کچھ مضمون نہیں اور خلافت بلا فصل تو
 دور کی بات ہے۔
 نیز اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک یا چار صاحبزادیاں
 ہونے کا کچھ مفہوم مذکور نہیں۔
 البتہ روایت نہا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں کے درمیان
 مودت و دوستی کا مسئلہ مذکور ہے۔
 یہاں پہلے آیت ہذا کا صحیح مفہوم پیش کیا جاتا ہے اس کے بعد ان کی
 طرف سے پیش کردہ روایت کا جواب ہوگا اور پھر باقی چیزیں جو یہاں
 قابل ذکر ہیں پیش کی جائیں گی۔

آیت کا صحیح مفہوم

جمہور مفسرین و جمہور محدثین اور اکابر علماء کے نزدیک آیت کا مذکورہ بالا مفہوم اور اس کی تشریح صحیح روایات کی روشنی میں ذیل میں ذکر کی جاتی ہے :-
 آیت کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کفار قریش کو کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس ابلاغ دین^۱ نہ نصیحت کرنے پر کچھ سوال نہیں کرتا مگر تم سے صرف اتنا طلب کرتا ہوں کہ حقوق قرابت کی رعایت کرتے ہوئے مجھ سے اپنے شر کو روک لو اور مجھے ابلاغ رسالت کے معاملے میں کھلا چھوڑ دو۔
 اگر تم میری مدد نہیں کر سکتے تو قرابت داری کا لحاظ کرتے ہوئے مجھے ایذا نہ پہنچاؤ۔ ۱۷

اور فتح الباری میں حافظ ابن حجرؒ نے آیت مذکورہ بالا کی بالفاظ ذیل تشریح فرمائی ہے لکھتے ہیں کہ :-

”..... والسعنى الا ان تودّونى لقرايتى فتحفظونى والخطاب
 لقريش خاصة والقربى قراية العصبية والرحم
 فكأنه قال احفظونى للقراية ان لم تتبعونى للنسبة
 وجزم بيان الاستثناء منقطع“ ۱۷

تفسیر ابن کثیر ص ۱۱۳-۱۱۴ جلد - رابع } ۱۷
 تحت آیت المودة فی القربی

فتح الباری لحافظ ابن حجر ص ۲۵۸ جلد - ۸ } ۱۷
 تحت الا المودة فی القربی۔

”مطلب یہ ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بحکم خداوندی فرمایا کہ میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا مگر قرابت کی وجہ سے تم میرے ساتھ دوستی کرو اور مجھے اپنے شر سے محفوظ رکھو۔

آیت میں خاص طور پر قریش سے خطاب ہے اور ”القرنی“ سے قبیلہ اور رشتہ داری کی قرابت مراد ہے گویا کہ آنجناب نے فرمایا کہ اگر تم نبوت کی وجہ سے میری تابعداری نہیں کر سکتے تو قرابت داری کی بنا پر (اپنے شر سے) مجھے محفوظ رکھو۔

بنابرین الا اس مقام میں استثناء منقطع کی صورت میں مستعمل ہے۔ مزید تشریح کے لئے ”تحفہ اثنا عشریہ“ سے آیت ہذا کا مفہوم پیش کیا جاتا ہے۔ شاہ عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ :-

”عن ابن عباس نیز اس روایت در بخاری موجود است و بتفصیل مذکور است کہ هیچ بطنے از بطون قریش نبود الا آنحضرت را بایشان قرابتی بود آن قرابت را یاد دہانیدند و ادائے حقوق آن قرابت لا اقل ترک ایند کہ ادائے مراتب صلہ رحم است از ایشان درخواست پس استثناء منقطع است۔ امام فخر رازی و جمیع مفسرین متاخرین ہمیں معنی را پسندیدہ اند۔ لہ

یعنی عبد اللہ بن عباسؓ سے بخاری شریف میں جو روایت منقول ہے اس میں بتفصیل مذکور ہوا ہے کہ قریش کے قبائل میں سے ہر قبیلہ کے

تحفہ اثنا عشریہ از شاہ عبدالعزیز دہلوی ص ۲۰۵

لہ } تحت تشریح آیت قل لا اسئلكم علیہ اجراً الخ

ساتھ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت تھی اس قرابت کو یاد دلا کر فرمایا گیا کہ قرابت داری کے حقوق کی ادائیگی کا لحاظ کرو اور کم از کم ایذا رسانی کو ترک کر دو جو صلہ رحمی کا ادنیٰ مرتبہ ہے۔ پس یہاں استثناء منقطع ہے۔ امام فخر رازی نے اور مفسرین متاخرین نے اسی معنی کو پسند کیا ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی مذکورہ بالا روایت جو بخاری شریف سے شاہ عبدالعزیزؒ نے تحفہ اثنا عشریہ میں نقل کی ہے وہ روایت مسند امام احمدؒ میں بھی مذکور ہے۔ ذیل مقامات کی طرف رجوع فرمائیں۔^۱ حاصل یہ ہے کہ لفظ "القربی" سے چار عدد مخصوص افراد مقصود نہیں۔ بلکہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا علی سبیل العموم قبیلہ قریش مراد ہے جس طرح کہ اوپر اس کی تشریح کر دی گئی ہے۔

حضرت علی المرتضیٰؓ کی خلافت بلا فصل کے مسئلہ کو آیت بالا کے ساتھ کچھ تعلق نہیں ہے۔ آیت میں جو مضمون ہے وہ دوسرا ہے۔

پیش کردہ روایت کا جواب

قارئین کرام یاد رکھیں کہ اس مقام میں جو روایات پیش کی جاتی ہیں اور عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کی گئی ہیں ان میں سے جو صحیح روایت ہے اور جس سے آیت

بخاری شریف ص ۳۱۳ کتاب التفسیر

تحت آیت المودة فی القربی - طبع نور محمدی - دہلی

(۲) مسند امام احمدؒ ص ۲۲۹ تحت منادات عبداللہ بن عباس ج - اول

کا مفہوم واضح ہوتا ہے وہ ماقبل میں آیت کی تشریح میں پیش کر دی گئی ہے اور وہ درست ہے بخاری شریف و سند احمد وغیرہما میں پائی جاتی ہے۔
 اور معترض دوستوں کی طرف سے ابن عباسؓ کی طرف منسوب شدہ جو روایت ہماری کتابوں سے پیش کی جاتی ہے اور اس میں مذکور ہے کہ من هؤلاء الذین امر الله بسودتهم؟ قال علیؓ وفاطمہؓ وابناہماؓ یعنی جن کی موت اور دوستی ہم پر اللہ نے واجب فرمائی ہے وہ کون لوگ ہیں؟ تو آنجنابؓ نے فرمایا کہ وہ علیؓ اور فاطمہؓ اور ان کی اولاد ہے۔
 اس کے متعلق مندرجہ ذیل چیزیں پیش کی جاتی ہیں توجہ سے ملاحظہ فرمائیں۔
 دوستوں کے استدلال کی بے بنیادی اور بے ثباتی واضح ہو جائے گی۔
 روایت ہذا پر کبار علماء نے نقد کیا ہے وہ ذیل میں پیش خدمت ہے۔

حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں روایت ہذا کے متعلق ایک مقام میں فرمایا ہے۔ و اسنادہ ضعیف و هو ساقط لمخالفتہ
 هذا الحديث الصحيح

اسی مقام میں حافظ ابن حجر ذرا آگے چل کر فرماتے ہیں:-
 و اسنادہ و اذ فیہ ضعیف و اضعفیٰ لہ
 ہر دو حوالہ جات کا مفہوم یہ ہے کہ اس روایت کا اسناد ضعیف ہے اور صحیح حدیث کے مخالف و معارض ہونے کی وجہ سے یہ روایت ساقط ہے

اور تحریر فرماتے ہیں کہ اس کا اسناد بے اصل ہے اور اس کے اسناد میں ضعیف اور رافضی راوی ہیں۔

۲۔ علامہ حافظ ابن کثیر اس روایت کے متعلق فرماتے ہیں کہ ہذا اسناد ضعیف فیہ مبہم لا یعرف عن شیخ شیعہ محترق و هو حسین الاشقر ولا یقبل خبرہ فی ہذا الملحل^{۱۵} یعنی یہ اسناد ضعیف ہے اس میں بعض مبہم مجہول لوگ ہیں جو اپنے جلنے والے شیعہ شیخ سے نقل کرتے ہیں۔ اور وہ جلنے والا شیعہ شیخ حسین الاشقر ہے اور اس مقام میں اس کی روایت قبول نہیں کی جاسکتی۔

۳۔ معترض احباب نے خاص طور پر ”الصواعق المحرقة لابن حجر الہیتمی“ سے مذکور بالا روایت کو نقل کیا ہے۔ اور ساتھ ہی یہ خیانت کی ہے کہ ابن حجر الہیتمی نے اس روایت کے متصل جو نقد و جرح تحریر کی تھی اسے نقل کرنے سے گریز کیا ہے۔

حقیقت واقعہ یہ ہے کہ ابن حجر نے روایت ہذا نقل کرنے کے بعد متصلاً تحریر کیا ہے کہ:-

..... وفي سندہ شیعہ غال
یعنی اس روایت کے اسناد میں سخت قسم کے غالی شیعہ موجود ہیں^{۱۶}
مطلب یہ ہے کہ علامہ الہیتمی نے روایت لانے کے بعد اس کا سقم بھی واضح کر دیا تھا لیکن معترض بزرگ نے اسے نقل نہ کیا۔

۱۵ تفسیر ابن کثیر ص ۱۱۲ ج ۴ تحت آیت المودة پ ۲۵
۱۶ الصواعق المحرقة لابن حجر الہیتمی ص ۱ طبع قدیم مصر
تحت آیت الرابع عشرة قل لا اسئلكم علیہ اجرا.....

مختصر یہ ہے کہ اس روایت کے نقل کرنے والے غالی شیعہ ہیں۔ فلہذا یہ روایت ہم پر حجت نہیں ہو سکتی اور قابل قبول نہیں ہے۔

۴ شاہ عبدالعزیزؒ نے اسی روایت پر ”تحفہ اثنا عشریہ“ میں کلام کرتے ہوئے جو تحریر فرمایا ہے ناظرین کرام کے افادہ کے لئے بعینہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

..... طبرانی و احمد از ابن عباسؓ ہمیں قسم روایت کردہ اند لیکن جمہور محدثین اس روایت را تضعیف نموده اند زیرا کہ اس سورت یعنی سورۃ شوریٰ بتماہا مکی است و در اں جا امام حسنؓ و حسینؓ نہ بودند و نہ حضرت فاطمہؓ را علاقہ زوجیت با حضرت علیؓ بہم رسیدہ بود۔ و در سلسلہ این روایت بعضی شیعہ غالی واقع اند۔

یعنی طبرانی اور امام احمدؒ نے ابن عباسؓ سے اس نوع کی روایت نقل کی ہے لیکن جمہور محدثین نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اس واسطے کہ یہ سورۃ شوریٰ سب کی سب مکی ہے اور اس موقع پر امام حسنؓ اور حسینؓ مولود ہی نہیں تھے اور حضرت فاطمہؓ کا حضرت علیؓ سے نکاح اور شادی بھی نہیں ہوئی تھی۔ نیز اس روایت کے اسناد میں بعض غالی شیعہ پائے جاتے ہیں۔

ان وجوہ کی بنا پر معترض احباب نے جو روایت پیش کی ہے وہ قابل قبول نہیں ہو سکتی۔

تحفہ اثنا عشریہ ص ۲۴ طبع جدید۔ لاہور

۱ } تحت شرح آیت المودۃ فی القربا۔

مختصر یہ ہے کہ روایت ہذا واقعات کے برخلاف ہے جیسا کہ ابن کثیر اور شاہ عبدالعزیز دونوں بزرگوں نے ذکر کیا ہے کہ یہ آیت مکی ہے اور مدینہ شریف میں اس کا نزول بعید ہے نہ ہی اس وقت حضرت فاطمہؑ کا نکاح ہوا اور نہ ہی حضرت علیؑ کی اولاد تھی تو ان کے حق میں لوگوں کا نہ ہی سوال کرنا درست ہوا اور نہ ہی جواب فرمانا درست ہوا۔

اگر اس چیز سے چشم پوشی بھی کر لی جائے تب بھی یہ روایت مجروح رواۃ کی تصنیف شدہ ہے کسی صحیح سند سے ثابت نہیں جس طرح کہ کبار علماء کے بیانات سے یہ چیز واضح ہو گئی ہے۔ اور حوالہ جات پیش کر دیئے ہیں۔ بشمار علماء نے اس مقام میں نقد و تنقید ذکر کی ہے ہم نے صرف چار عدد نقل کرنے پر اکتفا کیا ہے۔

ایک دختر ہونے کا مسئلہ

گذشتہ سطور میں واضح کیا گیا ہے کہ آیت "المودة فی القربی" میں مسئلہ خلافت کا کچھ ذکر نہیں۔ بالکل اسی طرح آیت ہذا میں ایک دختر نبویؐ ہونے کا بھی کچھ مضمون نہیں۔ آیت میں صرف قرابت داروں سے محبت و مودت کا مضمون موجود ہے۔

اور معترض حضرات ایک دختر نبویؐ ہونے کے ثبوت میں جو روایت پیش کرتے ہیں اس کی متعلقہ تشریح بھی سطور گذشتہ میں کر دی گئی ہے کہ یہ روایت پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی۔ اس کے اسناد میں مجروح مقدوح اور غالی شیعہ و رافضی وارد ہیں۔

اگر بالفرض مذکورہ روایت کو درست تسلیم کر بھی لیا جائے تو اس

روایت میں حضرت فاطمہؑ کے اسم گرامی کے مذکور ہونے سے ان کی باقی بہنوں کی نفی ہرگز لازم نہیں آتی۔

اور اگر معتز صنف کا یہ طریق استدلال درست تسلیم کر لیا جائے تو روایت میں صرف حضرت علیؑ کے اسم مبارک ذکر ہونے سے ان کے باقی بادران حضرت جعفرؑ حضرت عقیلؑ وغیرہم کی نفی لازم آئے گی جسے معتز صنف بھی تسلیم کرنا گوارا نہیں کرے گا۔ اور واقعاً بھی یہ ہرگز درست نہیں۔ فلہذا یہ طرز و طریق استدلال یقیناً طور پر غلط ہے۔

وہم (۳) ثالث

آیت تطہیر کا مفہوم

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورۃ احزاب (۲۱) کا آخر اور سچ کی ابتدا میں ازواج مطہرات (اہل بیت النبیؐ) کے حق میں ایک مستقل رکوع نازل فرمایا ہے اس میں سرورِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات کے لئے اداب اور شرف و فضل اور مقام و مرتبہ کو وضاحت سے بیان فرمایا ہے۔

فتوحات کثیرہ کی بنا پر حبیب مسلمان آسودہ حال ہونے لگے تو ازواج مطہرات نے اپنی فقر و فاقہ کی حالت ختم کرنے کی خاطر اپنے خرچ و اخراجات میں اضافہ کا مطالبہ پیش کیا تھا۔ اللہ کریم کو دنیا کی طرف اس قدر التفات پسند نہیں آیا، اور یہ آیات نازل ہوئیں اور پورا رکوع ان کے حق میں اتارا۔ آیت تطہیر انہی آیات میں سے ایک آیت ہے اور باعتبار سابق و لاحق واقعات کے رکوع ہذا کا نزول شہد میں ہے۔

یہاں پہلے اس رکوع کا مختصر خلاصہ پیش کیا جاتا ہے تاکہ آیت مذکورہ کا مفہوم سیاق و سباق کے لحاظ سے معلوم ہو سکے :-

خلاصہ مفہوم

۱۔ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات دنیا کی آرائش اور زینت کی کی طالب نہیں تھیں اللہ اور اس کے رسولؐ کی رضا کو طلب کرنے والی

تھیں اور دار آخرت کے درجات عالیہ کا ارادہ رکھتی تھیں ورنہ ان کو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اچھے طریقے سے الگ کر دیتے جیسا کہ ان کو حکیم خداوندی تھا۔ لیکن ان کو چھوڑ کر الگ نہیں فرمایا۔ تو معلوم ہوا کہ یہ ازواج نیک کردار و نیک اعمال اور نیک نیت تھیں اور اللہ کریم نے ان کے لئے اجر عظیم تیار فرمایا ہے۔

۲۔ ہر کار خیر اور عمل صالح میں ازواج مقدس کے لئے دو گنا اجر ہے اور عمدہ رزق آخرت میں ملے گا۔ اگر بالفرض ان سے کوئی صریح بد اخلاقی یا نافرمانی کی کوئی بات صادر ہو جائے تو اس کی سزا بھی دو گنی ہے اور یہ چیز ان کے بڑے درجہ اور مقام کی عظمت کو بیان کرتی ہے۔

۳۔ (اس امت کی) تمام عورتوں میں ان کے مرتبے کی کوئی عورت نہیں اگر یہ پرہیز گاری اختیار کریں۔ اور بوقت ضرورت مردوں کے ساتھ گفتگو کرنے میں نرم لہجہ ہرگز اختیار نہ کریں تاکہ ان کے دل میں خیال فاسد کا طمع راہ نہ پاسکے۔

۴۔ ازواج مقدس کے لئے اپنے خانہ مبارک میں قرار پذیر رہنے کا حکم ہے اور جاہلیت کے دور کے موافق زیب و زینت دکھلانے کے لئے باہر نکلنے پر پابندی ہے۔

۵۔ ازواج مطہرات کے لیے حکم ہے کہ نماز (پنج گانہ) قائم کریں زکوٰۃ ادا کریں اور اللہ اور رسول کی اطاعت میں رہیں۔

۶۔ اللہ تعالیٰ اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے (اخلاق رزیلہ اور حب مال وغیرہ) کی پلیدی دور کرنا چاہتے ہیں اور حکم ارادہ تشرعی "ان کو خوب پاک کرنا اور پاک رکھنا چاہتے ہیں۔"

۷۔ شرف زوجیت ان کے لیے ابدی اور تقویٰ و طہارت ان کی صفت دائمی ہے۔
اس بنا پر ان کو ازواجِ مطہرات کے مبارک لقب سے ہمیشہ یاد کیا جاتا ہے۔

۸۔ اللہ تعالیٰ کی آیات اور حکمت و دانش کی باتیں جو ان کے پاک گھرانوں میں ہمیشہ تلاوت کی جاتی اور کہی جاتی ہیں ان کو خوب یاد رکھنے کا حکم انہیں فرمایا گیا ہے۔ اس بنا پر کہ نبی اقدس کا گھرانہ حکمت کا خزانہ اور ہدایت کا سرچشمہ ہے۔

۹۔ وحی الہی جیسی نعمت عظمیٰ صرف ازواجِ مطہرات کے پاکیزہ گھروں میں نازل ہوتی ہے اور کسی کو یہ دولت نصیب نہیں ہوئی پھر ازواجِ مطہرات میں سے حضرت عائشہؓ کیلئے مزید خصوصیت یہ ہے کہ ان کے فرش و لحاف میں بھی اس نعمت سے شرف ہونا منقول ہے (تفسیر بن کثیر تحت آیت ہذا)

۱۰۔ مذکورہ آداب و فضائل کے ساتھ ساتھ ازواجِ مطہرات کے احترام کے لئے ایک خصوصی چیز جو ابتداء سورۃ ہذا میں بیان کی گئی ہے۔ اُمّ سلمہ کے لئے اس کو بھی ملحوظ خاطر رکھنا لازم ہے وہ یہ ہے :-

فرمانِ خداوندی ہے ”النبی اولى بالمؤمنین من انفسہم وازواجہ امہاتہم“
یعنی نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کے ساتھ زیادہ حق رکھنے والے ہیں۔ ان کی جانوں سے اور آنجناب کے ازواج (مقدس) مومنوں کی مائیں ہیں۔

ازواجِ مقدسہ کے حق میں تمام مومنوں کی مائیں ہونے کا یہ عالی رتبہ باقی فضائل کے ساتھ مسلم و مشہور ہے اور دایماً اس کو ملحوظ رکھنے کا حکم ہے۔

اس تمام رکوع پر نظر کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ یہاں ازواجِ النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب اور کلام شروع ہے آداب و اخلاق سمجھانے کے ساتھ ساتھ ان کے شان کے مناسب فضائل و مراتب بیان فرمائے گئے ہیں جو ان کے علو مقام کے آئینہ دار ہیں۔

فریق مقابل کا استدلال

شیعہ احباب نے آیات مذکورہ میں سے نصف آیت تطہیر کو مندرجہ ذیل مسائل کے لئے اپنا مشدل بنایا ہے یہ پوری آیت کا قریباً نصف حصہ ہے۔
انما یزید اللہ لیتذہب عنک الرجس اهل البیت ویطہرکم تطہیراً۔

یعنی بیشک اللہ تعالیٰ کا یہی ارادہ ہے کہ لے جاتے تم سے اے نبی کے گھر والے رجس یعنی ناپاکی کو۔ اور تم کو خوب پاک کر دے۔

طرز استدلال

روایات میں آتا ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ، حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ اور حضرت علیؓ کو بلایا۔ ان پر اپنی چادر اوڑھائی اور فرمایا کہ اے اللہ! میرے یہ اہل بیت ہیں ان سے ناپاکی کو دور فرما اور ان کو پاک کر دے۔

شیعہ احباب کہتے ہیں کہ اس مقام سے معلوم ہوا کہ :-

۱۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ان چار حضرات (حضرت فاطمہؓ، حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ اور حضرت علیؓ) کو اپنی چادر میں داخل فرمایا تو "اہل البیت" یہی چار افراد ہیں جو قرآن مجید کی آیت بالا میں مذکور ہے (یعنی ازواج النبیؐ اہل البیت) میں شامل نہیں ہیں اور اس کا مصداق نہیں)

۲۔ نیز معلوم ہوا کہ اگر آنجناب کی کوئی اور صاحبزادی ہوتی تو اس کو بھی اس چادر میں داخل کیا جاتا۔ اور اہل بیت میں شامل کیا جاتا پس حضرت فاطمہؓ ایک

ہی صاحبزادی تھیں اور آنجناب کی کوئی دوسری صاحبزادی نہ تھی۔
۳۔ اور واضح ہو گیا کہ یہ چاروں نفوس ”معصوم عن الخطا“ تھے اور ان کی تطہیر نص سے ثابت ہو چکی ہے۔

دفعہ دوم

فریق مقابل کے استدلال کی خفت واضح کرنے کے لئے اس مقام میں چند چیزیں پیش کی جاتی ہیں ان پر توجہ کرنے سے ان کی کمزوری استدلال پوری طرح نمایاں ہو جائے گی۔

①

تحریر مدعی کے طور پر یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ قرآن مجید کی آیت (آیت تطہیر) میں اہل البیت کا مصداق اصل میں سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات ہیں اور ان کو ہی اہل البیت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور باقی آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف کو خبر واحد کے ذریعے بالتبع اہل بیت میں شامل کیا گیا ہے۔
اب ہم اس چیز پر ذیل میں چند شواہد پیش کرتے ہیں کہ اصل میں اہل البیت کی مصداق آنجناب کے ازواج مطہرات ہیں۔

۱۔ قرآن مجید کے دوسرے مقام میں اہل بیت کا لفظ ”زوجہ“ پر اطلاق کیا گیا ہے
حضرت ابراہیمؑ کی زوجہ محترمہ (حضرت سارہ) کو خطاب فرماتے ہوئے
اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتے کلام کرتے ہیں :-

قالوا تعجبين من امر الله رحمة الله وبركاته عليكم

اهل البيت..... الخ (پس سورۃ ہود تحت واقعہ ابراہیمؑ)

یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں نے کہا اے سارہ! کیا تم تعجب کرتی ہو اللہ تعالیٰ بھوپنی امر سے۔ اللہ کی رحمت اور برکات ہوں تم پر

اے اہل البیت (یعنی اے گھر والو)۔

یہاں اہل البیت کا لفظ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ محترمہ کے حق میں فرمایا گیا ہے اسی طرح دیگر آیات میں بھی اہل البیت کے لفظ کا اطلاق ”زوجہ“ پر ہوا ہے مگر یہاں صرف اختصار کی خاطر صرف ایک آیت کے حوالہ پر اکتفا کیا گیا ہے۔

۲۔ صحیح حدیث میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ازواج مطہرات پر

”اہل البیت کے لفظ کا اطلاق فرمایا ہے۔ واقعہ اس طرح ہے کہ:

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش سے نکاح اور

شادی کی۔ اس موقع پر دعوتِ ولیمہ ہوئی اور جب دعوتِ ولیمہ

سے فارغ ہوئے تو آنجناب حضرت زینب کے پاس تشریف

لے گئے پھر اس کے بعد حضرت زینب کے گھر سے باہر تشریف

لائے اور حضرت عائشہ صدیقہ کے حجرہ کے پاس تشریف لے

جا کر فرمایا ”السلام علیکم اہل البیت“ فقالت وعلیک ورحمة

اللہ کیف وجدات اهلك بارک الله لك..... الخ یعنی

اے اہل بیت تم پر سلام ہو..... الخ

اس کلام میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر والوں کے لئے

اہل البیت کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں اور اہل البیت کے الفاظ کا

اطلاق گھر والوں پر کیا ہے^۱

مندرجہ بالا حوالہ جات سے واضح ہو گیا کہ اہل البیتؑ کا اطلاق ازواج پر، اور اپنے اہل خانہ پر درست ہے۔

۳۔ آیت تطہیر کے ماقبل میں ”فی بیوتکن“ اور اس آیت کے مابعد میں ”و اذکرن ما یتلی فی بیوتکن“ کے الفاظ میں ازواج مطہرات کے ”بیوت“ کا ہی ذکر خیر ہے اور یہ ازواج مطہرات کے ہی گھر ہیں۔ آیت میں انہیں کو ”بیت“ اور ان کے مکینوں کو اہل البیت فرمایا گیا ہے۔ یہاں ازواج مطہرات کے ماسوا کسی دوسرے کو اہل البیت نہیں فرمایا گیا۔ بیوت کی اضافت جو کن کی طرف ہے اس سے یہ شخص خاص واضح ہو رہا ہے (علماء اس نکتہ کو خوب جانتے ہیں) چاہے یہ اضافت ملک کی یا اضافت سکنی کی قرار دی جائے۔

اب کسی خبر واحد کے ذریعے یہاں اہل البیت کے مفہوم سے ازواج مطہرات کو خارج نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ روایت کے ذریعے اہل البیت کے مفہوم میں اولاد شریف کو بالتبع شامل کیا جاسکتا ہے بشرطیکہ وہ روایت از روئے قواعد محدثین صحیح ثابت ہو جائے۔

نیز لفظ ”البیت“ میں جو الف و لام استعمال ہوا ہے اسے قاعدہ لغوی نحوی کی رو سے ”الف لام عہد خارج“ کہا جاتا ہے جو اپنے استعمال کے اعتبار سے ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیوت کی طرف اشارہ کرتا ہے یہ وہی بیوت ہیں جو اس

۱۔ بخاری شریف ص ۶۰۷

یاب قوله تعالى لا تدخلوا بیوت النبی الا ان یؤذن لکم پ

آیت کے ماقبل میں ”فی توکن“ میں ذکر ہو چکے ہیں اور مابعد میں فی توکن میں دوبارہ مذکور ہیں۔

ایک شبہ کا ازالہ

رفع اشتباہ کے طور پر یہاں مختصراً اتنا ذکر کر دینا مناسب ہے کہ آیت تطہیر میں لفظ ”عنکم“ اور ”یطہرکم“ کے کہ ضمیر جمع مذکر استعمال ہوئی ہے۔ یعنی عنکم میں کم ضمیر مجرور متصل ہے اور یطہرکم میں کم ضمیر منصوب متصل ہے (یہاں سے فریق مخالف یہ اشتباہ پیدا کر دیتے ہیں کہ اگر یہ خطاب ازواج مطہرات کو تھا تو ”جمع مذکر“ کی بجائے جمع مؤنث کی ضمیر چاہیے تھی اور وہ نہیں لائی گئی تو گویا لغوی قواعد کے خلاف یہ چیر ہے۔ اس کے متعلق معروضات پیش خدمت ہیں۔

اول :- قرآن مجید کی ایک دوسری آیت ”ورحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم اہل البیت“ پک سودہ ہود میں حضرت سارہ (مؤنث) کے لئے ”علیکم“ کی ضمیر جمع مذکر استعمال ہوئی ہے۔

دوم :- اسی طرح قرآن مجید میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اپنی زوجہ محترمہ کو فرماتے ہیں۔ ”اذ قال موسیٰ لاهلہ انی انست ناساً ساتھکم منها یخیر او اتیکم بشہاب قبس لعلکم تصطلون“ (پک سورہ نمل) اس آیت میں بھی مؤنث سے خطاب مگر ضمیر مؤنث کی بجائے ”جمع مذکر“ استعمال ہوئی ہے۔

سوم :- سابقہ اسی مسئلہ میں بخاری شریف کی ایک حدیث ذکر کی گئی ہے جس میں السلام علیکم اہل البیت فقالت وعلیک..... الخ کے الفاظ

نقل کئے گئے ہیں اس میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زوجہ محترمہ کے لئے (علیکم میں) کم ضمیر جمع مذکر استعمال فرمائی ہے۔

چهارم :- اسی طرح مسلم شریف میں روایت ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ازواج مطہرات کے حق میں مندرجہ ذیل الفاظ میں ضمیر جمع مذکر استعمال فرمائی: "فَقَالَ هُوَ عَلَيْهَا صَدَقَةٌ وَلَكُم هَدِيَةٌ فَكُلُوا" یعنی فرمایا کہ وہ چیز (بریرۃ) پر صدقہ ہے اور تمہارے لئے ہدیہ ہے پس تم اس کو کھا سکتے ہو۔

پنجم :- ایک دفعہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس تشریف لائے (کھانے کی کسی چیز کے متعلق) دریافت فرمایا :- هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ ؟ ؟ قَالَتْ لَا إِلَّا أَنْ نَسِيبَ بَعْثَ الْبَنَاتِ یعنی تمہارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے ؟ تو (حضرت عائشہؓ) نے عرض کیا اور تو کوئی چیز نہیں مگر نَسِيبَ نے جو کچھ بھیجا ہے وہ موجود ہے۔

یہاں بھی آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زوجہ محترمہ کے لئے "عندکم" میں کم، ضمیر جمع مذکر استعمال فرمائی ہے۔

مذکورہ بالا آیات قرآن اور احادیث نبویؐ میں اپنے اپنے ازواج کے حق میں خطاب فرماتے ہوئے جمع مذکر کی ضمیریں استعمال فرمائی گئی ہیں۔ اور موقعہ مؤنث

لہ (۱) بخاری شریف ص ۲۷۷ طبع دہلی
باب قوله تعالى لا تدخلوا بيوت النبي الا ان يؤذن لكم (سورہ احزاب)

(۲) مسلم شریف ص ۳۲۵ ج ۱ اول
باب اباحة الهدية - طبع دہلی۔

کا تھا ان سوالات کا جو جواب شیعہ دوست دیں گے ان کے اپنے سوال کا جواب بھی انہیں انہی کے جواب میں مل جائے گا۔

شیعہ کی طرف سے تائید

شیعہ علماء نے بھی جمع مونث سے خطاب کے لئے جمع مذکر کی ضمیر کا استعمال ذکر کیا ہے۔ امالی الشیخ الطوسیؒ میں حضرت فاطمہؑ اور حضرت علیؑ کی شادی کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ازواج مطہرات کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا کہ ہر مَبْنُوۃً بنتی وابن عسی..... الخ یعنی اے بیٹیو! میری بیٹی اور میرے چچا کے بیٹے کیلئے زفاف کی تیاری کرو۔

یہاں بھی مونث کے موقع میں جمع مذکر کی ضمیر استعمال کی گئی ہے۔

لفظ اہل البیت :-

۱۔ لغوی لحاظ سے لفظ "اہل البیت" مذکر ہے۔ اگرچہ اس کا مصداق (ازواج النبیؐ) مونث ہو مگر لفظ کی رعایت کے اعتبار سے یہاں مذکر ضمیریں (کھو) لائی جاسکتی ہیں۔

۲۔ اور لفظ اہل البیت میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی بھی داخل ہے اس بنا پر کہ آپ ان میں ہی مقیم تھے اس وجہ سے مذکر کی ضمیر (کھو) ان پر بھی تغلیباً لائی جاسکتی ہے۔

۳۔ نیز یہ بات بھی استعمال لغت عرب میں پائی جاتی ہے کہ اگرچہ موقعہ ضمیر مونث کا ہو مگر وہاں مذکر کی ضمیر اظہار عظمت و محبت کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ حاصل یہ ہے مندرجہ استعمالات اور مذکورہ امور کے پیش نظر یہ واضح ہو گیا کہ آیت تطہیر میں (عنکم - ویطہرکم) میں ضمیر جمع مذکر کا استعمال

بالکل درست ہے اور کچھ قابل اشکال نہیں مندرجہ چیزوں سے شبہ اور اشکال عمدہ طریقہ سے مرتفع ہو گیا ہے۔

آیت تطہیر و حدیث کسار میں ہمارا موقف

اس مقام میں ہمارے علماء اہل سنت یہ فرماتے ہیں کہ آیت تطہیر (اپنے سیاہ و سباق کے اعتبار سے) ازواج مطہرات کے حق میں ہے اور اس آیت کا بالاصل مصداق ازواج مطہرات ہیں پھر جب اس کا نزول ہو چکا اور یہ شرف ازواج مقدسہ کے لئے ثابت ہو گیا۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چار حضرات (حضرت فاطمہؓ حضرت حسنؓ و حسینؓ اور حضرت علیؓ) کو اس شرف میں دُعا کے ذریعے شامل فرمایا ہے چنانچہ اس مسئلہ کو علامہ قرطبی نے اپنی تفسیر میں ب عبارت ذیل ذکر فرمایا ہے :-

۱۔ فہذا دعوة من النبی صلی اللہ علیہ وسلم لہم بعد

نزول الایۃ، احب ان یدخلہم فی الایۃ التي خوطب بها الازواج، مطلب یہ ہے کہ نزول آیت (تطہیر) کے بعد ان چاروں حضرات کے حق میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ دُعا ہے اور آپؐ پسند فرما رہے ہیں کہ جس آیت میں ازواج کو خطاب فرمایا گیا ہے۔ اس میں ان کو شامل کریں۔

۲۔ اور علامہ ذہبی نے المنتقی میں بھی یہی مضمون درج کیا ہے۔

تفسیر القرطبی (الجامع الاحکام القرآن) ص ۱۸۳ جلد ۱۲
 تحت الایات واذکرن ما یتلین فی بیوتکن الخ (سورہ احزاب)

(۲) - المنتقی للذہبی ص ۲۸ تحت بحث آیت تطہیر۔

۳ اسی طرح شاہ عبدالعزیز تحفہ اشعار شریہ میں فرماتے ہیں کہ :-
 ام سلمہؓ نہ گفت کہ مرا نیز شریک بکن فرمود کہ انت علی خیر اوانت
 علی مکانکؑ دلیل صریح است بر آنکہ نزولِ آیت در حق ازواج بود
 و آنحضرتؐ میں چہار کس را نیز بہ دُعائے خود دریں وعدہ داخل خستہ
 و اگر نزولِ آیت در حق اینھامی بود حاجت بدعا چہ بود؟ و آنحضرتؐ
 چہرا تحصیل حاصل می فرمود؟ ولہذا ام سلمہؓ را دریں دُعا شریک نہ کرد
 کہ در حق او این دُعا را تحصیل حاصل دانست۔

”یعنی ام المؤمنین ام سلمہؓ نے عرض کیا کہ مجھے بھی آپ اس میں شریک
 کریں تو آنجنابؐ نے فرمایا کہ تو تو پہلے خیر پر ہے یا تو اپنے مقام و
 مرتبے پر ہے۔“ (یعنی تجھے اس کی حاجت نہیں)۔

یہ اس بات کی صریح دلیل ہے کہ آیت تطہیر کا نزول ازواج مطہرات کے حق
 میں تھا اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چہار افراد کو بھی اپنی دُعا کے ذریعے
 اس وعدہ میں شامل فرمایا اگر آیت کا نزول ان چہار نفوس کے حق میں تھا تو ان کے لئے
 دعا کی کیا حاجت تھی؟ اور آنجنابؐ نے تحصیل حاصل کیوں فرمائی؟ اور اسی وجہ سے
 ام سلمہؓ کو اس دُعا میں شامل نہیں فرمایا تھا کہ یہ دُعا اس کے حق میں تحصیل حاصل سمجھی۔

دفع و ہم دوم

دوسری چیز جو فریق مخالف یہاں سے اخذ کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ :-
 ”آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک صاحبزادی حضرت فاطمہؓ
 تھیں اگر کوئی دوسری صاحبزادی ہوتی تو اس کو بھی چاند میں لے کر اہل بیت
 میں شامل کرتے۔“

اس کے متعلق کچھ گزارشات ذیل میں پیش خدمت ہیں ان پر توجہ فرمائیے :-
 ۱۔ آیت تطہیر میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کے عدد کا کچھ ذکر خیر
 نہیں نہ ایک دختر کا ذکر ہے نہ متعدد صاحبزادیوں کا۔ دوسرے لفظوں میں
 نبات کے عدد بیان کرنے کے متعلق آیت ہذا کا کچھ تعلق نہیں۔ یہاں صرف
 ازواج مطہرات کا ہی ذکر ہے سطور گزشتہ میں یہ بات واضح کر دی گئی ہے۔

۲۔ اسی طرح روایت کسار میں صرف ایک دختر کا ذکر ہے لیکن اس چادر میں
 ایک بیٹی کے آنے سے دیگر نبات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نفی ہرگز نہیں ہوتی
 اور نہ ہی یہ روایت نبات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عدد و تعداد بیان کرنے
 کے لئے ہے۔ یہ روایت کسار صرف فضیلت کے بیان میں ذکر کی گئی ہے۔

۳۔ نیز یہ روایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک داماد کو ذکر کرنے کے بعد
 دیگر دامادوں (حضرت ابوالعاصؓ و حضرت عثمانؓ) کی نفی نہیں کرتی۔ یہ رشتے
 اپنی جگہ تاریخی حقیقت ہیں روایت کسار کی فضیلت اگر کسی کو ملے اور کسی
 کو نہ ملے اسے ان رشتوں کی نفی ہرگز نہیں ہوتی۔

۴۔ اور یہ روایت حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کی دیگر اولاد شریف یعنی حضرت

زینب بنت علیؓ یا حضرت ام کلثومؓ بنت علیؓ کی نفی نہیں کرتی۔ جبکہ روایت ہذا میں صرف حضرات حسنؓ اور حسینؓ کا ذکر آیا ہے اور باقی اولاد کا نہیں۔ اگر کوئی شخص یہ دعوے کرے کہ حضرت زینب بنت علی اہل بیت میں سے نہیں کیونکہ آپ اس چادر کے نیچے نہ تھیں تو اس سے یہ استدلال کرنا کہ وہ حضرت حسین کی حقیقی بہنیں نہ تھیں کس قدر کمزور استدلال ہوگا۔

بنابریں دعا مذکور میں عدم شمول سے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر صاحبزادیوں کی نفی لازم نہیں آتی۔ اور نہ ہی دیگر بنات رسولؐ کی نفی کے لئے کلام چلایا گیا ہے۔ چادر نبویؐ میں حضرت علیؓ کے ماسوا ان کی حسنین شریفین کے بغیر دیگر اولاد کو داخل نہیں کیا گیا۔ اسی طرح آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر اقارب مثلاً حضرت صفیہؓ بنت عبدالمطلب اور حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب وغیرہم کو نہ ہی بلایا گیا اور نہ ہی ان کو چادر میں داخل کیا گیا۔ حالانکہ یہ سب حضرات رشتہ داران نبویؐ اور اقربائے خاص ہیں۔

مختصر یہ ہے کہ ان مذکور چاروں حضرات کو اس فضیلت حاصل ہونے سے دیگر حضرات اقرباء نبویؐ کے شرف و فضیلت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ اور ان تینوں صاحبزادیوں کے لئے جو شرف و فضیلت اسلام میں حاصل ہے اور جو نسبی و صلبی نسبت انہیں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم سے موجود ہے اس پر ان چاروں حضرات کی فضیلت کچھ اثر انداز نہیں ہوتی ہر ایک کا الگ ایک مقام و مرتبہ ہے جو اسے حاصل ہے

دفع و ہم سوم

اس آیت سے تیسری چیز جو فریق مقابل ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ :-

”آیت تطہیر کا مصداق یہ چاروں نفوس (حضرت فاطمہؑ حضرات حسینؑ اور حضرت علیؑ) ہیں اور اس آیت کے ذریعے ان کی تطہیر ثابت ہے یعنی یہ چاروں معصوم عن الخطار ہیں۔ ان سے خطا صادر نہیں ہوتی۔“ مندرجہ بالا وہم کے جواب میں درج ذیل گذارشات ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ پہلی بات یہ ہے کہ آیت مذکور میں ان چاروں حضرات کا کوئی ذکر موجود ہی نہیں اور نہ ہی سیاق و سباق سے ان کا ذکر جاری ہے بلکہ اس کے برعکس اس رکوع کی تمام آیات ازواج مطہرات کے حق میں نازل ہوئی ہیں جس طرح کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔

۲۔ دوسری بات یہ ہے کہ آیت بالا کے الفاظ (لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطہرکم تطہیرا) سے ان حضرات کا معصوم عن الخطا ہونا مراد لیا جائے تو اسی نوع کے الفاظ دیگر حضرات (مثلاً وہ صحابہ کرام جو جنگ بدر میں حاضر تھے) کے حق میں بھی وارد ہوتے ہیں۔ مثلاً

وینزل علیکم من السماء ماء یطہرکم ویزہب عنکم رجس الشیطن (پ سورة انفال) یعنی اتارتا ہے تم پر آسمان سے پانی تاکہ تم کو اس سے پاک کر دے اور لے جائے تم سے شیطان کی پلیدی۔

دوسری آیت وَلٰكِنْ يُّرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ

لعلکم تشکروں (پ سورتہ المائدہ رکوع ۲۴)

یعنی لیکن اللہ ارادہ کرتا ہے کہ تم کو پاک کرے اور اپنی نعمت تم پر تمام کرے تاکہ تم شکر گزار ہو۔

اگر یہ کلمات معصومیت کا فائدہ دیں اور عصمت کے لئے مفید ہوں تو جن اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان آیات میں خطاب کیا گیا ہے انکی عصمت اور معصومیت بھی ثابت ہونی چاہیے حالانکہ ان اصحاب کے حق میں علوم مراتب کے باوجود کوئی بھی سنی یا شیعہ معصومیت کا عقیدہ نہیں رکھتا۔ اس مفہوم کو شاہ عبدالعزیزؒ نے تحفہ اشاعریہ میں آیت تطہیر کی بحث کے آخر میں بالفاظ درج ذیل فرمایا ہے۔

اگر ایں کلمہ مفید عصمت مے شد بایستے کہ ہمہ صحابہ علی الخصوص حاضران جنگ بدر قاطبہ معصوم مے شد زیر انکہ در حق ایشان بتفریق فرمودہ اند۔ قوله تعالیٰ۔ وَلٰكِنْ يُّرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لعلکم تشکروں (وقوله تعالیٰ، لیطہرکم بہ ویذہب عنکم سراج الشیطان...) الخ

مختصر یہ ہے کہ آیت تطہیر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل خانہ کے متعلق اشاد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ تم سے خطاؤں کے دور کرنے اور لغزشوں سے معافی دینے اور پاک کرنے کا ارادہ تشرعی رکھتے ہیں جیسا کہ دیگر احکام شرعی میں ارادہ تشرعی

مراد ہوتا ہے۔ مثلاً یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر۔
 بنا بریں یہاں سے عقیدہ عصمت کا مستنبط کرنا درست نہیں یہ عقیدہ نہ
 ازواج مطہرات کے حق میں اور نہ ہی اولاد نبوی کے حق میں صحیح ہے۔
 آخر میں یہ تحریر ہے کہ :-

”یہ الگ بات ہے کہ خود سیدہ حضرت فاطمہؓ نے اپنے اکیلی دختر
 نبوی ہونے کا کبھی دعویٰ نہیں کیا اور آیت تطہیر کو اپنے اس دعویٰ
 پر کبھی دلیل نہیں بنایا یہ چیز قابل توجہ ہے غور فرمادیں۔“

وہم (۴) رابع

آیت : یا ایہا النبی قل لا زواجک وبناتک ونساء
المؤمنین یدنین علیہن من جلا بیہن الخ
(پ ۲۲ رکوع ۷ از سورۃ احزاب)

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے (پردے کا حکم دیتے ہوئے اپنے
نبی اقدس صلعم کو ارشاد فرمایا) :-

”اے نبی! اپنی ازواج (مطہرات) اور اپنی بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں
کو فرما دیجئے کہ اپنی چادریں اپنے اوپر لٹکالیں۔ یہ بات اس چیز کے زیادہ
قریب ہے کہ یہ پہچانی جائیں اور ان کو انداز نہ پہنچائی جائے“..... الخ
معترض لوگوں نے آیت ہذا کے لفظ ”بناتک“ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کی ایک صاحبزادی (حضرت فاطمہؓ) تجویز کرنے کے لئے (اور باقی دختران نبوی
صلعم کی نفی کرنے کے لئے) دلیل بنایا ہے۔ اس نص قطعی کا خلاف کرتے ہوئے اپنے
مذعومہ دعویٰ کو مدلل کرنے کے لئے کلام چلایا ہے۔ اس زعم کو دور کرنے کے لئے
چند چیزیں پیش خدمت ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

دفعہ سوم

۱۔ آیت ہذا اپنی عبارت النص کے اعتبار سے اس مسئلہ کو بیان کر رہی ہے
کہ پردے کا حکم (جو اس آیت میں بیان فرمایا گیا ہے) آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم

کی تمام ازواج مطہرات آپ کی تمام صاحبزادیوں اور مومنوں کی ان تمام عورتوں کے لیے ہے جو نزولِ آیت کے وقت تک ایمان لا چکی تھیں۔
اولاً وبالذات یہ نیک و صالح بیبیاں مخاطب ہیں اور پھر ثانیاً وبالعرض آنے والی تمام مسلمان عورتیں اس حکم میں داخل ہیں۔

۲۔ آیت ہذا کی عبارت اس بات پر صاف دلالت کرتی ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد ازواج تھے جن کو پردہ کرنے کا ارشاد فرمایا گیا اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد صاحبزادیاں تھیں جن کو تسکیر کا حکم فرمایا گیا اور اسی طرح مومنوں کی بہت سی خواتین تھیں جن کو پردہ داری کا حکم دیا گیا یعنی آیت کے الفاظ ازواج بنات اور نسائے تینوں جمع کے الفاظ ہیں اس اعتبار سے ان تمام خواتین کے لئے یہ حکم ہے۔
آیت ہذا میں جمع کے مذکورہ بالا ہر سہ الفاظ اپنے حقیقی معنوں میں استعمال ہوئے ہیں اور ان تینوں الفاظ میں یہاں باعتبار تعظیم کے لفظ جمع سے واحد مراد لینے کے لئے کوئی قرینہ موجود نہیں ہے۔

۳۔ مفسرین حضرات نے بھی اس آیت کی تفسیر میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد صاحبزادیوں کا ذکر خیر کیا ہے۔

چنانچہ علامہ قرطبیؒ نے اپنی تفسیر احکام القرآن میں آیت ہذا کے تحت آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر چار صاحبزادیوں کا ذکر خیر کیا ہے اور ہر ایک صاحبزادی کے الگ الگ احوال تحریر فرماتے ہیں جو اس بات کا بین ثبوت ہے کہ مفسرین کے نزدیک بھی آیت ہذا کے لفظ "بنات" کا صحیح مصداق متعدد دختران نبوی صلعم ہیں۔ صرف ایک دختر مراد نہیں۔ اور ہم نے قبل ازیں بنات ثلاثہ کے سوانح میں تفسیر قرطبی سے بھی ان کے احوال نقل

کر دیتے ہیں۔

۴۔ آیت ہذا کے نزول کے وقت آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی تین صاحبزادیوں کا زندہ موجود ہونا ثابت ہے جیسا کہ ان کے الگ الگ سوانح حیات میں ذکر کیا جا چکا ہے۔ اور شیعہ کے ائمہ کرام و علماء و مجتہدین کے فرمودات کو اس پر بطور شواہد پیش کیا ہے۔

فلہذا آیت مذکورہ کا لفظ ”بناتک“ دختران نبوی کے حق میں بلحاظ تعداد درست ہے۔ اور اس لفظ جمع کی واحد کے لئے تاویل کرنا بلا وجہ اور بغیر ضرورت کے ہے اور اس طرح تاویل کرنے سے آیت ہذا کا صحیح مفہوم محجوب ہوتا ہے۔ اور واقعات جو حقیقت پر مبنی ہیں ان کا خلاف ہوتا ہے اور انکی تکذیب ہوتی ہے اور اپنے اکابر و اسلاف کی مخالفت اور تکذیب کرنا بلکہ تعلیط کرنا مستحسن طریق نہیں۔

”اور لفظ بناتک میں تعظیماً جمع مراد لینا درست نہیں اس لیے کہ جہاں تعظیماً جمع ہو وہاں عموماً صیغہ مذکر کے ساتھ لائی جاتی ہے اور یہاں مؤنث کے صیغے کے ساتھ مستعمل ہے فلہذا تاویل مذکور صحیح نہیں۔“

۵۔ اور اگر لفظ ”بناتک“ میں جمع تعظیم کی تاویل کر کے صرف ایک دختر مراد لی جاتے تو یہاں سے ایک دوسرا غلط مفہوم کوئی اور شخص بھی اخذ کر سکتا ہے کہ اگر ”بناتک“ سے صرف ایک دختر مراد ہے تو لفظ ”ازواجک“ سے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک ہی ”زوجہ“ مراد ہے اور ازواج یہاں جمع تعظیم کے طور پر مذکور سمجھا جائے گا اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی دیگر زوجہ ہی نہیں ہے۔

امید ہے مترض حضرات اس تاویل کو پسند نہیں فرمائیں گے۔ فلہذا جس طرح

یہ تاویل درست نہیں بالکل اسی طرح لفظ بناتک ” میں ان کی مجوزہ تاویل رکہ یہ تعظیماً جمع ہے) بھی درست نہیں۔ وجہ ظاہر ہے کہ یہ تاویل سنتہ نبوی (صلعم) دلی سیرت و اسلامی تاریخ اور واقعات کے برخلاف ہے۔ سابقاً اس کی تفصیل دے دی گئی ہے اور ابتداء کتاب میں ”اصل استدلال“ کے عنوان کے تحت ذکر کیا گیا ہے۔

قاعدہ یہی ہے کہ مستعمل شدہ لفظ کو اپنے اصل معنی اور ظاہر مفہوم پر ہی رکھا جاتا ہے۔ ظاہر عبارت سے ہٹا کر دوسرا مفہوم نہیں مراد لیا جاتا۔ مگر وہاں کوئی قرینہ صارفہ موجود ہو تو تب اس کے اصل معنی کو چھوڑ کر دوسرا معنی مراد لیا جاتا ہے۔ اور آیت بالا میں قرینہ صارفہ موجود ہی نہیں ہے۔

بنابریں آیت مذکورہ کے الفاظ ”ازواجک و بناتک“ میں یہی قاعدہ ملحوظ رکھنا ہوگا۔ ورنہ آیت کا جو صحیح مفہوم و معنی ہے وہ غلط ہو جائے گا۔ قرآن مجید میں غلط استدلال قائم کرنا کسی مسلمان کے لئے ہرگز روا نہیں۔

ناظرین کرام! ان چند معروضات پر اگر توجہ فرما سکیں تو معترض احباب کے استدلال کی کج روی اور کج بحثی عیاں ہو جائے گی۔

یہ بحث کتاب ہذا کی ابتداء میں بقدر ضرورت پیش کر دی گئی تھی لیکن یہاں دفع وہم کے طور پر مزید ذکر کر دی گئی ہے تاکہ اچھی طرح دفع اشتباہ ہو جائے۔

وہم ⑤ خامس

بناتِ ثلاثہ رضی اللہ عنہن کے مشقِ خلاف، لکھنے والوں نے یہ ایک وہم پیش کیا ہے کہ ”سھم ذوی القربیٰ“ میں سے ان تینوں صاحبزادیوں کو حصہ نہیں دیا گیا اور نہ ان کے ازواج کو حصہ خمس میں شامل کیا گیا۔ جبکہ حضرت فاطمہؓ اور ان کے زوج حضرت علیؓ کو برابر ”سھم ذوی القربیٰ“ سے حصہ عطا کیا جاتا رہا۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ہی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ تھیں اور ایک ہی داماد حضرت علی المرتضیٰؓ تھے۔ اگر کوئی اور صاحبزادی یا داماد ہوتے تو ان کو بھی ”سھم ذوی القربیٰ“ سے حصہ دیا جاتا۔ ان لوگوں نے ایک دختر نبوی ہونے کی یہ دلیل بنائی ہے اور بطریق مذکور استدلال قائم کیا ہے۔

دفع وہم

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ داروں کو مالِ غنیمت سے حصہ خمس دیا جاتا تھا۔ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بھی یہ حصہ اقرباء کو برابر دیا جاتا رہا۔ لیکن اس حصہ کے مستحق ہونے کی بنیاد فقر اور احتیاج پر تھی۔ اس بنا پر جو حضرات اقرباء میں سے اپنے فقر و احتیاج کی بنا پر مستحق تھے ان کو حصہ خمس دیا جاتا تھا۔

اس ضروری تشریح کے بعد مسئلہ واضح ہوا کہ حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ مع دیگر اقارب کے فقر و احتیاج کی بنا پر خمس کے مستحق تھے اس وجہ سے ان کو

یہ حصّہ ادا کیا جاتا تھا۔

باقی صاحبزادیاں اور ان کے ازواج چونکہ غنی تھے ان میں فقر و احتیاج نہیں تھا اس لئے انہیں یہ حصّہ ادا نہیں کیا جاتا تھا۔
علماء احناف نے اس مسئلہ کی دلیل دو طرح سے ذکر کی ہے۔

(۱)

ایک تو خلفاء الراشدین حضرات ابوبکر عمر عثمان اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا عمل اور فعل اسی طرح پایا گیا ہے کہ اقرار نبویؐ میں سے حصّہ خمس صرف فقراء اور قابل امداد لوگوں کو ہی دیا جاتا تھا اغنیاء کو نہیں دیا جاتا تھا۔
۱۔ چنانچہ علامہ بدرالدین العینیؒ نے شرح الہدایۃ میں اس مسئلہ کو بعبارت ذیل درج کیا ہے :-

”..... ثم قسم ابوبکر وعمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم ثلاثة اسهم، سهم للیتامی و سهم للمساکین و سهم لابناء السبیل و کان ذالک بمحض من الصحابة و لم ینکرو علیہم احد فحل الاجماع و کفی بہم قدوة“^۱
مطلب یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ چاروں حضرات مال خمس کو تین حصّوں میں تقسیم کرتے تھے ایک حصّہ

۱۔ عینی شرح ہدایۃ ص ۸۳۵ ج ۲ - ثانی طبع ہند
تحت کتاب السیر

یتمی کے لئے ایک حصہ مساکین کے لئے اور ایک حصہ مسافروں کے لئے۔ اور یہ معاملہ تمام صحابہؓ کی موجودگی اور حاضری میں پیش آتا تھا۔ اس مسئلہ پر صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے انکار اور اعتراض نہیں کیا۔ پس یہ مسئلہ اجماع کے مقام میں ٹھہرا اور خلفاء اربعہ اُمت کے لئے پیشوائی میں کافی ہیں یعنی ان حضرات کا عمل تمام اُمت کے لئے قابل استدلال ہے اور صحیح ہے۔

۲۔ نیز ابوبکر الجصاص رازیؒ نے اپنی کتاب احکام القرآن میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے امام محمد باقرؑ سے دریافت کیا کہ:-

..... ما فعل علیؑ بسهم ذوی القربیٰ حین ولی فقال
سلك به سبیل ابی بکر و عمرؓ..... قال ابوبکر
الجصاص لو لم یکن هذا رأیة لما قضی به.....
فثبت ان رأیة ورأیها كان سواء فی ان سهم
ذوی القربیٰ انما یتحققة الفقراء منهم ولما
اجمع الخلفاء الاربعة علیه ثبتت حجتہ
باجماعهم لقوله صلی اللہ علیہ وسلم علیکم
بسنی وسنة خلفاء الراشدين من بعدی.....
”مطلب یہ ہے کہ حضرت علیؑ نے سهم ذوی القربیٰ کے مسئلہ میں جبکہ
وہ اپنے دور میں خود خلیفہ اور حاکم ہوئے تو کیا صورت اختیار کی تو

جواب میں محمد باقرؑ نے فرمایا کہ حضرت علیؑ نے اس مسئلہ میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کا راستہ اختیار فرمایا..... ابو بکر جصاص کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ کی اپنی رائے اور حضرات شیخینؓ کی رائے یکساں تھی اس مسئلہ میں کہ ذوی القربیٰ میں سے صرف فقراء حضرات خمس کے مستحق ہیں۔ جب خلفاء اربعہ کا اس مسئلہ پر اجماع ہو گیا تو ان کے اجماع کے ذریعے حجت قائم ہو گئی کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ میری سنت کو لازم پکڑو اور میرے بعد خلفاء راشدین کے طریقہ کو مضبوط پکڑو۔

۳۔ اور ابن الہمامؒ نے فتح القدیر میں بھی یہ واقعہ درج کیا ہے کہ ایک شخص نے امام محمد باقرؑ سے سہم ذوی القربیٰ کا سوال کیا کہ حضرت علیؑ نے اس مسئلہ میں کیا صورت اختیار فرمائی؟ جبکہ وہ اپنی خلافت میں والی و حاکم تھے۔ تو محمد باقرؑ نے فرمایا۔

”سلك به والله سبيل ابى بكر وعمرؓ“

”کہ اللہ کی قسم! اس مسئلہ میں حضرت علیؑ نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کا راستہ اختیار فرمایا۔“

یعنی کوئی دوسری راہ اختیار نہیں کی اور ذوی القربیٰ میں سے جو فقراء و محتاج ہوتے تھے ان کو خمس سے حصہ دیا جاتا تھا۔ اغنیاء کو نہیں دیا جاتا تھا۔

(۲)

دوسری دلیل حضرت علی المرتضیٰؑ کا قول ہے جو صحیح روایات میں موجود ہے کہ :-

”ان بنا العالم عنه غنی وبالمسلمین الیہ حاجة“
یعنی حضرت عمرؓ کے دور میں جب مال غنیمت سے حصّہ خمس الگ کر کے
حضرت علیؓ سے کہا گیا کہ یہ آپ حضرات اقرباء بنوئی کا حق ہے تو آپ نے
فرمایا کہ :-

”اب ہمیں امسال حق خمس سے استغناء حاصل ہے لہذا اسے ہمارے
سوا دوسرے حق داروں میں تقسیم کر دیا جائے۔ دیگر مسلمانوں کو اس کی
حاجت و ضرورت ہے۔“

مختصر یہ ہے کہ تصریحات مذکورہ بالا سے واضح ہو گیا کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
کے جواقر بار محتاج اور قابل امداد ہوتے تھے ان کو خمس سے حصّہ دیا جاتا تھا۔ بنا بریں جناب
صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں سے صرف حضرت فاطمہؑ اور حضرت علیؑ کو

مسند امام احمد $\frac{۸۲}{۸۵}$ جلد اول } (۱) لہ
تحت منہات علیؑ

ابوداؤد شریف $\frac{۱۱}{۲}$ بیان مواقع قسم الخمس } (۲)
طبع مجتبائی دہلی

کتاب الخراج للإمام ابی یوسف منہ } (۳)
باب فی قسمة الغنائم

فقر و احتیاج کی بناء پر خمس سے حصّہ دیا جاتا تھا اور باقی صاحبزادیاں اور ان کے ازواج چونکہ محتاج نہیں تھے اور ان کی مالی حالت بہتر تھی اس بناء پر ان کو خمس سے حصّہ نہیں دیا گیا۔

اب اس چیز کو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی ہونیک کی دلیل بنانا اور تقسیم خمس کے ذریعے استدلال قائم کرنا ہرگز درست نہیں۔
معتزین دوستوں نے اس مسئلہ کو غلط رنگ دے کر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک صاحبزادی ہونے کی دلیل بنا لیا ہے جو کسی پہلو سے صحیح نہیں ہے۔
نیز ناظرین کرام پر واضح ہو کہ تقسیم خمس میں سہم ذوی القربی کا مسئلہ ”رحماء بینہم“ حصّہ اول (صدیقی) میں گزر چکا ہے اس کی متعلقہ تفصیلات مطلوب ہوں تو وہاں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

وہمہ (۶) سادس

دعوت مباہلہ کا مسئلہ

قرآن مجید میں ہے :-

”فقل تعالوا ندع ابناءنا و ابناءکم و نساءنا و نساءکم
و انفسنا و انفسکم ثم نبتهل فنجعل لعنة الله
على الکذبین“ (پ سورتہ آل عمران)

یہ آیت مباہلہ کے نام سے مشہور ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ :-
”پس جو شخص آپ سے جھگڑا کرے (حضرت عیسیٰ کے بارے میں)
آپ کے پاس علم آجانے کے بعد۔ تو کہہ دیجئے آؤ ہم اپنے بیٹوں کو
بلائیں اور تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ اور ہم عورتوں کو بلائیں۔ تم اپنی عورتوں کو بلاؤ۔ ہم اپنی
ذاتوں کو بلائیں اور تم اپنی ذاتوں کو بلاؤ۔ پھر ہم گڑگڑا کر دُعا مانگیں۔
پس جھوٹ بولنے والوں پر ہم اللہ کی لعنت کریں“

یہ واقعہ ۹ھ میں نصاریٰ نجران کے ساتھ اہل اسلام کو پیش آیا تھا۔ انھوں
نے مسلمانوں کے ساتھ کئی معاملات میں خصوصاً حضرت عیسیٰ کے متعلق کج بحثی شروع
کر دی اور قرآن مجید کی جانب سے اور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جو چیزیں
بیان کی گئی تھیں ان پر نصاریٰ کو تسلی نہیں ہوئی تھی تو اس موقع پر مذکورہ بالا آیت
نازل ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھ سے تم مباہلہ کرو جس

طرح کہ آیت میں حکم دیا گیا ہے۔ اس میں مسلمانوں اور نصاریٰ دونوں جماعتوں کو حکم ہے کہ اپنے اپنے لڑکوں، عورتوں اور اپنیوں کو بلالائیں پھر سب خدا کے سامنے عاجزی کے ساتھ دعا مانگیں کہ ہم میں سے جو بھوٹا ہو اس پر خدا کی لعنت ہو۔ اس دعوت مباہلہ پر نصرانی آپس میں مشورہ کرنے کے بعد مباہلہ کے لئے تیار نہ ہوئے اور نصرانیوں کے آمادہ نہ ہونے کی وجہ سے یہ مباہلہ عمل میں نہ آسکا اور تیاری کے مراحل میں ہی ختم ہو گیا یعنی عملاً مباہلہ نہیں ہوا۔ نصرانیوں نے جزیہ دینا قبول کر لیا اور واپس چلے گئے۔ اس واقعہ کی تفصیلات آیت ہذا کے تحت تفسیر کی کتابوں میں موجود ہیں۔

روایات میں موجود ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مباہلہ کے لئے تیار ہونے لگے تو آپ نے حضرات حسنینؑ حضرت علیؑ اور حضرات فاطمہ الزہراؑ کو اسی وقت بلالیا تھا۔

ایک صاحبزادی ہونے پر
شیعہ کا استدلال :

واقعہ مباہلہ سے شیعہ صاحبان نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک ہی صاحبزادی ہونے پر اس طرح استدلال قائم کرتے ہیں کہ

”نصاری کے ساتھ مباہلہ کرنے کے موقعہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات حسنین حضرت علیؑ اور صرف حضرت فاطمہؑ کو ساتھ لیا تھا اور اگر دیگر صاحبزادیاں بھی ہوتیں تو انہیں بھی اس موقعہ پر ساتھ لیا ہوتا۔ اور بالفرض اگر دوسری صاحبزادیاں فوت ہو چکی تھیں تو ان کے شوہروں کو ہی بلالیا ہوتا۔“ صرف ایک فاطمہؑ اور حضرت علیؑ کو بلانے سے ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک صاحبزادی تھی اور حقیقی داماد بھی ایک علی بن ابی طالب تھے۔

دفع دہم

مسئلہ ہذا کے سمجھنے کے لئے مندرجہ ذیل چیزیں مختصراً پیش خدمت ہیں، ان پر غور کر لینے سے دوستوں کے استدلال کی خامی خوب واضح ہو جائے گی اور مسئلہ ہذا کی حقیقت صحیح شکل میں نظر آ سکے گی۔

۱۔ پہلی بات یہ ہے کہ ان دوستوں نے آیت مذکورہ بالا سے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی ہونے پر استدلال قائم کرنے کی کوشش کی ہے۔ آیت ہذا میں اولاً تو لفظ ”بنات“ مذکور ہی نہیں وہاں عورتوں کے لئے نساءنا اور بیٹوں کے لئے ابناءنا کے الفاظ موجود ہیں لیکن بیٹیوں کے لئے ”بنات“ کے الفاظ مذکور ہی نہیں۔ تو آیت قرآنی میں اپنی بیٹیوں اور دخترؤں کو بلانے کا حکم ہی مذکور نہیں فلہذا ایک دختر ہونے پر آیت قرآنی سے استدلال کس طرح صحیح ہوا ۹۹

۲۔ دوسری بات یہ ہے کہ روایت میں حضرت فاطمہؑ کو بلانے کا ذکر موجود ہے تو وہ استدلال بالروایۃ متصور ہوگا۔ استدلال بالایۃ نہ ہوگا۔ یعنی اس آیت کا ”بنات“ کے مسئلہ سے کچھ تعلق نہیں صرف روایت میں یہ مسئلہ ہے۔

۳۔ تیسری بات یہ ہے کہ اس مقام میں متعدد روایات موجود ہیں یہاں ان کو ملحوظ خاطر رکھنا دیانت داری کا تقاضا ہے بعض روایات کو قابل اعتماد سمجھنا اور دوسری روایات کو بلاوجہ قابل اعتناء نہ سمجھنا انصاف کے خلاف ہے۔ اس مقام کی ایک روایت تو وہ ہے جس میں مباہلہ کے موقع پر حضرت

حسینؑ حضرت فاطمہؑ اور حضرت علیؑ کو بلا کر ساتھ لینے کا ذکر ہے وہ بالکل درست ہے۔
اس روایت سے شیعہ حضرات یہ مطلب اخذ کرتے ہیں کہ نبی اقدس صلی اللہ
علیہ وسلم کی صرف ایک حقیقی صاحبزادی تھی اور حقیقت داماد صرف حضرت علیؑ ہی
تھے۔ اگر دیگر صاحبزادیاں ہوتیں یا حضرت علیؑ کے بغیر کوئی اور بھی حقیقی داماد ہوتا تو ان
کو بھی اس موقع پر بلا کر ساتھ لیا ہوتا۔

اب یہاں یہ چیز قابل غور ہے کہ شیعہ کے نزدیک واقعہ ہذا (مباہلہ) ۹ھ
میں اور ایک قول کے مطابق ۱۰ھ میں پیش آیا تھا۔ چنانچہ تلخیص الشافعی (جلد ۳۸۳) اور
ص ۳۴ طبع جدید فصل فی ان امیر المؤمنین علیہ السلام افضل الصحابۃ میں اسی طرح درج کیا
ہے۔ اس واقعہ سے قبل آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی تینوں صاحبزادیاں اس عالم سے انتقال
فرما چکی تھیں۔ اور یہ چیز فریقین کے درمیان مسلمات میں سے ہے کوئی مختلف فیہ چیز
نہیں۔

حضرت رقیہؑ سن دو ہجری (جنگ بدر کے موقع پر) میں فوت ہوئیں۔ اور حضرت
زینبؑ سن ۸ھ (آٹھ) میں اور حضرت ام کلثومؑ شعبان ۹ھ میں قبل از واقعہ مباہلہ
فوت ہو چکی تھیں۔

(جیسا کہ ہر سہ صاحبزادیوں کے حالات میں بیان کیا گیا) اس بنا پر ان صاحبزادیوں
کا واقعہ ہذا میں شامل نہ ہونا ایک ظاہر بات ہے۔ لہذا اس موقع پر صرف ایک حضرت
فاطمہؑ زندہ تھیں اور انھیں ساتھ لیا گیا۔ نیز یہ چیز بھی قابل لحاظ ہے کہ خواتین میں سے صرف
حضرت فاطمہؑ کا روایت میں ذکر کیا جانا اور مردوں میں سے صرف حضرت علی المرتضیٰؑ کا
ذکر کیا جانا اور اسی طرح حضرات حسنینؑ کے ذکر کیے جانے سے اس واقعہ میں شامل
باقی خواتین اور دیگر حضرات کی نفی لازم نہیں آتی دوسرے لفظوں میں روایت مذکورہ میں
ان حضرات کا ذکر کیا جانا دیگر حضرات کی نفی کو مستلزم نہیں ہے اور عدم ذکر الشی سے

عدم وجود الشی لازم نہیں آتا۔

چنانچہ اس موقع کی دیگر روایات میں سے ایک روایت یہ ہے کہ :-
عن جعفر بن محمد عن ابیہ فی ہذہ الایۃ فقل تعالوا
ندع ابنائنا..... الخ

الآیۃ قال فجاء بابی بکرو ولداً وبعمر وولداً وبعثمان
ولداً وبعلی وولداً ۱۷

مطلب یہ ہے کہ امام جعفر صادق اپنے والد گرامی امام محمد باقر سے ذکر کرتے ہیں۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر صدیقؓ کو ان کی اولاد سمیت - عمر فاروقؓ کو ان کی اولاد
سمیت اور عثمان غنیؓ کو ان کی اولاد سمیت اور علی المرتضیٰؓ کو ان کی اولاد سمیت
(موقع مباہلہ پر) بلا کر ساتھ لائے ۱۸

نیز علماء کرام نے یہاں ایک اور روایت حضرت عمرؓ سے نقل کی ہے کہ :-
عن عمر رضی اللہ عنہ انه قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
لولا عنہم یا رسول اللہ بید من کنت تأخذ ۱۹ قال صلی
اللہ علیہ وسلم آخذ بید علیؓ وفاطمہؓ والحسن
والحسینؓ وعائشہؓ وحفصہؓ ۲۰

۱۷ - تفسیر الدر المنثور للسيوطی ص ۲۰ - ج ۲
۱۸ - تحت الایۃ فقل تعالوا..... الخ

۲ - تفسیر روح المعانی ص ۱۹ - پارہ سوم تحت الآیۃ
۳ - تفسیر النشوک فی ص ۳۳ - ج ۳ - اول تحت آیت مباہلہ پارہ سوم
سیزۃ حلبیہ ص ۳۳ - ج ۳
۱۹ - باب ینذکر فیہ ما یتعلق بالوفود التي وفدت علیہ صلی اللہ علیہ وسلم - ج ۱

اس روایت کا مفہوم یہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر آنجناب (نجران والوں کے ساتھ) مباہلہ کرتے اور بددعا فرماتے تو آپ کن کن لوگوں کا ہاتھ پکڑ کر مباہلہ کی بددعا فرماتے؟ تو آنجناب نے فرمایا کہ میں علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ، عائشہؑ اور حفصہؑ کا ہاتھ پکڑ کر مباہلہ کرتا۔

مندرجات بالا کی روشنی میں یہ واضح ہوا کہ :-

۱۔ حضرت علیؑ کے علاوہ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ یتیموں حضرات کو بھی اس موقع پر مع ان کی اولاد کے بلا لیا گیا تھا۔ اور مباہلہ کی تیاری میں یہ تمام حضرات مدعو تھے۔ اگر مباہلہ کا عملی اقدام ہوتا تو حضرت علیؑ اور ان کی اولاد کے ساتھ ساتھیہ یتیموں حضرات بھی مع اولاد کے شامل کیئے جاتے۔

۲۔ اسی طرح خواتین میں سے حضرت فاطمہؑ کے علاوہ حضرت عائشہؑ اور حضرت حفصہؑ کو بھی اس موقع پر شامل کیا جانا منظور خاطر تھا اور اگر مباہلہ کا عملی اقدام ہوتا تو حضرت عائشہؑ اور حضرت حفصہؑ کو بھی ساتھ لیا جاتا۔

معلوم ہوا کہ واقعہ مباہلہ میں شیعہ صاحبان نے جو ایک آدھ روایت کو سامنے رکھ کر تخصّصات قائم کئے ہیں وہ بالکل بے جا ہیں اور اس سے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک صاحبزادی ہونے یا صرف ایک حقیقی داماد ہونے کا جو استنباط کیا ہے وہ کسی پہلو سے درست نہیں ہے اس کو غلو عقیدت کا ہی نتیجہ کہا جاسکتا ہے اور بس۔

اس دور کے شیعہ حضرات نے واقعہ مباہلہ سے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک حقیقی صاحبزادی ہونے پر استدلال کیا ہے اور ہم نے اس

خلافت بلا فصل پر
شیعہ کا استدلال

استدلال کی خفت اور کمزوری سطور گزشتہ میں واضح طور پر بیان کر دی ہے۔ اور شیعہ کے سابق علماء اس واقعہ سے حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت بلا فصل پر استدلال کرتے رہے ہیں۔ حالانکہ وہ بھی اپنی جگہ بے جا اور غیر موزوں استدلال ہے۔ اور کچھ وزنی نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ:-

(۱) آیت مباہلہ میں تو مسئلہ خلافت کا ذکر تک موجود نہیں اور روایت مباہلہ میں بھی مسئلہ خلافت کے متعلق کلام نہیں پایا گیا وہاں اس کا فقدان ہے نیز یہ بات بھی ہے کہ آیت مباہلہ یا روایت مباہلہ سے خود حضرت علیؑ نے نہ اپنی خلافت بلا فصل پر استدلال کیا ہے اور نہ ہی کبھی اس کا دعویٰ کیا ہے۔

البتہ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مباہلہ کی تیاری میں حضرت علی المرتضیٰؑ اور ان کے صاحبزادوںؑ اور حضرت فاطمہ الزہراءؑ کو مدعو کرنے کی عزت بخشی اور یہ اعزاز اپنی جگہ فضیلت کی چیز ہے جس کے ہم قائل ہیں اور ساتھ ہی ساتھ دیگر روایات کی رو سے (جن کا ذکر اوپر گزر چکا ہے) حضرات خلفائے ثلاثہؑ حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت حفصہؓ (امہات المؤمنین) بھی اسی شرف دعوت سے مشرف ہوئے تھے لہذا ان تمام حضرات کا احترام اور شرف بھی لائق لحاظ اور قابل قدر ہے۔

(۲) اگر آیت مباہلہ کے لفظ ”انفسنا“ سے بقول شیعہ حضرت علی المرتضیٰ کی ذات مراد لی جائے اور نفس رسول قرار دیا جائے اور رسول اللہ کی جمیع صفات نبوت میں حضرت علیؑ کے لئے مساوات تسلیم کی جائے تو حضرت علیؑ کو نبوت و رسالت ختم نبوت اور بعثت الی کافۃ الخلق وغیرہ وغیرہ صفات سے متصف تسلیم کرنا پڑے گا اور یہ بالکل باطل اور خلاف واقعہ ہے۔

بصورت دیگر حضرت علی المرتضیٰ کی آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض صفات

میں مسادات تسلیم کی جائے تو کوئی مفید ہی نہیں اور نہ ہی اس سے اصل مقصد کا اثبات ہو سکتا ہے۔

اسی طرح اگر بالفرض آیت مباہلہ کو حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت و امامت کی دلیل قرار دیا جائے تو یہ لازم آئے گا کہ حضرت علیؑ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارک میں ہی آنحضرت کے خلیفہ ہوں اور یہ بھی صحیح نہیں اور واقعات کے خلاف ہے۔

پس آیت مذکورہ میں لفظ ”انفسا“ سے اہل قرابت ہم نسب ”ہم ملت“ اور اپنی جماعت کے افراد مراد ہیں جیسا کہ قرآن مجید کی دیگر آیات مبارکہ مثلاً ”ولا تخرجون انفسکم من دیارکم“۔ ”ثم انتم هؤلاء تقتلون انفسکم“ اور ”ولا تلمزوا انفسکم وغیرہ آیات میں ”انفس“ کا مفہوم و مراد اہل قرابت اہل دین، اور اپنی جماعت کے لوگ ہیں۔

فلہذا آیت مباہلہ کا مطلق خلافت سے کوئی تعلق نہیں چہ جائیکہ اسے خلافت بلا فصل کی دلیل قرار دیا جائے۔ اور اسی طرح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل کا استدلال آیت مباہلہ سے کسی پہلو سے درست نہ ہوا۔ اور علمی اصطلاح میں یہ دلیل اپنے مدعی کو ثابت نہیں کر سکی۔ فلہذا یہاں تقریب تام نہیں۔

وہم (سابع)

اس دور میں ہوائے نفس غالب ہونے کی وجہ سے لوگ مسلمات اور حقائق کے انکار پر کمر بستہ ہو گئے ہیں اور کتاب و سنت اور اسلامی سیرت و تاریخ کے برخلاف کرنے میں کچھ حجاب محسوس نہیں کرتے۔

چنانچہ آجکل یہ چیز بڑی شد و مد سے پیش کی جا رہی ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی حضرت فاطمہؓ ہیں اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر صاحبزادیوں کے دختران نبیؐ ہونے کی نفی کی جا رہی ہے۔

معتزین کا استدلال

چونکہ حضرت فاطمہؓ کے فضائل و مناقب کثرت سے مختلف کتب میں پائے جاتے ہیں اور دیگر صاحبزادیوں کے حالات و فضائل سے کتابوں کے صفحات کو رے نظر آتے ہیں۔ اس لئے یہ چیز حضرت فاطمہؓ کے ایک ہی دختر نبویؐ ہونے کی دلیل ہے۔۔۔۔۔ اور زینبؓ رقیہؓ اور ام کلثومؓ صلیبی و نسبی دختران نبویؐ نہیں ہیں بلکہ نبیؐ کی ”روایتی“ اور رواجی بیٹیاں ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ کثرت فضائل فاطمہؓ وحدت بنت النبیؐ ہونے کی دلیل ہے دیگر دختران کی کوئی فضیلت نہیں پائی جاتی فلہذا وہ دختران نبیؐ نہیں ہیں۔

دفع دوم

مذکورہ بالا دوم کے ازالہ کے لئے درج ذیل چیزوں پر نظر فرمادیں معترضین کے استدلال کی سبکی معلوم ہو جائے گی۔

۱۔ ناظرین کرام پر واضح ہے کہ ہم نے قبل ازیں ہر ایک صاحبزادی کے سوانح حیات تفصیل کے ساتھ پیش کر دیئے ہیں ان میں ہر سہ صاحبزادیوں حضرت زینبؓ حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے احوال زندگی کے ہر پہلو کو بیان کیا ہے اس میں ان کے فضائل و کمالات پوری طرح آگئے ہیں۔ اگر اطمینان خاطر مقصود ہو تو ایک دفعہ ان صاحبزادیوں کے سوانح کی فہرست مضامین پر ہی نظر کر لیں۔ تو آپ پر معترض احباب کی غلط بیانی اور دروغ گوئی کا اندازہ ہو جائے گا۔

ہم نے ان صاحبزادیوں کے سوانح حیات میں پیدائش سے وفات تک کے احوال کو شیعہ دستی کتب سے نقل کیا ہے۔ اب یہاں گذشتہ چیزوں کے دوہرانے کی مزید حاجت نہیں۔ سابقہ تحریر کہ وہ حالات ہی اس چیز پر کافی شاہد ہیں۔ اور معترض صاحب کی دروغ بیانی پر گواہ ہیں

۲۔ ایک شخصیت کی "کثرت فضیلت" سے دوسروں کے نسب کی نفی نہیں کی جاسکتی۔ مثال کے طور پر حضرت علی المرتضیٰؑ کے فضائل کثرت سے دستیاب ہوتے ہیں لیکن ان کے بھائیوں حضرت جعفرؑ اور حضرت "عقیل" کے فضائل نسبتاً کم ملتے ہیں اب کوئی شخص حضرت علیؑ کے برادران مذکور کی اس لیے نفی کر دے کہ ان کے فضائل کم دستیاب ہوتے ہیں اور حضرت علیؑ کے فضائل کثرت سے ملتے ہیں اور وہ اس چیز کو دوسرے برادران کی نفی پر دلیل بنا دے تو یہ طریق استدلال درست نہ ہوگا۔

اسی طرح حضرت داؤد علیہ السلام کے بہت سے بیٹے تھے فضائل کثیرہ صرف حضرت سلیمان علیہ السلام کے پائے جاتے ہیں۔ نیز حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ عدد بیٹے مشہور ہیں لیکن فضائل کثیرہ صرف حضرت یوسف علیہ السلام کے وتیاب ہوتے ہیں، باقی فرزندوں کی ان حالات میں نفی کر دینا درست نہیں ہے۔ ٹھیک اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کا معاملہ ہے۔

اسی طرح حضرت فاطمہؓ کے فضائل اگر زیادہ پائے جاتے ہیں اور ان کی دوسری بہنوں کے فضائل نسبتاً کم دستیاب ہیں تو اس سے حضرت زینبؓ حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ کے نسب کی نفی کرنا اور فضائل کی کمی بیشی کو نسب کی نفی کے لئے دلیل تباہاہرگز درست نہیں۔ مختصر یہ ہے کہ عدم کثرت فضائل سے عدم نسب و نفی نسل کا قاعدہ تجویز کر لینا عقلاً و نقلاً صحیح نہیں ہے۔

۲۔ نیز یہ چیز بھی قابل غور ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری ایام میں حضرت فاطمہؓ آنجنابؓ کی اولاد شریف میں سے اکیلی رہ گئی تھیں۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ (سگی ماں) بھی بہت پہلے فوت ہو چکی تھیں اور آپؐ کی کوئی خالہ بھی زندہ موجود نہ تھیں۔ حضرت فاطمہؓ کی سگی بہنیں حضرت زینبؓ حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ بھی یکے بعد دیگرے داغ مفارقت دے چکی تھیں۔ اب آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے آپؐ کی توجہات کرمیاء کا واحد مرکز صرف حضرت فاطمہؓ تھیں اور حضرت فاطمہؓ کی رعایت ملحوظ خاطر رہتی تھیں۔

عموماً اس دور میں سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کے متعلق متعدد فضائل کی چیزیں بیان فرمائی ہیں۔ جو صحیح روایات میں مذکور

ہیں وہ اپنی جگہ درست ہیں۔

لیکن یہاں سے حضرت فاطمہؓ کی دیگر بہنوں کے نسب و صلبی ہونے کی نفی کرنا نہایت قبیح امر ہے اور ان ہر شے صاحبزادیوں کو ”روایتی بیٹیاں“ اور ”رواجی بیٹیاں“ کہنا، آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف کی (معاذ اللہ) تحقیر و تذلیل ہے جو کسی مسلمان کے لئے ہرگز درست نہیں۔

نیز یہ چیز آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت فاطمہؓ کی ایزائے روحانی کا باعث بھی ہے یہ ان حضرات کے حق میں پسندیدہ طریق نہیں ہے نہ یہ حضرت فاطمہؓ کی خیر خواہی ہے نہ سردارِ دو عالم صلعم کی۔

دہم ⑧ ثامن

مقترض احباب نے سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی بنتِ کرنے کے لئے ایک روایت تفسیر الدر المنثور سے نقل کی ہے اور اسے ایک صاحبزادی ہونے پر کھلا ہوا آسمانی ثبوت تجویز کیا ہے۔

اس روایت کے راوی ”فرقد السبنجی“ ہیں اور ابن ابی حاتم نے اسے تخریج کیا ہے۔ فرقد السبنجی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی انجیل میں ہوئی تھی اور اس روایت میں ہے کہ آنرا الزماں نبیؑ کی نسل ایک مبارک زوجہ سے ہوگی اس کے لئے ایک بیٹی ہوگی چہر اس بیٹی کے لئے دو بیٹے ہونگے اور اس روایت میں آخری نبیؑ کی ایک دختر کا ذکر ہے پس ایک بنتِ رسولؐ ہونا یہاں سے معلوم ہو گیا یہ ایک کھلا ہوا آسمانی ثبوت ہے۔

دفع دہم

اس دہم کے ازالہ کے لئے مندرجہ ذیل معروضات پر توجہ فرمائیں :-

①

اہل علم حضرات پر خواب واضح ہے کہ تفسیر الدر المنثور میں ہر قسم کی

روایات فراہم کر دی گئی ہیں۔ اور عموماً ان کی صحت و سقم پر صاحب کتاب کچھ کلام نہیں فرماتے۔ علامہ السیوطی روایت کے تخریج کرنے والے محدث اور راوی کا نام ذکر کرنے پر ہی اکتفا کر کے اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جاتے ہو جاتے ہیں۔ مقصد یہ ہوتا ہے کہ ناظرین خود صاحب تخریج اور راوی کی طرف رجوع کر کے روایت کی صحت یا عدم صحت پر نظر کر لیں اور اس کے درجہ قبولیت کا اندازہ کر لیں۔

۲

روایت مذکورہ بالا کا راوی "فرقد السبخی البصری" (ابن یعقوب) ہے اس کے متعلق علماء نے مندرجہ ذیل کلام کیا ہے جس سے اس راوی کی حیثیت واضح ہو جاتی ہے۔ اور اس کا لائق اعتبار و اعتماد نہ ہونا ظاہر ہوتا ہے۔

۱۔ ابن ابی حاتم رازی (صاحب تخریج روایت ہذا) کہتے ہیں کہ فرقد السبخی صاحب حدیث نہیں یعنی محدثین میں اس کا کوئی مقام نہیں..... یہ معروف روایات کے مقابلے میں منکر روایات لاتا ہے..... مقام حدیث میں ضعیف ہے قوی نہیں ہے۔

۲۔ طبقات ابن سعد میں لکھا ہے کہ یہ شخص حدیث میں ضعیف ہے اور منکر روایات لاتا ہے اور صاحب حدیث نہیں ہے۔

۱۔ کتاب الجرح والتعديل ۸۱-۸۲ جلد ۳ قسم دوم
لا بن ابی حاتم الرازی۔ تحت فرقد السبخی۔

۲۔ طبقات ابن سعد ۱۱۱ قسم ثانی
تحت فرقد ابن یعقوب السبخی۔

۳۔ تقریب میں ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ فرقہ حدیث میں کمزور ہے اور کثیر الخطا ہے۔^{۱۱}

۴۔ تہذیب میں ہے کہ فرقہ حدیث میں ”لا شیئ“ ہے اس کی حدیث میں مناکیر ہوتے ہیں..... اور یہ شخص احکام اور سنن میں حجت نہیں۔..... اور فرقہ مرسل روایت کو مرفوع بنا دیتا تھا اور موقوف کو مسند بنا دیتا تھا اور اس کا اس کو پتہ نہ چلتا تھا اس وجہ سے اس کے ساتھ حجت پکڑنا باطل ہے۔^{۱۲}..... الخ

اس فن کے اکابر علماء کی مذکورہ بالا تصریحات اور خود ابن ابی حاتم کی تحقیق کے مطابق یہ شخص باب حدیث میں ضعیف، کثیر الخطا اور منکر روایات، لانیوالا ہے۔ اور قابل استدلال اور لائق حجت نہیں۔

لہذا اس کی مذکورہ روایت اثبات حکم کے لئے دلیل نہیں بن سکتی۔ مقام استدلال میں صحیح روایت سے دلیل پیش کرنا لازم ہے۔ محدثین کے نزدیک جو صحیح روایت ہو وہ پیش کریں۔

(۳)

بالفرض والتقدير اگر روایت کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو روایت مذکورہ بالا کی عربی عبارت :-

..... انما نسلہ من المبارکۃ یعنی خدیجۃ..... لہا ابنۃ

۱۱۔ تقریب لابن حجر عسقلانی ص ۴۱۴۔ تحت فرقہ ابن یعقوب

۱۲۔ تہذیب التہذیب لابن حجر ص ۲۶۳-۲۶۴۔ تحت فرقہ

یعنی فاطمہ ولہا ابنان فیستشهد ان یعنی الحسن والحسین
میں غور کرنے سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ :-

۱۔ روایت میں ہر سہ الفاظ المبارکۃ، اہل بیت اور ابنان کی جو تشریح لفظ یعنی سے کی گئی ہے وہ رواد میں سے کسی راوی کے اپنے توضیحی الفاظ ہیں۔ اصل روایت میں وارد نہیں۔ بلکہ اس سے خارج ہیں۔

۲۔ روایت ہذا کے ذریعے پیغمبر آخر الزماں کے حق میں بشارت دی جا رہی ہے اور پیش گوئی فرمائی جا رہی ہے کہ اس نبی اُمّی کی نسل ایک مبارک خاتون سے جاری ہوگی اور اس کی ایک ایسی بیٹی ہوگی جس کے دو بیٹے ہونگے جو شہید ہونگے..... الخ

مطلب یہ ہے کہ یہاں پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل کے جاری ہونے کا سلسلہ ذکر فرمایا جا رہا ہے اس روایت میں نہ تو آنجناب کے باقی ازواج مطہرات کی نفی کی جا رہی ہے اور نہ ہی حضرت خدیجہؓ کی دیگر اولاد شریف خواہ بیٹے (قباسم عبد اللہ) ہوں یا بیٹیاں (زینب رقیہ ام کلثوم) کی نفی مقصود ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اگر روایت ہذا کو صحیح تسلیم کر بھی لیا جائے تو اس سے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی اجرائے نسل کی پیشگوئی مذکور ہوئی نہ کہ آنجناب کی صرف ایک دختر ہونے کا مسئلہ بیان ہوا۔

وہم ۹ تاسع

معتزض لوگوں کی طرف سے ایک دختر نبویؐ ہونے پر یہ شبہ بھی پیش کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں کے خطبات جمعہ ہوں یا عیدین، ان میں نبیؐ اتدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں سے صرف ایک حضرت فاطمہؑ کا نام مبارک ذکر کیا جاتا ہے اور کسی دیگر دختر نبویؐ کا نام ذکر نہیں کیا جاتا۔ یہ چیز اس بات کی دلیل ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک ہی صاحبزادی تھی۔ اگر دیگر صاحبزادیاں بھی ہوتیں تو ان کے اسماء گرامی بھی خطبات میں ذکر کیے جاتے۔

دفع وہم

پہلی بات تو یہ ہے کہ عموماً خطبات میں ایک صاحبزادی کا ذکر خیر آنے سے دوسری صاحبزادیوں کی نفی نہیں ہوتی۔ قاعدہ ہے کہ عدم ذکر الشیء لا یتلزم عدمہ۔ دوسری چیز یہ ہے کہ حضرت فاطمہؑ کے متعلق مسلمانوں کے بعض طبقوں (خارجی، ناصبی وغیرہ) کے خیالات خلاف تھے اور حضرت فاطمہؑ کو عقیدت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا تھا۔ اس بنا پر حضرت فاطمہؑ کا ذکر خیر خطبات میں علمائے کرام کر دیتے تھے تاکہ مخالف عناصر کے غلط خیالات کا ازالہ ہوتا ہے۔ موجودہ دور سے قبل دیگر ہر سہ صاحبزادیوں حضرت زینبؑ حضرت رقیہؑ حضرت ام کلثومؑ کے خلاف لوگوں کے جذبات نہیں پائے جاتے تھے۔ اس

بنار پر ان معزز خواتین کا ذکر خیر خطبات میں لانا ضروری خیال نہیں کیا گیا۔
 اب جبکہ حالات بدل چکے ہیں اور نظریات میں عظیم تبدیلیاں واقع ہو
 گئی ہیں۔ حتیٰ کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی ہرستہ صاحبزادیوں کو مبارک
 نسل نبویؐ سے خارج قرار دیا جا رہا ہے اور بڑے تحقیق آمیز کلمات کے ساتھ
 ان مقدس ہستیوں کا ذکر "روایتی بیٹیوں" اور "واجبی بیٹیوں" کے عنوانات
 سے کیا جا رہا ہے۔ تو یہ ضروری ہو گیا ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی
 چاروں صاحبزادیوں کے اسماء گرامی خطبات میں ذکر کئے جائیں تاکہ مخبرین
 کے غلط اور فاسد خیالات کا ازالہ ہوتا رہے۔ اور اہل اسلام کی آنجناب
 صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک خاندان کے ساتھ صحیح عقیدت مندی قائم و دائم
 رہے۔

حالات کے بدل جانے سے مسائل میں تبدیلیاں واقع ہوا کرتی ہیں۔
 مثلاً حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے اسماء گرامی خطبات میں اسی لئے
 رکھے گئے تھے اس دور میں اس کی ضرورت سامنے آتی تھی۔ اب اس دور
 میں ہر چہاں صاحبزادیوں کے اسماء مبارکہ کا خطبات میں ذکر کرنا انہیں حالات
 کی وجہ سے ہوگا۔

وہم عاشر

بعض لوگوں نے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی ہونے پر مولوی وحید الزمان صاحب حیدر آبادی کی ایک عبارت پیش کی ہے جس میں درج ہے کہ حضرت فاطمہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اکلوتی بیٹی تھیں۔ اس کے متعلق ہم چند چیزیں پیش کرنا چاہتے ہیں۔ ان پر نظر غائر کر لینے سے مذکورہ حوالہ کا خود بخود جواب پورا ہو جائے گا اور اکلوتی بیٹی ہونے کے وہم کا دفع ہو سکے گا۔

اصل بات یہ ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی ہونے کا نظریہ بعض شیعہ لوگوں نے ایجاد کیا ہے تو جو لوگ شیعوں کے نظریات سے متاثر ہیں وہی اس قسم کے خیالات ذکر کیا کرتے ہیں۔

اب ہم جناب علامہ وحید الزمان صاحب حیدر آبادی (مترجم صحاح ستہ) المتوفی ۲۵ شعبان ۱۳۳۸ھ / ۱۵ مئی ۱۹۲۰ء کے نظریات اور خیالات کو ان کی اپنی ہی عبارات کی صورت میں ناظرین کی خدمت میں مختصراً پیش کرتے ہیں۔ تفصیلات کا موقع نہیں ہے اور اتنی چیز پہلے معروض خدمت ہے کہ جناب وحید الزمان (دفاع نواز جنگ) کچھ زمانہ سنی حنفی تھے۔ اسی دور میں انہوں نے شرح وقایہ کا ترجمہ ”نور الہدایہ“ کے نام سے کیا تھا۔

ان کے تذکرہ نویس لکھتے ہیں کہ ان کی طبع میں ایک قسم کی تلون مزاجی اور انتہا پسندی تھی۔ کچھ عرصہ مقلد رہنے کے بعد غیر متقلد بن گئے اور آزادانہ تحقیق کے

کا رہند ہو گئے۔ اسی دور میں انہوں نے صحاح ستہ کے تراجم کیے۔

پھر ایک مدت دراز کے بعد ملا معین سندھی ٹھٹھوری کی کتاب ”دراسۃ البیب“ وغیرہ سے متاثر ہوئے اور شیعہ نظریات کے حامل ہو گئے۔ اسی دور میں انہوں نے ”انوار اللغۃ ملقب بہ وحید اللغات“ مرتب کی۔ اس میں متعدد مقامات پر انہوں نے اپنے ان شیعہ خیالات کا اظہار کیا ہے، ان میں سے چند ایک حوالہ جات پیش خدمت ہیں جس سے ان کے معتقدات کا جائزہ لیا جاسکتا ہے۔

جناب وحید الزمان صاحب ”مسئلہ خلافت“ کے سلسلے میں لکھتے ہیں :

۱۔ ”حضرت علیؓ اپنے تئیں سب سے زیادہ خلافت کا مستحق جانتے تھے اور ہے بھی یہی۔ آپ بلحاظ قرابت قریب اور فضیلت اور شجاعت کے سب سے زیادہ پیغمبر کی قائم مقامی کے مستحق، مگر چونکہ آنحضرتؐ نے کوئی صاف و صریح نص خلافت کے باب میں وفات کے وقت نہیں فرمائی اور صحابہ نے اپنی رائے اور مشورہ سے بلحاظ ”مصلحت وقت“ ابوبکر صدیقؓ کو خلیفہ بنالیا تو آپ صبر کر کے خاموش رہے۔ اگر اس وقت تلوار نکالتے اور مقابلہ کرتے تو دین اسلام میٹ جاتا۔“

(انوار اللغۃ ملقب بہ وحید اللغات)

تحت مادہ عجز

اسی طرح ایک دوسری جگہ جناب وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں کہ :

۲۔ ”اس مسئلہ میں قدیم سے اختلاف چلا آیا ہے کہ عثمانؓ اور علیؓ دونوں

میں کون افضل ہیں لیکن شیخین کو اکثر اہل سنت حضرت علیؓ سے افضل

کہتے ہیں اور مجھ کو اس امر پر بھی کوئی دلیل قطعی نہیں ملتی۔ نہ یہ مسئلہ

کچھ اصول اور ارکان دین سے ہے، زبردستی اس کو متکلمین نے

عقائد میں داخل کر دیا ہے :

(الوار اللغۃ ملقب بہ وحید اللغات

تحت مادہ عثم)

ایک مقام پر جناب وحید الزمان صاحب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں اپنے خیالات کا یوں اظہار کرتے ہیں :

۳۔ ”.... بھلا ان پاک نفسوں پر معاویہ کا قیاس کیونکر ہو سکتا ہے، جو

نہ مہاجرین میں سے تھے نہ انصار میں سے۔ نہ انہوں نے آنحضرتؐ

کی کوئی خدمت اور جان نثاری کی بلکہ آپ سے لڑتے رہے۔

فتح مکہ کے دن ڈر کے مارے مسلمان ہو گئے۔ پھر آنحضرتؐ کی وفات

کے بعد حضرت عثمانؓ کو یہ رائے دی کہ علیؓ طلحہ اور زبیر کو قتل کر ڈالیں۔

اس کے بعد خواہ مخواہ ظلم اور زبردستی سے مستحق کا حق تلف کر کے خود

بلا مشورہ خلیفہ اور حاکم بن بیٹھے۔ ہزار ہا صحابہ اور تابعین اور مکمل

اولیاء اللہ کو قتل کرایا اور زندگی بھر اپنی خطا پر اصرار کرتے رہے

اور اہل بیت کے جنکے جوتوں کے طفیل انہیں یہ عزت ملی تھی، دشمن

بن گئے۔ برسرِ منبر حضرت علی المرتضیٰؓ پر سب و شتم و لعن کرتے رہے

اور تمام خطیبوں کو یہ حکم دیا کہ وہ ہر خطبہ میں حضرت علیؓ کو برا کہیں۔

معاذ اللہ ان پر لعنت کرتے رہیں۔“

الوار اللغۃ، ملقب بہ وحید اللغات پارہ ۱۸

تحت مادہ عز)

تھوڑا سا آگے چل کر اسی صفحہ پر یوں رقمطراز ہیں :

۴۔ ”.... کسی سچے مسلمان کا جس میں ایک ذرہ برابر بھی پیغمبر صاحبؐ

کی محبت ہو، دل یہ گوارا کرے گا کہ وہ معاویہ کی تعریف اور توصیف کرے؟ البتہ ہم اہل سنت کا یہ طریق ہے کہ صحابہ سے سکوت کھیتے ہیں۔ اس لیے معاویہ سے بھی سکوت کرنا ہمارا مذہب ہے اور یہی اسلام اور قرین احتیاط ہے۔ مگر ان کی مدح و ثنا کرنا اور ان کی نسبت کلمات تعظیم مثل حضرت رضی اللہ عنہ کننا سخت دیری اور بیباکی ہے اللہ محفوظ رکھے۔“

(انوار اللغۃ ملقب بہ وحید اللغات پارہ ۱۸)

(تحت مادہ عزّ)

نیز ”انوار اللغۃ“ ہی میں وحید الزمان صاحب نے حضرت امیر معاویہ اور حضرت عمرو بن العاص دونوں پر اپنے اندرونی جذبات کا اظہار کرتے ہوئے ظالم اور فاسق کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ لکھتے ہیں:

۵۔ ”... ہم اہل سنت اور جماعت معاویہ اور عمرو بن العاص اور حجاج وغیرہم کی تکفیر نہیں کرتے نہ اُن پر لعنت کرنا بہتر جانتے ہیں بلکہ انکو ظالم اور فاسق سمجھتے ہیں اور ان کا معاملہ اللہ کے سپرد کرتے ہیں۔ اگر وہ چاہے گا تو بخش دے گا کیونکہ وہ ارحم الراحمین ہے۔ اور جن لوگوں نے معاویہ اور عمرو بن العاص کو صحابیت کی وجہ سے واجب التعظیم اور واجب المدح سمجھا ہے، انہوں نے غلطی کی۔“

(انوار اللغۃ ملقب بہ وحید اللغات)

(تحت مادہ صبر)

اسی انوار اللغۃ میں ایک مقام پر حضرت امیر معاویہؓ کے بارے اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

۶۔ ”..... بعضے کم علم لوگ یہ کٹ جھتی کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ اور طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم بھی تو حضرت علی سے لڑے۔ پھر جو ان کا حکم ہے وہی معاویہ کا حکم ہوگا۔ ان کا جواب یہ ہے ان تینوں بزرگوں سے خطائے اجتہادی ہوئی تھی جس سے انہوں نے رجوع کیا اور تائب اور شرمندہ ہوئے، برخلاف معاویہ کے۔ وہ تو مرتے دم تک اہل بیت علیہم السلام کے دشمن اور مخالف رہے اور حضرت علی کو گالیاں دینے کے لیے تمام خطبوں کو حکم دیا۔“

(انوار اللغۃ ملقب بہ وحید اللغات

تحت مادہ صبر)

اب ہم آخر میں ایک حوالہ مزید درج کرتے ہیں جس میں ماتم کے ساتھ جناب وحید الزمان صاحب کی گہری عقیدتمندی ظاہر ہوتی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں :
 ”.... اکثر لوگوں نے سال ہجری کا شروع محرم سے رکھا ہے مگر جب سے امام حسینؑ کی شہادت محرم میں ہوئی یہ مہینہ خوشی کا نہیں رہا مترجم کتا ہے اگر سب مسلمان مل کر سال کا آغاز ماہ شوال سے کر لیں، تو بہت مناسب ہوگا اور غرہ شوال سال کا پہلا دن ہو۔ اس دن خوشی کریں، کھائیں پیئیں۔ محرم کا مہینہ شہادت کی وجہ سے غم کا مہینہ ہو گیا ہے دوسری قومیں سال کے پہلے دن میں خوشی اور خرمی کرتی ہیں اور مسلمان روتے پیٹے اور غم کرتے ہیں۔“

(انوار اللغۃ ملقب بہ وحید اللغات

تحت مادہ عود)

ان مطاعن کے جواب کے لیے ہماری کتاب ”مسئلہ اقرباء نوازی“ کا باب

امیر معاویہؓ دیکھنا مفید ہے۔ مندرجہ بالا مطاعن بے کار روایات سے تجویز کیے گئے ہیں۔ علماء نے اپنے مقام پر ان کے جوابات درج کر دیئے ہیں۔ اس وقت ہم اس چیز کے جواب کے درپے نہیں۔

مندرجہ بالا حوالہ جات پیش کرنے سے ہمارا مقصد یہ ہے جناب وحید الزمان صاحب کے اندرونی نظریات ناظرین کرام خوب توجہ سے سماعت فرمائیں۔

یہ خیالات ان کے معتقدات کو نمایاں کر رہے ہیں کہ یہ بزرگ زندگی کے آخری ایام میں شیعہ نظریات کے حامل ہو گئے تھے اور شیعہ لوگ حضرت فاطمہؓ کو اکلوتی بیٹی کہہ دیں تو ان کو اختیار ہے۔

کتاب و سنت اور تاریخ اسلامی کا خلاف کرنے میں ان کو کون روک سکتا ہے جو شخص پہلے سنی حنفی ہو، پھر کچھ مدت کے بعد تقلید سے آزاد ہو کر غیر مقلد ہو جائے اور پھر اس پر بھی اکتفا نہ کرے بلکہ شیعہ نظریات کو اختیار کر لے تو ایسے مسئلوں مزاج بزرگ کے بیانات پر کیا اعتماد کیا جاسکتا ہے؟ خدا تعالیٰ مسلمانوں کو دین و ملت کے اجماعی مسائل پر استقامت نصیب فرمائے۔

اِخْتِصَارُ کَلَامِہ

کتاب ربنا ربنا (یعنی چار صاحبزادیوں)
 محمدؐ تعالیٰ تبار ہوئی ہے اس میں کوشش کی گئی ہے کہ ان چاروں مقدس خواتین (رضی
 اللہ تعالیٰ عنہن) کے حالات زندگی ایک ترتیب سے ذکر ہوں تمہیدات
 کے بعد حضرت اُم المؤمنین سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے متعلقات اور
 ان کی اولاد کی تفصیلات ذکر کی ہیں۔

اس کے بعد شیعہ اکابرین کی طرف سے تائید ۱۴ - ۱۵ اکتب معتبرہ سے
 نقل کی ہے پھر ہر ایک صاحبزادی رضی اللہ عنہا کے علی الترتیب سوانح حیات درج
 کئے ہیں۔ ساتھ ساتھ ازالہ شبہات کے عنوانات بھی شامل
 کئے ہیں۔

حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حالات کے بعد چند
 ہم مباحث ذکر کئے ہیں پھر اس کے بعد دفع توہمات کا عنوان دیدیا
 ہے۔ جس میں جو تاویل جواب شبہات باقی تھے ان کا بھی ازالہ کر دیا ہے اور اس دور
 میں جو شبہات لوگوں نے پھیلا رکھے ہیں۔ ان کو بعونہ تعالیٰ دور کر دیا ہے۔

اپنے سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد مقدس کے مقام
 و مرتبہ کے بیان کے لئے یہ ایک حقیر سی سعی کی ہے۔ مالک کریم

منظور فرمائے اور اہل اسلام کو اس سے نفع بخشے۔ اور آخرت میں ان حضرات
کی سفارش و شفاعت نصیب فرمائے۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ و ازواجہ و بناتہ و اصحابہ
و اتباعہ وسلم تسلیماً کثیراً کثیراً۔

شعبان المعظم ۱۴۰۲ھ
مئی ۱۹۸۲ء

ناچیزی عاجی: محمد نافع عفا اللہ عنہ
(محمدی شریف)

ڈاک خانہ جامعہ محمدی شریف - تحصیل چنیوٹ - ضلع جھنگ
غربی پنجاب — پاکستان

الْمَرْاجِعُ وَالْمَصَادِرُ

برائے کتاب

بَنَاتِ اَرْبَعَةٍ

- ۱ — کتاب العراج لامام ابی یوسف ۱۸۲ھ
- ۲ — مسند ابی داؤد الطیالسی ۲۰۳-۲۰۴ھ
- ۳ — سیرت لابن هشام (ابو محمد عبد الملك بن هشام) ۲۱۸-۲۱۳ھ
- ۴ — طبقات ابن سعد (محمد بن سعد) ۲۳۳-۲۳۵ھ
- ۵ — نسب قریش للمصعب الزبیری ۲۳۶ھ
- ۶ — مسند امام احمد بن حنبل ۲۴۱ھ
- ۷ — کتاب المخیر (لابی جعفر بغدادی) ۲۴۵ھ
- ۸ — الصحيح للبخاری (محمد بن اسماعیل) ۲۵۶ھ
- ۹ — تاریخ الكبير للإمام البخاری ۲۵۶ھ
- ۱۰ — الصحيح للمسلم (مسلم بن حجاج) ۲۶۱-۲۶۰ھ
- ۱۱ — کتاب المعرفة والتاریخ لابی یوسف یعقوب ابن

٢٤٠-٢٤١ هـ

سفيان البسوى

٢٤٥-٢٤٦ هـ

١٢- ابوداؤد شريف

٢٤٧ هـ

١٣- المعارف لابن فتيحة الديتورى

٢٤٩-٢٤٤ هـ

١٣- انساب الاشراف للبلاذرى (راشد بن يحيى)

٣٠٣ هـ

١٥- السنن للنسائى

٣١٠ هـ

١٦- المنتخب من ذيل المذيل لابن جرير الطبرى

٣٥٢ هـ

١٤- الصحيح لابن حبان

٣٥٢ هـ

١٨- كتاب الثقات لابن حبان

٣٤٠ هـ

١٩- احكام القرآن للجصاص

٣٠٥ هـ

٢٠- المستدرک للحاكم

٣٣٠ هـ

٢١- حليقة الاولياء (از ابو نعيم الاسفهانى)

٣٣٦ هـ

٢٢- الاستيعاب لابن عبد البر

٣٣٦ هـ

٢٣- تاريخ بغداد للخطيب بغدادى

٣٥٦ هـ

٢٢- جبهة انساب العرب لابن حزم

٣٥٨ هـ

٢٥- دلائل النبوة للبيهقى

٣٥٨ هـ

٢٦- السنن الكبرى للبيهقى

٣٩٠ هـ

٢٤- المبسوط لشمس الاثم السرخسى

٢٨- شرح السنّة

٥١٦ هـ

(ابو محمد الحسين بن مسعود الفراء البغوى)

٥١٨ هـ

٦٣٠ هـ

٢٩- اسد الغابة لابن الاثير الجزرى

٦٤١ هـ

٣٠- تفسير احكام القرآن للقرطبى

- ٣١ — تهذيب الاسماء واللغات للنواوى ٤٤٢ هـ
- ٣٢ — ذخائر العقبي للمحب الطبري ٤٩٢ هـ
- ٣٣ — مشكوة المصاييح
- للشيخ ولي الدين الخطيب تاليف ٤٣٤ هـ
- ٣٤ — سير اعلام النبلاء للذهبي
- (تاريخ اسلام للذهبي) ٤٢٨ هـ
- ٣٥ — نراد المعاد لابن قيم ٤٥٤ هـ
- ٣٦ — المنار المنيف لابن قيم ٤٥٤ هـ
- ٣٧ — البداية والنهاية لابن كثير
- رابو الفداء اسماعيل بن عمر بن كثير الدمشقي ٤٤٢-٤٤٥ هـ
- ٣٨ — الاصابة لابن حجر العسقلاني ٨٥٢ هـ
- ٣٩ — فتح الباري شرح البخاري
- لابن حجر العسقلاني ٨٥٢ هـ
- ٤٠ — شرح هداية لبدر الدين العيني ٨٥٥ هـ
- ٤١ — سيرة حلبية لعلی بن برهان الدين الحلبي ٩٠٠ هـ
- ٤٢ — وفاء الوفاء للسهودي رنور الدين السهودي ٩١١ هـ
- ٤٣ — اللآلئ المصنوعة للسيوطي ٩١١ هـ
- ٤٤ — الخصائص الكبرى للسيوطي ٩١١ هـ
- ٤٥ — تفسير الدر المنثور للسيوطي ٩١١ هـ
- ٤٦ — الصواعق المحرقة لابن حجر المكي ٩٤٥-٩٤٣ هـ
- ٤٧ — كنز العمال لعلی المتقي الهندي ٩٤٥ هـ

- ٢٨ الموضوعات الكبير لعلی القاری ١٠١٢هـ
- ٢٩ شرح مواهب اللدنیة للزرقانی (سن تالیف) ١١١٤هـ
- ٥٠ قرّة العینین فی تفنیل الشیخین (از شاه ولی الله دہلوی) ١١٤٦هـ
- ٥١ تحفة اثناء عشویہ (از شاه عبدالعزیز محدث دہلوی) ١٢٣٩هـ
- ٥٢ نبراس (شرح شرح عقاید)
- ٥٣ منتهی الکلام (از مولانا حسید علی فیض آبادی) ١٢٢٩هـ
- ٥٢ تفسیر للشوکانی (محمد بن علی الشوکانی) ١٢٥٠هـ
- ٥٥ موضوعات للشوکانی (محمد بن علی الشوکانی) ١٢٥٠هـ
- ٥٦ روح المعانی - سید محمود آلوسی ١٢٤٠هـ
- ٥٤ { الفتح الربانی (ترتیب سند احمد بن حنبل) ١٣٥١هـ
(از عبدالرحمان البیاض الساعی) }
- ٥٨ تاریخ الخمیس الدیار البکری (الشیخ حسین بن محمد بن الحسن) ٩٦٠هـ
- ٥٩ الروض الانف للسبیل (ابو القاسم عبدالرحمن بن عبد الله السبیل) ٥٨١هـ
- ٦٠ منحة المعبود فی ترتیب سند الیاس ابی داؤد
- ٦١ تنزیه الشریعة العراقی الکنانی
- ٩٦٣هـ (ابو الحسن علی بن محمد بن العراقی الکنانی)
- ٦٢ فتح القدیر لابن همام (الشیخ کمال الدین محمد بن عبد الواحد) ٨٦١هـ
- ٦٣ بدائع الصنائع (از علاؤ الدین ابی بکر بن مسعود الکاسانی) ٥٨٤هـ

کتاب شعبہ استغفار و نمونہ

برائے کتب

بَنَاتِ اَرْبَعَةِ

- ۱۔ کتاب سلیم بن قیس الہلالی الکوفی
- توفی قریباً ۱۹۰ھ مطبع حیدریہ نجف اشرف عراق
- ۲۔ تاریخ یعقوبی راہد بن ابی یعقوب بن جعفر الکاتب
العباسی ۲۵۸ھ طبع جدید - بیروت
- ۳۔ فرق الشیعہ (از ابو محمد الحسن بن موسی النوبختی)
من علماء القرن الثالث - طبع عراق
- ۴۔ قرب الاستاد (عید اللہ بن جعفر الحمیری ابو العباس القمی)
من علماء القرن الثالث
- ۵۔ مع الجعفریات والاشعثیات
رازا ابو علی محمد بن محمد الاشعث الکوفی طبع ایران
- ۶۔ اصول کافی (از محمد بن یعقوب کلینی رازی - ۳۲۹ھ)
طبع نول کشور لکھنؤ
- ۷۔ فردع کافی (از محمد بن یعقوب کلینی رازی - ۳۲۹ھ) طبع نول کشور لکھنؤ

- ٨ — مروج الذهب،
- ٩ — التنبيه والاشراف للمشهدى الشيعى ٣٢٧هـ
- ١٠ — الامالى، للشيخ الصدوق (ابو جعفر محمد بن على بن بابويه القسى) ٣٨١هـ طبع ايران
- ١١ — كتاب الخصال للشيخ الصدوق
 ابو جعفر محمد بن على بن بابويه القسى ٣٨١هـ
- ١٢ — رجال كشى (از شيخ ابو عمرو محمد بن عبد العزيز)
 من علماء القرن الرابع
- ١٣ — نهج البلاغة، از تاليفات شيخ سيد شريف الرضى
 ابو الحسن محمد بن ابى احمد الحسين ٣٢٢هـ طبع ممر
- ١٤ — تنزيه الانبياء — شيخ مرتضى علم الهدى — ٣٢٦هـ
- ١٥ — الارشاد للشيخ المفيد (محمد بن النعمان المنيد) ٣٢٣هـ
- ١٦ — تهذيب الاحكام - لمحمد بن حسن بن على الطوسى ٣٢٠هـ
- ١٧ — كتاب الاستبصار " " " " " ٣٢٠هـ
- ١٨ — تفسير مجمع البيان للطبرسى (الشيخ ابو على الطبرسى) ٥٢٨هـ
- ١٩ — كشف الغممة في معرفة الاثمة بمع ترجمه فارسى
- للشيخ على بن عيسى اسر بيللى ٤٨٦هـ تبريز - ايران
- ٢٠ — الصافي شرح اصول كافى از ملا خليل القزوينى
 تاليف ١٠٦٤هـ نول كشور - لكهنؤ
- ٢١ — حيات القلوب : از ملا باقر مجلسى - ١١١١هـ نول كشور - لكهنؤ
- ٢٢ — الانوار النعمانية للشيخ نعمته الجزارى ١١١٢هـ طبع تبريز

- ٢٣ — منتهى المقال لابي علي ١٢٠٠ هـ
- ٢٤ — تنقيح المقال لعبد الله مامقاني ١٣٠٠ هـ
- ٢٥ — منتهى الآمال للشيخ عباس القمي ١٣٥٩ هـ
- ٢٦ — تحفة العوام حاجي حسن بن علي الشيعي
- ٢٧ — منتخب التواريخ از محمد هاشم الخراساني ١٣٥٢ هـ
- ٢٨ — بصائر الدرجات للشيخ محمد بن حسن الصمّار ٢٩٠ هـ
- ٢٩ — روضات الجنات (محمّد باقر مرزا الخوانساري)
- تاريخ تاليف ١٢٨٤ هـ
-

مختصر سوانح مؤلف

اسم: (مولانا) محمد نافع عفا اللہ عنہ ولد حضرت مولانا عبدالغفور صاحب
وجہ تسمیہ: حضرت مولانا محمد نافع کے والد گرامی حضرت مولانا عبدالغفور صاحب
۱۳۳۲ھ بمطابق ۱۹۱۳ء حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے۔

ان ایام میں حاجیوں کی سواری کے لئے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان سنا کے
لئے اونٹ استعمال ہوتے تھے۔ چنانچہ آپ نے بھی مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ جانے کے لئے
اونٹوں کی سواری اختیار کی اور مدینہ طیبہ کے ”نافع“ نامی ایک شخص سے ایک اونٹ کرایہ پر
لیا۔ آپ کو اپنے اس شربان کا نام بہت پسند آیا۔

مولانا عبدالغفور صاحب جب حج سے واپس تشریف لائے تو قریباً ۱۳۳۵ھ/۱۹۱۵ء
میں آپ کے ہاں فرزند متولد ہوا۔ چنانچہ آپ نے اس کا نام ”نافع“ تجویز کیا اور اسم ”محمد“
تبرکاً شامل کر کے ”محمد نافع“ رکھا۔

پیدائش

ایک اندازہ کے مطابق ۱۳۳۵ھ/۱۹۱۵ء قریہ محمدی شریف ضلع جھنگ (پنجاب)
(یہ تاریخ اندازاً ذکر کی گئی ہے ورنہ صحیح تاریخ پیدائش کہیں تحریر نہیں پائی گئی)

تعلیم و تربیت

آں موصوف نے اپنے والد گرامی سے ۱۳۵۲ھ بمطابق ۱۹۳۳ء میں قرآن مجید حفظ
کیا۔ اس کے بعد ابتدائی دینی کتب کی تعلیم استاذ مولانا اللہ جوایا شاہ صاحب (التونی
۱۳۶۲ھ) اور اپنے برادر بزرگ حضرت مولانا محمد ذاکر سے حاصل کی۔

اور پھر اس کے بعد مدرسہ اشاعت العلوم جامع مسجد کچہری بازار لائل پور (فیصل آباد)

میں داخل ہوئے جہاں مولانا محمد مسلم صاحب مٹائی اور مولانا حکیم عبد المجید صاحب سے فصول اکبری علم الصیغہ اور نحو میر مغربی و کبرئی وغیرہ کتب پڑھیں۔

اسی دوران قریہ محمدی شریف ضلع جھنگ میں آپ کے برادر بزرگ حضرت مولانا محمد ذاکر نے دارالعلوم جامع محمدی شریف کی بنیاد رکھی۔

سب سے پہلے حضرت مولانا احمد شاہ صاحب بخاری فاضل دیوبند بطور صدر مدرس تشریف لائے۔

چنانچہ مولانا محمد نافع صاحب واپس گھر تشریف لائے اور مقامی دارالعلوم ”جامعہ محمدی شریف“ میں اپنی تعلیم جاری رکھی اور

علم نحو میں ہدایۃ النحو۔ کافہ الفیہ اور شرح جامی

علم فقہ میں قدوری۔ ہدایہ (اولین) وغیرہ

معقولات میں ایسا غوجی۔ مرقاۃ۔ شرح تہذیب۔ اور قطبی کا کچھ حصہ پڑھا۔

اس دوران جب جامعہ ہذا میں حضرت مولانا قطب الدین صاحب اچھالوی مدظلہ تشریف لائے تو آپ نے ان سے قطبی کا باقی حصہ اور میبذی پڑھیں۔ اور علم فقہ میں شرح وقایہ (اخیرین) اور علم بلاغت میں مختصر معانی وغیرہ کتب پڑھیں۔

مولانا شیر محمد صاحب سے نورالانوار اور شرح وقایہ (اولین) وغیرہ کتب پڑھیں۔

بعد ازاں ۱۳۵۹ھ/۱۹۴۰ء میں جامعہ محمدی شریف میں مولانا غلام احمد صاحب لاہوری کے مشہور شاگرد مولانا احمد بخش صاحب از موضع گدائی (ذیرہ غازی خان) تشریف لائے تو ان سے آپ نے جلالین۔ شرح نخبۃ الفکر۔ ہدایہ (اخیرین) اور دیوان متلی وغیرہ کتب کی تعلیم حاصل کی۔

مزید حصول علم کے لئے آپ واپس پھر اس (ضلع میانوالی) تشریف لے گئے اور قریباً سات ماہ میں حضرت مولانا غلام یسین صاحب سے مشکوٰۃ شریف حمد اللہ عبدالغفور (حاشیہ شرح جامی) وغیرہ کتب پڑھیں۔

اس کے بعد ۱۳۶۰ھ/۱۹۴۱ء میں آپ نے موضع انی ضلع سمجرات میں مشہور استاذ مولانا ولی اللہ صاحب ”مجمراتی“ (التونی شوال ۱۳۹۳ھ/نومبر ۱۹۷۳ء) کا شرف تلمذ حاصل کیا

اور مختلف فنون اصول فقہ میں توضیح مکتوح، مسلم الثبوت میرزا ہد ملا جلال، میرزا ہد رسالہ قطبیہ میرزا ہد امور عامہ اور قاضی مبارک اور شرح عقاید نسفی و مطول وغیرہ کتب کی تعلیم حاصل کی۔ اور آخر ۱۳۶۲ھ میں دارالعلوم دیوبند (بھارت) میں داخلہ لیا اور دورہ حدیث شریف معروف طریقہ سے مکمل کیا۔ یہ وہ دور تھا جب اس مشہور دارالعلوم میں شیخ الادب والفقہ حضرت مولانا اعزاز علی صاحب امروہی، حضرت مولانا ابراہیم صاحب بلیاوی، حضرت مفتی ریاض الدین صاحب اور مولانا مفتی محمد شفیع صاحب سینکڑوں طلباء کو علوم دینیہ کا درس دیتے تھے اور مولانا حسین احمد مدنی صاحب "جیل فرنگ" میں قید تھے۔

مولانا محمد نافع نے مذکورہ بالا حضرات سے دورہ حدیث پڑھا۔

چنانچہ جب آپ ۱۳۶۲ھ میں دارالعلوم دیوبند (بھارت) سے فارغ التحصیل ہوئے تو آپ کو سند فراغ ۱۳۰۵ھ سے نوازا گیا۔ یہ سند ۱۳۶۳ھ/۱۹۴۳ء میں حاصل ہوئی۔

آپ جب واپس وطن ہوئے تو اسی سال ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء میں اپنے مقامی دارالعلوم جامعہ محمدی میں سلسلہ تدریس شروع کیا۔

قیام پاکستان ۱۹۴۷ء کے بعد تنظیم اہل سنت والجماعت سے تعلق قائم رہا اور رد رافضیت کے خلاف کام کیا۔ پھر اس کے ساتھ تحقیقی اور تصنیفی کام کی طرف توجہ ہوئے اور تنظیم اہل سنت کے ہفت روزہ جریدہ "الدعوة" میں تحقیقات نافعہ کے عنوان سے مختلف موضوعات پر مضامین تحریر کئے۔

اسی دوران آپ نے اپنے استاد محترم حضرت مولانا احمد شاہ صاحب بخاری کے ماہنامہ "الفاروق" کے لئے بھی کئی مضامین مختلف موضوعات پر تحریر کئے۔

جب ۱۹۵۳ء/۱۳۷۳ھ میں تحریک ختم نبوت مرزائیت کے خلاف شروع ہوئی تو اس میں بھرپور عملی حصہ لیا اور گرفتاری پیش کی اور تین ماہ پہلے جھنگ میں پھر بورٹل جیل لاہور میں گزارے۔ وہاں سے رہائی کے بعد اپنے استاذ مکرم حضرت مولانا احمد شاہ صاحب بخاری کے مشورہ اور ہدایات کے موافق کتاب "رحماء یثھم" کے موضوع پر تحقیقی کام کرنے کے لئے مواد فراہم کرنا شروع کیا۔

تالیفات

۱۔ مسئلہ ختم نبوت اور سلف صالحین

۱۹۳۵ء/۱۳۷۱ھ میں قادیانیوں کے ایک مشہور مجلہ ”الفضل“ لاہور نے ایک مستقل نمبر ”اجرائے نبوت“ پر شائع کیا تو اس کے جواب میں آپ نے ”مسئلہ ختم نبوت اور سلف صالحین“ کے نام سے کتابچہ شائع کیا جس میں مرزائیوں کے اعتراضات کا مسکت جواب دیا گیا۔

۲۔ حدیث ثقلین

مشہور حدیث شریف..... ترکت فیکم الثقلین..... الخ پر بحث کی ہے اور ”کتاب اللہ و سنتی“ کے الفاظ والی روایت کی اسانید کو جمع کیا ہے اور دونوں روایات پر عمدہ مواد جمع کر کے تحقیق ذکر کی ہے۔ یہ کتاب ۱۹۶۳ء/۱۳۸۳ھ میں تالیف کی گئی۔

۳۔ رحماء پنہم

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین خصوصاً خلفاء اربعہ کے باہم ربط و اتفاق کے سلسلہ میں ”رحماء پنہم“ کے نام سے پہلی کتاب حصہ صدیقی ۱۹۷۱ء/۱۳۹۱ھ میں تالیف کی گئی۔ دوسری کتاب حصہ فاروقی ۱۹۷۶ء/۱۳۹۶ھ اور تیسری کتاب حصہ عثمانی ۱۹۷۸ء/۱۳۹۸ھ میں تالیف کی گئی۔

اور ان ہر سہ جلد میں خلفاء اربعہ کے باہمی تعلقات نسبی کے علاوہ محبت و اخوت کے باہمی روابط کو واضح کیا گیا ہے۔ کتاب ”رحماء پنہم“ ایک مشہور علمی تحقیقی تالیف ہے۔ اس کتاب سے مؤلف کے کئی ہم عصر جید علماء نے استفادہ کیا۔ مثلاً مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ نے اپنی کتاب ”مکملہ فتح المسلمین فی شرح المسلم جلد سوم میں اس کتاب کے اقتباسات نقل کئے ہیں اور حوالہ جات دیئے ہیں جس سے اس تالیف کی اہمیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

۴۔ مسئلہ اقربا پروری

یہ کتاب ۱۹۸۰ء/۱۴۰۰ھ میں حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ پر معاندین کے اقربانوازی کے طعن کے جواب میں تالیف کی گئی۔
یہ کتاب رجاء پنجم حصہ عثمانی کا ایک مکملہ ہے۔

۵۔ حضرت ابوسفیانؓ اور ان کی اہلیہ

یہ کتابچہ ۱۹۸۳ء/۱۴۰۳ھ میں تالیف کیا گیا اور اس میں حضرت ابوسفیانؓ بن حرب اور ان کی اہلیہ کے مختصر کوائف کے علاوہ ان کی اسلام میں خدمات کا ذکر کیا گیا ہے۔
بعد ازاں دوسرے ایڈیشن میں یزید بن ابی سفیانؓ اور حضرت ام حبیبہؓ کے تذکرہ کا اضافہ کیا گیا۔

۶۔ بنات اربعہؓ

اس تالیف میں کتاب و سنت اور جمہور علماء اہلسنت و شیعہ کی مستند کتب سے ثابت کیا گیا ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ کے چار صاحبزادیاں تھیں۔
یہ تالیف ۱۹۸۳ء/۱۴۰۳ھ میں مکمل ہوئی۔ کتاب میں چاروں صاحبزادیوں کے متعلقہ حالات و سوانح کو جمع کر دیا گیا ہے۔

۷۔ سیرۃ سیدنا علی المرتضیٰ

اس تالیف میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حسب و نسب کے علاوہ آں جنابؑ کی غلو عقیدت اور تفسیر شان سے بالاتر ہو کر صحیح سوانح حیات لکھنے کی سعی کی گئی ہے اور مختلف شبہات کا ازالہ بھی کر دیا گیا ہے۔
یہ تالیف ۱۹۸۸ء/۱۴۰۹ھ میں مکمل ہوئی۔

۸۔ سیرت سیدنا امیر معاویہؓ

مصر ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۰ء میں یہ کتاب دو جلدوں میں تالیف کی گئی ہے۔
ایک جلد میں سیدنا امیر معاویہ بن ابی سفیانؓ کی سوانح حیات اور اسلام میں ملی خدمات

کا ذکر ہے۔

جبکہ دوسری جلد میں معاندین کی طرف سے آپ پر وارد کردہ تقریباً اکتالیس مطاعن کا مسکت جواب تحریر کیا گیا ہے۔

۹۔ فوائد نافعہ

رجب ۱۴۲۰ھ / اکتوبر ۱۹۹۹ء میں یہ کتاب دو جلدوں میں تالیف کی گئی۔ پہلی جلد میں عام طور پر ”دفاع عن الصحابہ“ کا مضمون مفصل ذکر کیا گیا ہے۔ جبکہ دوسری جلد میں حضرات حسنین شریفینؓ کی سوانح حیات کو مرتب کیا گیا ہے اور ساتھ ہی ان حضرات کی شہادتوں کو صحیح طور پر بیان کر دیا گیا ہے۔

رائے گرامی حضرت مولانا عبدالستار تونسوی دامت برکاتہم عالیہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَاتِمِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ
وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ

اس پر آشوب دور میں جہاں شعائر اسلام کا استخفاف و استحقار اور امور دین سے اعراض و انکار روزمرہ کے مشاغل بن گئے ہوں اور دین متین داخلی و خارجی فتنوں سے ہمکنار ہو، آئے دن فتنوں کا ایک سیلاب اُمنڈتا چلا آ رہا ہو اور اہل باطل کی ریشہ دوانیاں اور کارستانیوں ”مِنْ كُلِّ حَذَبٍ یُّنْسِلُوْنَ“ کی صورت نمودار ہو رہی ہوں، کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی تحریف و انکار کے نشے میں دنیا میں روز افزوں ہوں اور حب اہل بیت کے نام پر صحابہؓ سے نفرت و بیزاری کا بیج بویا جا رہا ہو، حتیٰ کہ اسلام کے نام پر پورا کفر مسط کیا جا رہا ہو۔ ایسی سنگین صورتحال میں معاندین کی یہ روش کتنی دلسوز ہے کہ تربیت یافتگان رسول کو بدفطرنہ و تشنیع بنانے میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی جائے اور خلفائے ثلاثہؓ حضرات صدیق و فاروق و غنی رضی اللہ عنہم کی تکفیر و سب و شتم میں طبع آزمائی کر کے دل کی آگ بجھائی جائے۔ گویا نام نہاد مجہان، شجر اسلام کی جڑ کاٹنے کو تیار بیٹھے ہیں۔ (نعوذ باللہ من ذلک)

ع چوں کفر از کعبہ بر خیزد کجا ماند مسلمان

اس کرناک داستان کا آغاز اس تحریک و تخریب سے ہوا جس کے پرچار کنندگان شیعہ اثنا عشری اور روافض کے نام سے مشہور ہیں۔ مگر شیعہ نظریات کے اولین موجد عبد اللہ بن سبأؓ یہودی اور اس کے رفقاء تھے۔ جنہوں نے یہودیت کی شہ پر اسلامی فتوحات و ترقی کو روکنے اور امت مسلمہ کی وحدانیت کو پارہ پارہ کرنے کے لئے خطرناک چالیں چلیں۔ ابن سبأؓ نے سب سے پہلے نظریہ امامت ایجاد کر کے اس کا خوب پرچار کیا اور پھر ساتھ ہی اصحاب ثلاثہؓ کی تکفیر اور ان پر واشکاف الفاظ میں سب و شتم کرنے کا آغاز کیا جس کا اقرار شیعہ مجتہدین مثلاً ”وہبہ“ کشی، مامقانی اور باقر مجلسی جیسے لوگ بھی اپنی کتب معتبرہ میں کر چکے ہیں۔ بلکہ شیعہ

مجتہدین نے لکھا کہ ”فَمِنْ هَهُنَا قَالَ مَنْ خَالَفَ الشَّيْعَةَ أَضَلَّ التَّشْيِعَ وَالرَّفُضَ مَا خُوذَ مِنْ الْيَهُودِيَّةِ (فرق الشیعہ، ص ۳۰، رجال کش ص ۱۰۸، تنقیح المقال ص ۸۷، بحار الانوار ص ۲۸ ج ۲۵، تفسیر مرآۃ الانوار ص ۶۲) یعنی یہیں سے وہ لوگ جو شیعہ کے مخالف ہیں یہ کہتے ہیں کہ شیعیت ورفضیت، یہودیت سے ماخوذ ہے۔“ نیز مرزا غلام احمد قادیانی دجال بھی اپنی کتاب میں ایک موقع پر لکھتا ہے کہ

”میرے استاد ایک بزرگ شیعہ تھے اُن کا مقولہ تھا کہ وبأ کا علاج فقط تولا اور تبرأ ہے یعنی آمنہ اہل بیتؑ کی محبت کو پرستش کی حد تک پہنچا دینا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو گالیاں دیتے رہنا، اس سے بہتر کوئی علاج نہیں۔“ (دافع البلاء ص ۷) اس سے واضح ہوا کہ قادیانیت، شیعیت کی پیداوار ہے۔ جبکہ شیعیت، یہودیت کا چرہ ہے..... ع

کند ہم جنس با ہم جنس پرداز

بہر حال شیعہ مجتہدین کی صراحت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ابن سبأ نے عقیدہ امامت کے ذریعے حب آل رسولؐ کا لبادہ اوڑھ کر نفاق اور تقیہ کے سیاہ و دیز پردے میں شیعیت کی بنیاد رکھی۔ اس اسلام دشمن تحریک میں ظاہراً صحابہؓ کو مورد طعن بنایا گیا۔ مگر اہل علم سے مخفی نہیں کہ شیعہ امامیہ کو اصالۃ جو کچھ عداوت تھی وہ اسلام، قرآن اور صاحب قرآنؐ سے تھی۔ صحابہؓ کو مورد طعن محض اس لئے بنایا گیا کہ قرآن حکیم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے چشم دید گواہ صحابہؓ ہی ہیں، جب یعنی گواہ مجروح ہو جائیں گے تو سارے دین سے اعتماد اٹھ جائے گا۔ اسی لئے امام ابو زرہؒ نے فرمایا: ”إِذَا رَأَيْتَ الرَّجُلَ يَنْتَقِصُ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَأَعْلَمْ أَنَّهُ زَنْدِيقٌ“ (ابو زرہ الرازی ص ۱۹۹، ص ۲۳۱) جب تم ایسے شخص کو دیکھو کہ جو صحابہؓ کی تنقیص و تردید کرتا ہے تو جان لو کہ وہ زندیق ہے۔ پس اسی سبب سے ہم سمجھتے ہیں کہ فتنہ رفض کئی وجوہ کی بناء پر عام کھلے کفر و زندقہ سے کہیں زیادہ سنگین ہے۔ لیکن عوام الناس حب اہل بیتؑ کے خوشنما نعرے سے دھوکہ کھا گئے اور اہل تشیع کو مسلمانوں ہی کا ایک فرقہ تصور کرنے لگے۔ یہ غلط فہمی اس وجہ سے ہوئی کہ شیعوں کی کتب اصلیہ نایاب تھیں اور اُن کے عقائد و نظریات کا کماً تبیین کسی کو علم نہ ہو۔ کا اور ساتھ ہی شیعیت پر کتببان و تقیہ کی سیاہ چادر تنی رہی، ورنہ شیعہ اثنا عشریہ مذہب نہ صرف بے شمار

ضروریات دین کا منکر و مذبذب ہے بلکہ اس کا کلمہ سے لے کر قرآن تک مسلمانوں سے جدا ہے۔ انہیں مسلمان کہنا خود اسلام کی نفی ہے۔ علماء امت ہمیشہ مسلمانوں کو ان کی شقاوت و ضلالت اور کفر و نفاق سے آگاہ کرتے رہے۔ مثلاً علامہ محمد بن ابی بکر العربی، شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی وغیرہم۔ آج سے تقریباً پون صدی قبل استاذی المکرم امام اہلسنت حضرت علامہ مولانا عبدالشکور صاحب لکھنؤی نے اثنا عشریہ کے کفریہ عقائد مثل تحریف قرآن، عقیدہ بداء، عقیدہ امامت، تکفیر صحابہ اور قذف عائشہ کی بنیاد پر ان کی تکفیر کا فتویٰ جاری کیا۔ جس پر مشائخ دیوبند شیخ الاسلام حضرت اقدس مولانا و مرشدنا سید حسین احمد صاحب مدنی، حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی، حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بلیاوی، حضرت مولانا اعجاز علی صاحب اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب جیسے اساطین علم کے تصدیقی دستخط ثبت ہیں۔..... دیکھئے۔

(ماہنامہ بینات ص ۹۳، ص ۹۴، ص ۱۷۰ تا ص ۱۷۵ کراچی۔ خیمنی اور اثنا عشرہ کے

بارے میں علماء کرام کا متفقہ فیصلہ)

احقر بھی شیعہ عقائد کی تفصیل اپنی عربی تالیف ”کشف الواعض فی عقیدۃ الروافض“ میں تحریر کر چکا ہے۔ اہل ذوق مراجعت فرمائیں۔ مگر اس کے علاوہ شیعہ سنی کے مابین نزاعی مسائل پر میں خود ایک جامع کتاب کی ضرورت عرصے سے محسوس کر رہا تھا مگر تبلیغی مصروفیت کے ساتھ فرق باطلہ سے مناظروں کی مشغولیت، تدریسی امور اور دیگر وقتی مشاغل نے اس قابل نہ چھوڑا کہ اس حوالے سے کوئی ضخیم کتاب مرتب کر سکوں مگر اس سلسلے میں عالم شہیر، محقق کبیر حضرت مولانا محمد نافع صاحب ادام اللہ تعالیٰ بقاء بالخیر، نے ہر عنوان سے الگ الگ ایک جامع کتاب تالیف فرمائی ہے۔ بندہ نے ان کی اکثر کتب مثلاً رحمتہم (کمل)، حدیث ثقلین، بنات اربعہ، سیرۃ حضرت علی الرضی، سیرۃ امیر معاویہ وغیرہ دیکھیں اور ابھی ان کی نئی تالیف فوائد نافعہ ہر دو جلدوں کو تقریباً اکثر مقامات سے دیکھا ہے۔ ماشاء اللہ موصوف نے اہل سنت والجماعت کی ترجمانی کا حق ادا کر دیا ہے۔ بحمد اللہ میری دیرینہ آرزو پوری ہو گئی ہے۔ بلا مبالغہ عرض ہے کہ عدیم الفرست ہونے کی وجہ سے میں خود ایسی جامع کتب نہ لکھ سکتا۔ مولانا موصوف کی مذکورہ کتب میں درج شدہ دلائل ٹھوس، حوالے صحیح اور

مطالعہ ہیں۔ ان کی تحقیق لائق سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ریت کے ذرات سے سونا الگ کرنا جانتے ہیں۔ فاضل محقق نے مقام صحابہ اور مقام اہل بیت کی وضاحت کر کے نہ صرف مسلک حقہ کو واضح کیا ہے بلکہ ردافض کے اعتراضات اور شکوک و شبہات کا خواب استیصال کیا ہے۔ مولانا کی تالیفات ردافض خود ساختہ نظریات پر ضرب کاری ہیں۔ رد مطاعن میں ان کا اندازہ تحریر عالمانہ، محققانہ مگر مصلحانہ ہے۔ یہ کتب عقل سلیم و فہم مستقیم رکھنے والے حضرات کے لئے باعث ہدایت اور اہل باطل پر اتمام حجت ہیں..... لیہلک من ہلک عن بینة و یحیی من حی عن بینة.....

احقر اپنے حلقہ کے علماء کرام و طلباء کو مشورہ دیتا ہے کہ مذکورہ کتب سے ضرور استفادہ کریں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مصنف کی یہ عظیم کاوش قبول فرمائے اور اسے مسلمانوں کے لئے مشر و نافع بنائے۔

آمین یا رب العالمین

محمد عبدالستار تونسوی عفا اللہ عنہ

رئیس تنظیم اہل السنۃ پاکستان

یکم جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ

